

غزوة احزاب

علامہ محمد احمد ریاضی

PDFBOOKSFREE.PK

تفیس کی سیدی
آرڈو بازار، کراچی طمعی

غزوة اِجْرَابِ

مُحَمَّدِ أَحْمَدَ بَاشِيكِي

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوة احزاب

تالیف

محمد احمد بشمیل

ترجمہ

اختر فتح پوری

نقیس ایکسپریس
آرڈو بازار، کراچی ٹیکمی

بلا حقوق
اردو ترجمہ کتاب غزوة احزاب
قانونی دائمی بحق
چوہدری طارق اقبال گاہندری
مالک نفیس اکیڈمی کراچی محفوظ حسین

نام کتاب	_____	غزوة احزاب
تالیف	_____	محمد احمد ہاشمیل
ترجمہ	_____	مولانا اختر فتح پوری
ناشر	_____	نفیس اکیڈمی کراچی
کتابت	_____	محبوب احمد خوشنویس
طبع اول	_____	دسمبر ۱۹۸۸ء
اپڈیشن	_____	آگسٹ
ضخامت	_____	۳۱۶ صفحات

ٹیلیفون ۲۱۳۳۰۳

فہرست عنوانات

۱۷	مقدمہ
۲۹	فصلِ اول
"	معرکہ احد اور احزاب کے درمیان مختصر عسکری اور سیاسی واقعات
"	معرکہ اُحد کے بعد پُر اثر
۳۰	حمراء الاسد کا دستہ
۳۲	اعراب کے خلاف قوجی کاروائیاں
۳۳	نبوی انٹیلی جنس کی سرگرمیاں
۳۴	اُحد اور احزاب کے درمیان قوجی حملوں کی تعداد
۳۵	بنی اسد کی تادیب ذوالحجہ ۳ھ
۳۸	حضرت عبداللہ بن انیس کا دستہ ۲۵ محرم ۳ھ
۳۹	بذیل فوج کے سالار کا قتل
۴۰	سالارِ بذیل کا اپنے قتل کے نتیجے میں ہونا
۴۲	بیر معونہ کا دردناک واقعہ
۴۴	غم انگیز واقعہ کا مقام
۴۶	دُفد کے تمام آدمیوں کی تباہی
۴۸	غم انگیز واقعہ کا مدینہ پر اثر
۵۰	صغریٰ کا بنو عامر کے دو آدمیوں کو قتل کرنا
۵۱	مسلمانوں کی مسلسل آزمائش۔

- ۱۶ - دوسری مصیبت ہرج مہج کا واقعہ (صفر ۱۰ھ)
- ۱۸ - ڈیلیگیشن کے جوازوں کے ساتھ خیانت
- ۱۹ - ڈیلیگیشن کے جوازوں میں سے مقتولین
- ۲۰ - ہزیل کا دو قیدیوں کو قریش کے پاس فروخت کرنا
- ۲۱ - قریش نے دونوں قیدیوں کو کیسے قتل کیا
- ۲۲ - مشرکین نے حضرت نجیب کو کیسے قتل کیا
- ۲۳ - اس جرم کے آثار
- ۲۴ - مصیبت پر یہود اور منافقین کی خوشی
- ۲۵ - عزوہ بنی نضیر (ربیع الاول ۱۰ھ)
- ۲۶ - بنو نضیر کا اپنے دیار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کرنا
- ۲۷ - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیار بنی نضیر میں
- ۲۸ - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے یہود کا منصوبہ
- ۲۹ - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سازش سے کیسے بچے
- ۳۰ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی مہارت
- ۳۱ - یہود کو مدینہ سے جلا وطنی کا انتباہ
- ۳۲ - یہود کا انتباہ کو مسترد کرنا
- ۳۳ - بنی نضیر کا محاصرہ
- ۳۴ - یہود کی کھجوروں کو جلانے کی کارروائی
- ۳۵ - کھجوروں کے جلانے کی بے فائدگی

- ۷۳ - کھجوروں کے جلانے پر یہود کا احتجاج
- ۷۴ - سپردگی کے لیے یہود کے مذاکرات
- ۷۵ - محاصرے میں یہود کے مقتولین
- ۷۶ - جلا وطنی کا فیصلہ
- ۷۷ - بنی نضیر کی جلا وطنی کی تکمیل کیسے ہوئی
- ۷۸ - جلا وطنی کے وقت یہود کا مظاہرہ
- ۷۹ - عقیدہ کی آزادی کا نمونہ
- ۸۰ - جلا وطنی کے بعد یہود کا مطمح نظر
- ۸۱ - بنی نضیر کی عناقلم کا انجام
- ۸۲ - یہود کی جلا وطنی سے منافقین کو دکھ
- ۸۳ - قرآن اور بنی نضیر کی جلا وطنی
- ۸۴ - سزودہ ذات الرقاع (مجاہد اولیٰ سلمہ)
- ۸۵ - مدینہ کا نائب امیر
- ۸۶ - اس جنگ میں نماز خوف
- ۸۷ - دستے کا اپنے مقاصد کو پورا کرنا
- ۸۸ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چوتھی بار قتل کرنے کی کوشش
- ۸۹ - جوش دلانے والا واقعہ
- ۹۰ - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف واپسی
- ۹۱ - بدر کی دوسری جنگ (شعبان سلمہ)
- ۹۲ - معرکہ سے جان چھڑانے کے لیے ابوسفیان کے داؤ پیچ
- ۹۳ - ابوسفیان کا نعیم بن مسعود کو افواہ اڑانے کے لیے کرایہ پر لینا

- ۹۶ - ۵۷ - انواہ سے مسلمانوں کا متاثر ہونا
- ۹۷ - ۵۸ - مدینہ کا نائب امیر
- ۹۷ - ۵۹ - کی فوج کا معرکہ سے پیچھے ہٹنا
- ۹۸ - ۶۰ - فوج میں ابوسفیان کی تقریر
- ۹۹ - ۴۱ - احد کی شکست کے آثار کا ملنا
- ۱۰۰ - ۴۲ - غزوہ دومتہ الجندل (معم ۳۳ھ)
- ۱۰۱ - ۴۳ - مدینہ کا نائب امیر
- ۱۰۲ - ۴۴ - دستے کی کامیابی
- ۱۰۳ - ۴۵ - دستے کا ڈور رس مقصد
- ۱۰۳ - ۴۶ - حملے کی مدت
- ۱۰۴ - ۴۷ - غزوہ بنی المصطلق (یکم شعبان ۳۳ھ)
- ۱۰۴ - ۴۸ - مدینہ کا نائب امیر
- ۱۰۴ - ۴۹ - منافقین — فوج میں
- ۱۰۸ - ۶۰ - معرکہ آرائی اور دشمن کی شکست
- ۱۰۸ - ۶۱ - قیدی اور غنائم
- ۱۰۹ - ۶۲ - تمام قیدیوں کی رہائی
- ۱۱۰ - ۶۳ - منافقین کا فوج کے اندر فتنے کو ہوا دینا
- ۱۱۱ - ۶۴ - فتنہ کے سرخیل کی گفتگو
- ۱۱۳ - ۶۵ - حکمتِ رسول نے موقف کو بچایا
- ۱۱۴ - ۶۶ - فیصلہ کس حکیمانہ قدم
- ۱۱۵ - ۶۷ - خدا کی قسم وہ ذلیل ہے اور آپ معزز ہیں

- ۱۱۶ - ۷۸ - صحابہ جو اذان کو پڑھنا بند دیتے ہیں
- ۱۱۷ - ۷۹ - اپنے باپ کو ہرین میں داخل ہونے سے روکنا
- ۱۱۸ - ۸۰ - قرآن کریم میں ابن ابی کی گفتگو
- ۱۱۹ - ۸۱ - عظیم معرکہ . . . حدیث انک
- " - ۸۲ - پہلا شہادہ
- ۱۲۲ - ۸۳ - حضرت عائشہ کا دکھ وہ واقعہ کو بیان کرنا
- ۱۲۳ - ۸۴ - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رئیس المنافقین کی اذیت کو روکنے کی اپیل کرنا
- ۱۲۴ - ۸۵ - اوس اور خزرج کے درمیان جنگ کا امکان
- ۱۲۵ - ۸۶ - حضرت عائشہ کی برات کے متعلق وحی کا نزول
- ۱۲۹ - ۸۷ - آیات برات
- ۱۳۰ - ۸۸ - فتنہ کا خاتمہ
- ۱۳۳ - ۸۹ - مفتقرین پر حد کا قیام
- ۱۳۴ - ۹۰ - سب سے بڑا معرکہ جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ لیا
- ۱۳۸ - ۹۱ - حضرت صدیق اکبر اور آپ کے اہل بیت کی آزمائش کا بیان
- ۱۳۹ - ۹۲ - حضرت صفوان بن المعطل کا حضرت حسان کو تلوار مارنا
- ۱۴۳ - فصل دوم
- ۱۴۴ - ۹۳ - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود کا بغض
- ۱۴۶ - ۹۴ - احزاب کی جتنے بندی میں یہود کی سوچ و بچار
- ۹۵ - یہودی وفد کا احزاب کے درمیان چکر لگانا

- ۱۴۷ - یہودی کی پائلیمینٹ میں
- ۱۵۰ - یہودی وفد و یا مخططان میں
- ۱۵۲ - مسلمانوں کے تعلقان اتحاد بنانے میں یہودی کی کامیابی
- " - اتحاد کا معاہدہ اور اس کی شروط
- ۱۵۳ - اعزاب کی تیاری
- ۱۵۴ - کعبہ کے پردوں کے پاس قریش کا عہد
- " - مخططانی فوجوں کا سالار
- ۱۵۵ - مدنی مؤاقت
- ۱۵۶ - مدینہ کے دفاع کا منصوبہ
- " - بڑی الجین
- ۱۵۷ - نظریہ خندق کا پیش کرنے والا
- ۱۵۸ - خندق، مدینہ کے دفاع کا سب سے بڑا منصوبہ تھا
- ۱۵۸ - دفاعی منصوبہ کی تفصیل
- ۱۵۹ - اسلامی فوج کے اترنے کی جگہ کی فوجی حکمت علی
- " - خندق کہاں اور کیسے کھودی گئی
- ۱۶۱ - فوج ہی نے خندق کھودی
- " - کھنڈن حالات
- ۱۶۳ - خندق میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹی اٹھانا
- ۱۶۴ - وہ پیمان جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑا
- ۱۶۷ - خندق میں منافقین کی تخریبی کاروائی
- ۱۷۰ - قرآن کریم کا منافقین کے عیوب بیان کرنا

- ۱۱۷ - خندق کی لمبائی
- ۱۱۸ - مدینہ کے دفاع میں خندق کا اثر
- ۱۱۹ - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی فوج کا جائزہ لینا
- ۱۲۰ - مدینہ کا نائب امیر
- ۱۲۱ - مدینہ کی جانب احزاب کا مارچ
- ۱۲۲ - احزاب کی افواج کا سالار عام
- ۱۲۳ - مسلمانوں کی افواج کی تعداد کی حقیقت
- ۱۲۴ - مسلمانوں کے پہلے دو شہید
- ۱۲۵ - احزاب کی فوج کہاں ہے؟
- ۱۲۶ - مدینہ پر قبضہ کرنے کے لیے احزاب کا منصوبہ
- ۱۲۷ - مسلمانوں اور یہود کے درمیان معاہدہ
- ۱۲۸ - خندق نے احزاب کے منصوبے کو فیل کر دیا
- ۱۲۹ - احزاب کی افواج کی سرگرمیوں کا سروہونا
- ۱۳۰ - وہ تدبیر جو عرب نہیں کیا کرتے تھے
- ۱۳۱ - یہود کی خیانت سے مسلمانوں کا خوف
- ۱۳۲ - یہود نے کیسے عہد شکنی کی
- ۱۳۳ - خیبر کا شیطان، بنی قریظہ کے قلعوں میں
- ۱۳۴ - عہد شکنی کے بارے قریظہ کے سردار کی رکاوٹ
- ۱۳۵ - دو یہودی سرداروں کے درمیان ہناقشہ
- ۱۳۶ - یہود کے ایک زعلیم کا عہد شکنی سے انتباہ کرنا

- ۱۹۳ - مسلمانوں کے ساتھ، قرظیہ کی عہد شکنی کا اعلان
- ۱۹۴ - معاہدہ کی دستاویز کو بھانڈنا
- ۱۹۵ - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفد، بنی قرظیہ کے پاس
- ۱۹۶ - وفد نبوی اور بنی قرظیہ کے درمیان مقابلہ
- ۱۹۷ - حضرت سعد بن معاذ کا اپنے خلیفہ یہودیوں کو نصیحت کرنا
- ۱۹۸ - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور وفد کے درمیان ختیہ گفتگو
- ۱۹۸ - یہود کی عہد شکنی کے بعد کا موقت
- ۱۹۹ - مسلمانوں کی حالت کا گزرا
- ۲۰۰ - دلوں کا حلق تک پہنچنا
- ۲۰۱ - مدنی فوج کے اندر منافقین کا ظہور
- ۲۰۲ - منافقین کی گفتگو
- ۲۰۳ - مسلمانوں کے خلاف تیسری قوت
- ۲۰۴ - فوج سے منافقین کی واپسی
- ۲۰۴ - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غطفان کے ساتھ الگ صلح کرنے کی کوشش
- ۲۰۵ - غطفان کی کمان کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رابطہ
- ۲۰۶ - مجوزہ صلح کی شروط
- ۲۰۸ - انصار سے مشورہ طلب کرنا
- ۲۰۹ - انصار کے سرداروں کا صلح کو مسترد کرنا
- ۲۱۰ - انصار کے سرداروں کا صلح کو مسترد کرنا

- ۱۱ - ۱۵۵ - خدا کی قسم ہم صرف انہیں تواریخ دیں گے
- ۱۲ - ۱۵۶ - شاندار موافق
- ۱۵ - ۱۵۷ - حالات کی سنگینی اور دو چند چوکسی
- ۱۴ - ۱۵۸ - مومن کے گروہ کاشیات
- ۱۲ - ۱۵۹ - معرکہ میں فوجی نقطہ نگاہ سے انقلابی پوزیشن
- ۱۸ - ۱۶۰ - معرکہ میں فوجی معرہ
- ۱۹ - ۱۶۱ - مسلمانوں کے پٹاؤ میں جنگ کا منتقل ہونا
- ۲۱ - ۱۶۲ - قریش کے سوار کا قتل
- ۲۲ - ۱۶۳ - جاتناز سواروں کی شکست
- ۲۵ - ۱۶۴ - قریش کا اپنے سوار کے بٹھے کو مانگنا
- ۲۴ - ۱۶۵ - احزاب کے دلوں میں شکست کا رد عمل
- ۲۶ - ۱۶۶ - گھوڑوں کے ساتھ پھلانگنے کی جانبازیوں سے قریش کا توقف
- ۲۸ - ۱۶۷ - اسلامی فوج میں فقر و بھوک
- ۲۹ - ۱۶۸ - دشمن کے تانے کی بہادری
- ۳۰ - ۱۶۹ - مشرکین کے سواروں کی سرگرمیاں
- ۳۱ - ۱۷۰ - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گشتی کاروائیوں میں حصہ لینا
- ۳۲ - ۱۷۱ - خالد بن ولید اور خندق میں داخلہ
- ۳۳ - ۱۷۲ - ابوسفیان کا خود سواروں کی کمان کرنا
- ۳۴ - ۱۷۳ - مدینہ پر قبضہ کرنے کی آخری کوشش
- ۳۵ - ۱۷۴ - نئے منصوبے کی تھامیل
- ۳۶ - ۱۷۵ - خندق کی سخت ترین رات

- ۲۳۸ - ۱۶۶۔ شدت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا
- ۲۳۹ - ۱۶۷۔ قریش کا مسلمانوں سے متعرض ہونا
- ۲۴۰ - ۱۶۸۔ یہود کا عورتوں پر حملہ
- ۱۶۹۔ یہود کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر حملہ کرنے کی کوشش کرنا
- ۲۴۱ - ۱۸۰۔ محاصرے کی سختی نے مسلمانوں کو نمانہ سے روک دیا
- ۲۴۲ - ۱۸۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کو اٹھ پر حملہ
- ۲۴۳ - ۱۸۲۔ نقیبہ نامہ نکتہ
- ۲۴۴ - ۱۸۳۔ کمزوری کا مقام
- ۲۴۵ - ۱۸۴۔ خوفناک ڈر کی راتیں
- ۲۴۶ - ۱۸۵۔ خندق کی آخری راتیں
- ۲۴۷ - ۱۸۶۔ حضرت حذیفہ شب ہائے کرب و شدت کا حال بیان کرتے ہیں۔
- ۲۴۸ - ۱۸۷۔ فصل چہارم
- ۲۴۹ - ۱۸۸۔ مؤقت میں اہم انقلاب
- ۲۵۰ - ۱۸۸۔ واقعات کے دھارے کو بدلنے والا شخص
- ۲۵۱ - ۱۸۹۔ نعیم بن مسعود، نبوسی پڑاؤ میں
- ۲۵۲ - ۱۹۰۔ خندق کا دانشمند، بنی قریظہ کے پاس
- ۲۵۳ - ۱۹۱۔ خندق کے دانشمند سے قریظہ نے کیسے فریب کھایا
- ۲۵۴ - ۱۹۲۔ دانشمند نعیم، احزاب کی کمان میں
- ۲۵۵ - ۱۹۳۔ خندق کے دانشمند سے احزاب کی فریب خوردگی

- ۲۴۳ - ۱۹. احزاب کا وفد بنی قریظہ کی طرف
- ۲۴۴ - ۱۹. احزاب کا جے کا مطالبہ کرنا اور قریظہ کا پرغالیوں کا مطالبہ کرنا
- ۲۴۵ - ۱۹. احزاب اور یہود کے درمیان اختلاف کا رونما ہونا
- ۲۴۶ - ۱۹. احزاب کا پرغالیوں کے دینے سے انکار
- ۲۴۸ - ۱۹. بنی نضیر کے شیطان کا، شکاف کو پُر کرنے کی کوشش کرنا
- ۲۴۸ - ۱۹. بنو قریظہ کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کے مذاکرات کرنا
- ۲۴۹ - ۲۰. بت پرست اور یہودی اتحاد کی گزردہ سی
- ۲۵۰ - ۲۰. ابوسفیان کا ریٹائرمنٹ کا آرڈر
- ۲۵۲ - ۲۰. ابوسفیان کی فوج میں تقریر
- ۲۵۳ - ۲۰. بالآخر مدینہ سے محاصرہ کا ختم ہونا
- ۲۵۴ - ۲۰. احزاب کی منظم ریٹائرمنٹ
- ۲۵۵ - ۲۰. ریٹائرمنٹ کے وقت ابوسفیان کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھنا
- ۲۵۵ - ۲۰. دشمن کی آخری جنگ
- ۲۵۹ - فصل پنجم
- ۲۶۰ - ۲۰. مسلمانوں کے شہداء کی تعداد
- ۲۸۲ - ۲۰. جن مقتولین کی تعداد معلوم نہیں ہو سکی
- ۲۸۳ - ۲۰. مشرکین کے مقتولین
- ۲۸۳ - ۲۱. مکر کے متعلق قرآن کی گفتگو
- ۲۸۵ - ۲۱. حالت کی گراڈ کے متعلق قرآن کی گفتگو

۲۸۶ - منافقین کے متعلق قرآن کی گفتگو

۲۹۰ - مسلمانوں کے بلند موقت کے متعلق قرآن کی گفتگو

۲۹۳ - ابتلاؤں آزمائش

۲۹۷ - فصل ششم

تحلیل و تجزیہ

۳۱۵ - مسلمانوں کے موقت کی کمزوری

۳۱۶ - احزاب کی ناکامی کے اسباب

۳۱۷ - بڑے اسباب

۳۱۸ - احزاب کے ہاں عقائدی غلطی

۳۱۹ - احزاب اور مسلمانوں کا موازنہ

۳۲۰ - جنگ کا الٹ نتیجہ

۳۲۱ - مزوہ احزاب کے بعد مسلمانوں کی شہرت

۳۲۲ - بڑا سبب



مقدمہ

سب کو تعینِ خدا سے واحد کے لیے ہے، اور اللہ تعالیٰ سید لا براہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ آپ کی طیب و طاہر آل، اللہ آپ کے ان صحابہ پر جنہوں نے اللہ کی طرف ہجرت کی، اللہ جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد کی، جو رات کو راہب اور دن کو راکب ہوتے تھے، رحمت فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہم نے اس کی مدد اور توفیق سے اپنی پہلی کتاب (غزوہ بدر) اور دوسری کتاب (غزوہ احد) لے لے کر شائع کی ہے۔ یہ اس سلسلہ (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کی دو کڑیاں ہیں، جس کی اشاعت کا ہم نے عزم کیا ہوا ہے۔

اور آج مجھے قارئین کرام کے سامنے اس جدید کتاب (غزوہ احزاب) کو پیش کرتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے، اور یہ اس سلسلہ کی تیسری کتاب ہے اور اس کے بعد منقریب انشاء اللہ، چوتھی کتاب اس معرکے کے متعلق ہو گی، جس نے یہودی عنصر کا صفایا کر دیا۔ اور جزیرہ عرب کو اس کے شرور و آشام اور اس کی سازشوں سے نجات دلا دی، جو صرف اس نبیؐ کے اولوں (خیبر اور مدینہ میں بنی قریظہ) پر مہلک ضرب لگانے سے ہی رُک سکتی تھیں۔

یہ کتاب دونوں سابقہ کتابوں (غزوہ بدر) اور غزوہ احد کی طرح صرف معرکہ احزاب کے واقعات کی تفصیل پر اکتفا نہیں کرے گی بلکہ ان تمام سیاسی اور

فوجی واقعات کے دقیق ملخص پر حادی ہوگی، جن میں مسلمان (غزوہ احد اور غزوہ احزاب) کے درمیان زندگی گزارتے رہے۔

اور ان میں سے وہ سات سرسبع اور فوجی حملے بھی ہیں، (جن میں سے اکثر کی کمان خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی) جو اسلامی فوج نے مسلمانوں کے مرکز کی مقبولی اور ان کی اس ہیبت کو پختہ کرنے کے لیے کیے جو دلوں سے اکڑ چکی تھی، اور معرکہ احد میں مسلمانوں کو جو فوجی سرنگونی حاصل ہوئی اس کے نتیجہ میں یتیم مدینہ پر حملہ کرنے کی خواہش کرتے لگے۔

(۲)

عقرب معزز قارئین پر (غزوہ احزاب کے تتبع اور اس کے اسباب و مسببات اور پیمانہ و نایات کے مطالعہ سے) واضح ہو جائے گا کہ یہ خطرناک اور خوفناک غزوہ حقیقتاً ایک یہودی حملہ جسے اسرائیلی سوال مہیا کیے گئے اور وہ اسرائیلی مفکرین کے دقیق اور محکم اور مضبوط طے شدہ خاکوں کے مطابق ہوا، جن کے دل اسلام اور نبی اسلام کے خلاف قاتل کینے سے لبریز ہیں۔

اور یہ اہم تاریخی غزوہ، اگرچہ (بظاہر) عربی چھاپ (قرشی اور عطفانی کا حال ہے مگر اپنے عمیق اہداف اور دراز مقاصد اور پوشیدہ نایات میں (گوشت پوست کے لحاظ سے) ایک یہودی غزوہ ہے۔

پس تمام دلائل قاطعہ کا تسلسل بتاتا ہے کہ اس غزوہ کا — جب سے اسے مسلمانوں کے تباہ کرنے اور ان کے وجود کو بنیاد سے گراتے کے لیے شروع کیا گیا۔ — حقیقی اور فعال محرک — ابتداء سے ناکامی تک — یہود اور صرف یہود تھے۔

(۳)

یہود، اسلام اور مسلمانوں کے تباہ کرنے کے قدیم سے خواہش مند ہیں، جتنی

یہودیت اور اسلام کے درمیان جنگ قدیم ہے اور یہ جنگ اس وقت سے شروع ہے جس وقت سے آفتاب اسلام طلوع ہوا ہے۔

لیکن اس جنگ نے وضاحت اور سختی کی صورت اس وقت اختیار کی، جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے اور یہود کے حلیف (اوس اور خزرج) امت کے ساتھ اسلام میں داخل ہونے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے، جس نے یہود کو ششہ کر دیا اور ان کے دلوں کو مضطرب کر دیا اور ان کے بستروں کو کھردرا کر دیا۔ اس لیے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یثرب پہنچنے سے ہی محسوس کر لیا کہ انہیں یثرب اور اس کے قرب و جوار کے باشندوں پر صدیوں سے جو حکمرانی سیاسی اور مال اقتدار حاصل ہے وہ ڈگمگا گیا ہے کیونکہ یہود، جو ثقافت اور معرفت ادیان اور اقتصادی مہارت اور مال جمع کرنے کے اسالیب کی واقفیت سے مختص تھے، ان عربوں میں (خواہ وہ یثرب کے ہوں یا اس کے ارد گرد کے علاقے کے ہوں) جاہلیت میں انہیں سودی قرضے دے کر اپنی مرضی سے اقتصادی تعفن کرتے تھے اور سودی قرضے ہر زمانے میں یہودی اقتصاد کا ستون رہے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ یہ یہودی (اسلام سے قبل) ان اعراب کے بہت سے روحانی استبداد کا مرجع تھے اور یہ بات منطقہ میں ان کے اقتدار کا سرچشمہ تھی۔

اس لیے انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسد کے باعث) جھوٹ، تھکیک اور افواہوں کے مختلف وسائل سے عربوں کو دین جدید سے بھگانے کے لیے کئی کوششیں کیں اور یہ دعوت اسلام کی مقادمت کے لیے ان کی پہلی کوشش تھی لیکن وہ اس کوشش میں بڑی طرح ناکام ہوئے اور وہ یوں کہ ابھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یثرب آئے چھ ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس منطقہ کے عربوں کی اکثریت حلقہ گبوش اسلام ہو گئی اور وہ

اس کی حمایت و نصرت میں جا نہیں قربان کرنے لگے اس بات نے یہود کو سختی کرنے پر مجبور کر دیا۔

اور چار سالوں کے دوران یہودیوں نے اسلام اور عاہل رسالت اسلام سے نجات حاصل کرنے کے لیے متعدد مایوسانہ کوششیں کیں مگر یہ تمام کوششیں ناکام ہوئیں اور ان یہود پر ان کے الٹ نتائج پڑے یہاں تک کہ یہ دشمنانہ کوششیں ان یہود کے دو بڑے قبیلوں (بنو قتیعہ، اور بنو نضیر) کے مدینہ سے جلا وطن ہونے کا سبب بنیں۔

اور یہودیوں نے جو آخری خطرناک دشمنانہ کوشش کی وہ بنو نضیر کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کرنا ہے حالانکہ آپ ان کے دیار میں امن سے رہ رہے تھے اس بات نے ان کا محاصرہ کرنے اور انہیں یشرب سے جلا وطن کرنے تک پہنچایا اور یہ واقعہ، معرکہ احزاب سے فقط چھ ماہ قبل ہوا اور بنو نضیر، خیبر شہر میں آگئے جو — قدیم سے — یہودی اکھڑ کا مرکز ہے۔

(۴)

بنو نضیر، یہود کے سرمایہ داروں میں سے سب سے بڑے سرمایہ دار تھے، اور وہ منطلقہ یشرب اور اس کے ارد گرد کے علاقے کے اقتصاد میں مکمل طور پر اپنی من مانی کرتے تھے اور اس کے علاوہ ان کے زعماء دانشمندی، فریب کاری اور خاص طور پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شدید کینہ رکھنے

لے، مخرقہ یہ اس کتاب میں بنو نضیر کی جلا وطنی کا واقعہ تفصیل سے بیان ہوگا انشاء اللہ

میں ممتاز تھے۔

اور جب محاصرے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ سے جلا وطن کیا تو آپ نے ان سے سخت سلوک نہیں کیا بلکہ انہیں اجازت دی کہ وہ جس قدر اپنے اموال اٹھا سکتے ہیں اپنے ساتھ اٹھائیں اور قدیم سے یہود کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ زیادہ تر سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔

۱۷۔ ابن اسحاق نے سیرت میں اُم المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور اور آپ بنو نعیمر کے عظیم زعمیم حمی بن اخطب کی بیٹی تھیں آپ نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے باپ اور اپنے چچا یا سر کو سب بچوں سے زیادہ محبوب تھی جب کبھی میں ان دونوں سے ان کے بچوں کے ساتھ ملی، انہوں نے انہیں چھوڑ کر مجھے پکڑ لیا، آپ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور قبا میں... بنی عمر دین عوف کے ہاں اترے تو میرا باپ حمی بن اخطب اور میرا چچا یا سر بن اخطب منہ اندھیرے آپ کے پاس گئے اور عزوب آفتاب کے وقت واپس آئے اور دونوں ٹکھے ماندے، سست گرتے پڑتے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آئے میں سب عادت خوشی خوشی ان کے پاس گئی تو قسم بخدا ان دونوں میں سے کسی نے اپنے اپنے غم کی وجہ سے میری طرف توجہ نہ کی آپ فرماتی ہیں میں نے اپنے چچا یا سر کو اپنے باپ حمی بن اخطب سے کہتے سنا، کیا یہ وہی ہے؟ (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے کہا ہاں قسم بخدا اس نے پوچھا... کیا تم اس میں تورات کی بیان کردہ صفات کو پاتے ہو؟ اس نے کہا ہاں اس نے پوچھا تم اپنے دل میں اس کے متعلق کیا پاتے ہو؟ اس نے کہا خدا کی قسم جب تک زندہ ہوں آپ سے عداوت کروں گا۔

بنو نعیمر کے ان دوسروں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس سے اس شدید بغض اور کینے کی حد واضح ہو جاتی ہے جو ان یہود کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ (باقی صفحہ ۲۲ پر)

لہذا ان یہود نے دسیوں اونٹوں پر بوجھ لادا اور جو سونا چاندی ان کی ملکیت تھا وہ سب اپنے ساتھ اٹھائے گئے اور وہ عظیم چیز تھی حتیٰ کہ ان کے ایک سردار (سلام بن ابی العقیق) نے جلا وطنی کے وقت بڑا خزانہ (بیل کا چھڑا) سونے اور چاندی سے بھرا ہوا اٹھایا اور وہ اس خزانہ پر یہ کہتے ہوئے (گویا وہ مسلمانوں کو جنگ کی دھمکی دے رہا ہے) ہاتھ مارتا کہ (یہ وہ چیز ہے جسے ہم نے زمین کو زیر و زبر کرنے کے لیے تیار کیا ہے)

اور (مطلقاً) یہود نے اپنے مالی اقتدار کے طریق سے زمین کو زیر و زبر کرنے کی کوشش کی اور ابھی انہیں جلا وطنی کی جدید جگہ (غیر) میں قیام کئے چھ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ انہوں نے ایک خوفناک جہنی منصوبہ تیار کیا جس کی تنفیذ کے پس پردہ، مدینہ میں مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کرنے کا مقصد کار فرما تھا تاکہ بنی اسرائیل (از سر نو) دوبارہ منقطع یثرب پر اپنا تسلط قائم کر سکیں۔

اور یہود نے غیر میں مسلمانوں سے یثرب میں غلامی حاصل کرنے کے لیے ایک بڑی جنگ کا منصوبہ تیار کیا جسے اسلام کے دشمن عرب قبائل (خصوصاً قریش اور غطفان) کی زبردست طاقتور متحدہ فوج بروئے کار لائے گی اور غیر میں تیار کیے گئے اس اہم منصوبے کی تکمیل کے لیے یہود کے زعماء نے حبیبی بنی اخطب کی سرکردگی میں جزیرہ کے مختلف اقالیم کی طرف سفر کیا اور مختلف قبائل میں گھومے اور ان کے زعماء سے انہیں اپنے عظیم منصوبے کی تفصیل بتاتے ہوئے اور ان میں مسلمانوں کے متعلق روح عداوت بھڑکاتے ہوئے طاقتیں کیں سب سے پہلے انہوں نے اعراب کے زعماء کو بھڑکانے اور انہیں رشوتوں سے خریدنے

کے لیے، تاکہ وہ ان کی بات مان لیں، مال سے، بار کو استعمال کیا جو ہر دور میں یہود کا بڑا ہتھیار رہا ہے حتیٰ کہ ان یہود نے نجد کے غطفانی قبائل کے لیے اس یہودی منصوبے کے قبول کرنے اور اس سے موافقت کرنے پر نیبر کے ایک سال کے تمام پھل دینے کا وعدہ کیا اور یہود کو اپنی اس مہم میں بڑی کامیابی ہوئی اور وہ یوں کہ قریش اور غطفان نے (جو جزیرہ کے سب سے بڑے اور طاقتور قبائل تھے) مدینہ کے جنگ کرنے کے یہودی منصوبے سے موافقت کر لی اور خیبر کا وفد دس ہزار جانباڑوں کا سرخیل بن کر واپس لوٹا، حلیف تھے (جن میں سے چار ہزار، قریش اور ان کے حلیف اور چھ ہزار غطفان اور ان کے حلیف تھے۔

یہود نے ان عظیم جیوش کو مدینہ کی اطراف میں اتارا اور از سر نو ان کے حواس پر مدینہ کی طرف واپس جانے اور اس پر قبضہ کرنے کے خواب مستولی ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جنگ کی یہ کاروائی ایک منظم اور خوفناک کاروائی تھی اور اعزاب کی افواج کے پہنچنے پر بظاہر یہ بات اشارہ کرتی تھی کہ اس خوفناک منظم اور تباہ کن جنگ کے سامنے اسلامی ہستی کے دن گنے پھنے ہیں۔

اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟... عرب کے سواروں اور شجاعوں میں سے دس ہزار جانباڑ جو اچھی طرح مسلح تھے اور جن کی امداد خوفناک یہودی فوجیں المال کر رہا تھا اور جمیٹ اسرائیلی سوچ ان کے لیے منصوبہ بندی کر رہی تھی، اور وہ ایمان باللہ کے سوا ان سے ہر چیز میں کم تھے لیکن اللہ اپنے امر پر غالب ہے۔

(۵)

اذجاءؤکم..... وذلواذلواذلا شریداً

جب وہ تمہارے اوپر نیچے سے تمہارے پاس آگئے اور لگا ہیں پھر گلیں اور دلہلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے وہاں مومنین کی آزمائش کی گئی اور انہیں زبردست جھٹکے دیئے گئے۔

بلاشبہ یہ آیت (جو عزودہ احزاب کے احوال کو بیان کرتی ہے) تفصیل سے زیادہ بیخ اختصار کے ساتھ۔ اس عزودہ کی اہمیت کی حد کو صحیح طور پر بیان کرتی ہے اور اس میں مسلمانوں کو لاحق ہونیوالے عظیم کرب اور قلق و خوف اور گھبراہٹ کی شدت کی حد کو بھی بیان کرتی ہے اور انہیں لگا گھٹنے کی حد تک لے گئی تھی۔

قرآن کریم نے آذادی کے عظیم معرکوں (جیسے بدر و حنین اور احد) میں جہی میں مسلمانوں نے اپنے نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی گمان میں حصہ لیا ان کی بہت سی پریشانیوں کو بیان کیا ہے لیکن اس نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اسلامی فوج کی حالت ان کو کرب و شدت اور خوف کے اس درجہ تک لے گئی جس کا ذکر اس نے عزودہ احزاب میں کیا ہے۔

اگرچہ معرکہ احزاب میں بڑی جنگ نہیں ہوئی لیکن قرآن کریم کی شہادت کے مطابق یہ تاریخ اسلام کی خطرناک ترین جنگ تھی اور یہ حقیقتاً ایک قسمت کا معرکہ تھا۔

بلاشبہ (معملاً) یہ معرکہ ایسا نہ تھا جس میں نیزاد تلوار فیصلہ کرتے لیکن یہ ایک اعصابی معرکہ تھا اور اس میں مسلمانوں کو جس بڑے ہتھیار کا مقابلہ

کہ ناپڑا وہ خوف، رعب، حلق، افواہ، انقسام اور فیصلہ کن گھڑیلوں میں غداری کرنا تھا۔

اور (غالباً) معرکوں میں اس ہتھیار کا کردار، تیر، تلوار اور نیزے کے کردار سے زیادہ سخت ہوتا ہے اسلامی معرکوں کے واقعات سے دلچسپی رکھنے والوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کو اس درجہ کا خوف، شدت، حلق، گھبراہٹ اور اضطراب کبھی نہیں ہوا جیسا کہ انہیں عزودہ اعزاب میں ہوا۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ — میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شامل ہوئی ان میں قتال و خوف ہوتا تھا... المرسیح اور خیبر، اور ہم حدیبیہ، فتح مکہ اور حنین میں بھی موجود تھے لیکن ہمارے نزدیک ان میں سے عزودہ خندق (معرکہ اعزاب) سے بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے والا کوئی معرکہ نہ تھا اور یہ بات یوں ہے کہ مسلمان ایک چھوٹے درخت کی طرح تھے جس سے بڑا درخت ہر طرف سے لپٹا ہوتا ہے اور ہم قرظہ سے بچوں کے بارے میں بے خوف نہ تھے اور مدینہ کی صبح تک حفاظت کی جاتی تھی اور ہم اس میں... مسلمانوں کی تکبیر کی آواز سننے سے حتیٰ کہ وہ خوف سے صبح کرتے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں بھلائی حاصل کئے بغیر ان کے غصے سمیت واپس کر دیا۔

(۶)

اسی دوران میں کہ مسلمان عظیم کرب و شدت اور آزمائش میں پڑے ہوئے تھے کہ اچانک ان کے حلیفوں یعنی بنو قریظہ کے یہودیوں نے (جن کے گھر اسلامی فوج کی قطاروں کے پیچھے واقع تھے) حقارت و رذالت سے اس عہد کے توڑنے کا اعلان کر دیا اور وہ (تقریباً ایک ہزار جا بناز تھے) اسلام

کی چھوٹی سی فوج کے پچھے حصے کو جس کی تعداد (صحیح ترین اندازوں کے مطابق) تقریباً ایک ہزار جانبازدوں سے زیادہ تھی، حزب لگانے کے لیے دوسری فوج بھی گئے اور وہ ساری فوج دس ہزار جانبازدوں کے مقابلہ کے لیے کھڑی ہوگی جس کی وجہ سے ہر لحاظ سے فرق ہونے سے ڈار ہی نہیں۔

اس طرح مسلمانوں کے کرب و مصیبت میں اعناقہ ہو گیا اور آزمائش کی فضول مستحکم ہو گئیں بلکہ اللہ نے (جس کی حکمت وہ خود جانتا ہے) چاہا کہ مٹی فوج کا کرب بھلا اور آزمائش چوٹی تک پہنچ جائے۔

اور (ان خرفناک فیصلہ کن گھڑیوں میں) خود اسلامی فوج کے اندر ایک تیسری قوت نمودار ہو گئی جس نے تمرد کا اعلان کیا اور اس کے جواؤں نے جو حقیقت میں کانپنے والے بڑھل تھے اس بات کا اظہار کیا جو ان کے اندر نہیں تھی اور وہ منافق تھے جو (قسمت کی فیصلہ کن گھڑیوں میں) عذر بنا کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑتے ہوئے فوج کی صفوں سے کھینکے گئے اور آپ کے تتوڑے سے مخلص اصحاب تباہ کن آزمی میں گھبرا گئے۔

اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کو معائب نے ازسرنو اپنی چھاننی میں سختی سے چھانا اور جو کمزور ایمان اس چھاننی کے سوراخوں میں سے گزرتے تھے وہ گر پڑے۔

اور ان بے شک راتوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کے جوان رو گئے کہ جب معائب کی چھاننی حرکت کرتی تو وہ اس کے سوراخوں سے بڑے ہو جاتے اور وہ ان کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہو جاتے کہ وہ گر پڑی کیونکہ وہ (اپنے ایمان و یقین کے ساتھ) ان معائب سے بہت بڑے تھے اور ان آزمائشوں اور دکھوں سے بھی بڑے تھے اور محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مخلص اصحاب ان احوال و معائب کے سامنے جن سے دل اکھڑ جاتے ہیں، اپنے عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور انہوں نے اس خوفناک تباہ کن جنگ کا بے نظیر مہر و استقلال سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ اللہ کی مدد آگئی اور اس نے احزاب کو شکست دی اور غدار قرظہ نے اپنی غداری کے پھل چُٹنے اور اس غداری کی بھاری قیمت ادا کی جو آٹھ سو جوالوں کے سر تھے جنہیں عادلانہ حکم کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں قلع کیا گیا بلاشبہ احزاب کے خوفناک معرکہ کے واقعات میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مواقف پر دانشمندی اور سمجھداری کے ساتھ علی نظر ڈالنا ممکن ہے (بلکہ واجب ہے) ان تمام عقائد کے حاملین کے لیے (جو راستباز ہوں نہ کہ تاجر) ایک عام اصول بن جائے جو دعوت الی اللہ اور اعلانیے کلمۃ اللہ کے لیے جنگ کی ذمہ داری سنبھالنے کے خواہاں ہوں۔

اس زبردست معرکہ کے واقعات کی تفصیل پر نظر ڈالنے سے، اسلام کے عقائد ہی نوجوان اور اس کے ادھیڑ عمر راستباز عنقریب دیکھیں گے کہ حق پر... ثبات کیسے ہوتا ہے اور اس کی حمایت میں جنگ اور قربانی کیسے ہوتی ہے اور اس دعوت اسلامی کا جھنڈا کیسے اٹھایا جاتا ہے جس کے نام پر ہمارے زمانے میں بہت شور ڈالا جاتا ہے لیکن یہ شور، پچی کے شور کی طرح ہے، جو کالوں کو بہرہ کر دیتی ہے بغیر اس کے کہ لوگ اسے پیتا دیکھیں۔

پس صحیح اسلامی ترقی کی راہ میں راستبازی سے جنگ کرنے والے تمام حضرات (جہاں کہیں بھی ہوں اور جس رنگ کے بھی ہوں اور جس قوم کے بھی ہوں) کی خدمت میں ہم یہ کتاب پیش کرتے ہیں جو ان عظام و ابرار کی تاریخ کے بارے میں ہے جنہوں نے خدا سے اپنا وعدہ بچ کر دکھایا اور ان کے صحیح

جہاد اور صحیح جنگ کے اصولوں پر تاریخ کی معبروت اور بڑی عظیم اور عادلانہ حکومت قائم ہوئی، اور شاید، جنگ کرنے والے حضرات، پلو توں کو ان یاقی اجراء کی تاریخ کے سبق سے مستفید کریں، واللہ الموفق و بہو عبنا و نعم الوکیل،

محمد احمد باشمیل

مکتہ المکرمہ، مملکت سعودیہ عربیہ

دماہ صفر ۱۳۸۵ھ — جون، ۱۹۶۵ء



فصل اول

معرکہ اُحد اور احزاب کے درمیان مختصر عسکری اور سیاسی واقعات

- غزوة احزاب سے قبل، احزاب کی تادیب کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کردہ چھ فوجی دستے،
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے بنو نضیر کی کوشش،
- مرینہ سے ان یہودی کی جلا وطنی،
- مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کی آگ بھڑکانے کے لیے منافقین کی کوشش،
- حدیث الکلب۔

معرکہ اُحد کے بعد **اثر** | سخت دھکا لگا اس کے باوجود مکمل طور پر میدان کارزار پر کنٹرول کئے رہے خصوصاً ان سرزمین اور کامیاب فوجی کاروائیوں کے بعد جو معرکہ اُحد کے بعد مدنی فوج نے کیں،

معرکہ اُحد کے بعد مسلمانوں کے لیے جو سب سے اہم سیاسی واقعہ ہوا وہ یہ کہ منطقہ شہب میں خصوصاً اور جزیرہ عرب میں عموماً ان کا مرکز بہت متاثر ہوا، اور یہ جنگ اُحد میں ان کی فوجی سرنگونی کا حتمی نتیجہ تھا۔ اور ان عرب قبائلی کے دلوں میں جو بُت پرستی پر قائم تھے ان کی ہیبت کم ہو گئی اور ان یہود اور منافقین کے دلوں میں بھی ان کی ہیبت کم ہو گئی جن کے دل پر کے مشہور معرکہ میں مسلمانوں کی تباہ کن فتح کے بعد ان کے رعب اور خون سے پُر ہو گئے تھے۔

اور یہ تلخ حقیقت مسلمانوں سے پوشیدہ نہ تھی اور مسلمان اپنی معمولی طاقت کو (عسکری اور سیاسی لحاظ سے) مدح کرنے لگے تاکہ ان دشمنوں پر (عملی) ثابث کر دیں کہ بہت غلطی خوردہ ہیں جب کہ ان کا خیال تھا کہ — معرکہ احد کے بعد — مسلمان اس قدر کمزور ہو چکے ہیں کہ وہ ان سے بدلہ لینے کی سکت رکھتے ہیں اور یہ بھی ان پر ثابت کر دیں کہ وہ (یعنی مسلمان) ہر اس شخص کو پکھنے کی قدرت رکھتے ہیں جس کے نفس کو ان پر زیادتی کرنے کی بات سوجھتی ہے پس انہوں نے سرسبز اور کامیاب فوجی کارروائیاں کیں اور انہوں نے دشمنوں کو ایسی مزبیں لگائیں جن سے ان کے مورال کو سخت دھکا لگا اور وہ ... مسلمانوں کی عسکری قوت اور ان کے سیاسی اور معنوی تڑا بط کے بارے میں اپنے خطا کار منافقین کی درستی کرنے لگے، خصوصاً قرشی، اور یہودی پڑاؤ جنہوں نے (دوسروں سے پہلے) مسلمانوں کی شاندار اور کامیاب پہلی فوجی کارروائی دیکھی تھی تاکہ وہ اپنے دشمنوں پر ثابت کر دیں کہ ان کا عسکری، سیاسی اور عقائدی وجود ہمیشہ مضبوط اور طاقتور رہے گا اور جنگ احد کی سرگونی کے واقعات کا اس وجود پر کوئی اثر نہیں ہے۔

یہ کارروائی جس سے ہماری سردار حمزہ الاسد کا دستہ ہے جسے
حمزہ الاسد کا دستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صبح کو تیار کیا جس میں احد
 کا معرکہ ہوا تھا پس اس نے اس کی فوج کا تعاقب کیا جسے اس دستہ کی خبر، ...
 لُحج المدعاہ کے پلاؤ میں ملی اور وہ مسلمانوں کی بیخ کنی کے لیے مدینہ کی طرف
 واپس جانے کا عزم کئے ہوئے تھے تھی اور تعاقب کی اس دلیرانہ کارروائی کے
 باعث اس کے قائدین کے دلوں میں خوف سرایت کر گیا اور انہوں نے
 صرف مدینہ کی طرف بڑھنے سے ہی انحراف نہ کیا بلکہ ان پر خوف طاری ہو گیا اور

انہوں نے اس مدنی فوج سے طاقت کرنے سے بزدلی دکھائی جو ان کے تعاقب میں نکلی تھی اور جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ انہوں نے اسے معرکہ اُحد میں مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے۔

پس قریش کے قائدین الرواح میں جمع ہوئے اور انہوں نے اپنے معاشے کے بارے میں آپس میں سوچ بچار کی اور باوجود کہ انہیں علم تھا کہ مدنی فوج (جو ان کے تعاقب کے لیے نکلی تھی) ان سے چند میل کے فاصلے پر ہے انہوں نے مکہ کی طرف مسلسل ریٹائرمنٹ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور وہ اس غصہ در مدنی فوج سے گفتنے پر ہزار کی عمار کو ترجیح دیتے ہوئے مکہ واپس چلے گئے اور یہ فوج اس یقین پر قائم تھی کہ (اپنی چھوٹائی کے باوجود) جب وہ اس سے ٹکرائے گی تو وہ اس بگولے کی طرح ہوگی جو ہر ٹکرانے والی چیز کو تباہ کر دیتا ہے۔

اس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سربراہ فوجی دستہ (حمر الالاسد کا دستہ) میں واضح کامیابی ہوئی اور آپ نے سربراہ اور عظیم فوجی فتح ریکارڈ کی، اس کے بعد مسلمانوں نے خصوصاً یثربی دائرہ میں اور عموماً جزیرہ عرب میں بڑی سیاسی فتح حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی اور اس فتح نے اس غلط نظریے کی تصحیح کر دی جو یہود اور منافقین معرکہ اُحد کی سرنگونی کے بعد اسلامی فوج کے متعلق رکھتے تھے۔

اور حمر الالاسد کے دستہ میں مسلمانوں کی کامیابی کے بعد (خصوصاً مدینہ کے یہود اور منافقین کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کو اس قدر قوت اور صلاحیت حاصل ہے کہ کسی فوج کے لیے۔ خصوصاً یثرب میں۔ ان کے خلاف کوئی فوجی کارروائی کرنا خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو۔ حلال ہو۔

اور یہ بات ان دشمنوں کے خیال کے آٹ تھی اس لیے جب انہیں اطلاع ملی کہ کی فوج — جسے انہوں نے اُحد میں مسلمانوں پر فاتح خیال تھا — محکمہ سے پیچھے ہٹ گئی ہے اور اس مدنی فوج کے آگے بھاگ گئی ہے جس کے متعلق ان کا یقین تھا کہ وہ میل اُحد کی ترائیوں میں تباہ ہو گئی ہے اور انہوں نے اس فوج کو سر بلند ہو کر مدینہ واپس آتے دیکھا تو انہیں حیرت اور تعجب ہوا اور وہ فوج اپنی زبان حال سے ان منظر یہود سے کہہ رہی تھی کہ تمہارے لیے سکون اختیار کرنا بہتر ہے اور تمہاری طرف سے جو کاروائی بھی ہوئی اس کا انجام مکمل ... تباہی ہوگا۔

اور عملاً ... یہودیوں اور ان کے خفیہ مددگاروں (منافقین) نے اپنے منصوبے کے بارے میں دوبارہ تلازمہ کیا اور اس منصوبے کی تنفیذ میں ہمدردی سے کام لیا اور سکون اختیار کیے رہے اور اس کا فوری سبب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حمرہ الاسد کے اس دلیرانہ دستہ میں کامیاب ہونا تھا، جس نے اسلامی فوج کی ہیبت کو دوبارہ قائم کر دیا اور دوبارہ ... اُسے یثرب میں پہلے کی طرح کسی جھگڑا کرنے والے کے بغیر موقع کا سہارا بنا دیا حالانکہ معرکہ اُحد میں اسے جوانوں کے نقصان کی ڈک اور مصیبت اٹھانی پڑی تھی

اسی دوران میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعراب کے خلاف فوجی کاروائیاں منظر یثرب میں امن و استقرار کے ستونوں کو مضبوط کر رہے تھے عرب کے دوسرے قبائل معرکہ اُحد میں مسلمانوں کو گھنے والی دردناک چوٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جسے ان اعراب نے ضرب

کے، ہر حمرہ الاسد کے دستہ کی تفصیل ہماری کتاب غزوہ اُحد کے صفحہ ۱۱۱ اور اس کے بعد کے صفحات پر ملے گی

قاتل خیال کیا تھا، منطلقاً، حجاز اور نجد میں اپنے منہوبے تیار کر رہے تھے اور مدینہ پر حملہ کرنے اور اس میں مسلمانوں کو مزب لگانے کے لیے اکٹھا کر رہے تھے۔

اور ان بت پرست اعراب نے مسلمانوں کے بارے میں لالچ کیا اور ان میں سے ہر کوئی ان کو مارنے اور ان پر حملہ کرنے اور ان کے اموال کوٹنے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے کے بارے میں سوچنے لگا۔

اور نبوی فوجی انٹیلی جنس بھی اس سوچ اور کاروائی سے فاضل نہ تھی اور مسلمانوں کو توقع

تھی کہ معرکہ احد میں نازل ہونے والی مصیبت کے بعد اعراب ان کے خلاف سریع فوجی کارروائیاں کریں گے اس لیے مدینہ کی انٹیلی جنس نے ان اعراب کے علاقوں کی نگرانی کے لیے اپنی سرگرمیاں وسیع کر دیں تاکہ یہ اعراب مدینہ کے خلاف جس کاروائی کا بھی عزم کریں اسے اس کا پہلے ہی علم ہو جائے اور یہ انٹیلی جنس اس بارے میں جو نئی بات پائے اسے پہلے پہل مدینہ میں ہائی کمان کی طرف منتقل کر دے اور یہ اعراب، مسلمانوں کے خلاف جس کاروائی کا بھی عزم کریں مدینہ کی کمان کو اس کا مکمل علم ہو اور مدنی انٹیلی جنس کی کارروائیوں نے بیدار مغزی اور سرعت کے ساتھ اس قبیلہ پر جو مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت کرتا تھا، مزب لگانے میں کمان کی مدد کی اور یہ کام اس قبیلہ کے اکٹھا اور تیاری کی کارروائیوں سے قبل ہی ہو جاتا تھا۔

پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد سرسبز قبیلہ گن کاروائیاں بروئے کار لانے میں جلدی کی اور ان اعراب کی منازل تک سرعت کے ساتھ ان کی کمان کی اور ان کی خواہشات کے آگے ایک روک ڈال دی، اور انہیں ان کے ذریعے سخت عملی درس دینے جن سے وہ مسلمانوں کی فوجی

وقت کے متعلق اپنے غلط مفہوم کی تصحیح کرنے لگے جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ جنگ احد کی معیت کے نتیجہ میں کمزور ہو گئی ہے۔

مگر کہ اُحد اور اعراب کے درمیان اُحد اور اعراب کے درمیان فوجی حملوں کی تعداد اسات فوجی گلے ہوئے جن میں

مسلمانوں نے حملے میں پہلی کی اعراب (خصوصاً نجد کے اعراب نے مدینہ میں ... مسلمانوں پر حملہ کرنے کے بارے میں سب سے پہلے سوچا اور جس بارے میں یہ سوچ رہے تھے اس کی تنفیذ کے لیے اکٹھا کرنے میں انہوں نے جلدی سے کام لیا اور سب لوگوں سے زیادہ جرات کرنے والے بھی یہی تھے اور اکثر فوجی دستے جو مدینہ بھیجے وہ ان اعراب کے خلاف ہی بھیجے ، اور وہ ان چھ فوجی دستوں کا ہدف تھے جن میں سے بعض کی کمان خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی غزوہٴ اعراب اور قرظیہ سے قبل یہود صرف ایک فوجی دستے سے متہ من ہوئے تھے اور وہ دستہ، مدینہ کے نواح میں نبی لغیر کے یہود کے خلاف مسلمانوں نے تیار کیا تھا۔

اور ان اعراب کو ضرب لگانے اور ان کے گھروں میں انہیں مزادینے اور فیصلہ کنی طریق پر ان کی خواہشات کو روکنے میں شاہد مدینہ کی کان کی مدد اس بات نے کی کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے کی سوچ میں ایک محاذ نہ تھے کیونکہ مدینہ پر حملہ کرنے کی سوچ کا باعث، عقائدی اور سیاسی نہ تھا جو کسی طے شدہ منصوبے کے نتیجہ میں حاصل ہوا تھا بلکہ اس سوچ کا باعث ٹوٹ کھسٹ اور قیدی بنانے کی رغبت تھا جیسا کہ سیوں صدیوں سے جنگوں میں ان کا قدیم دستور تھا۔

اور مدینہ پر حملہ کرنے سے ان کا مقصد اس پر قبضہ کرنا اور بالآخر ...

مسلمانوں سے نجات پانا نہ تھا جیسا کہ یہ یہود اور مشرکین مکہ کا حال تھا جو مسلمانوں سے (مقتادہ) اور سیاسی منصوبوں کے مطابق) جنگ کرتے تھے جیسا کہ اس غزوة احزاب میں ہوا جس کا منصوبہ یہود نے بنایا اور نجد کے بعض اعراب کو مالی لالچ سے کہ اس میں اشتراک کرنے پر آمادہ کیا۔

اس لیے مسلمانوں نے (مگر کہ احزاب سے قبل) ان قبائل کو مارنے اور ان کے اکھڑ کے مقام سے انہیں پرگندہ کرنے کی سکت پائی ہر قبیلہ انفرادی طور پر چھ فوجی دستوں میں آیا جنہیں اسلامی فوج نے تیار کیا اور وہ یہ ہیں۔

اعراب کے خلاف مدنی فوج
بنی اسد کی تادیب (ذوالحجہ ۳۳ھ)

کیا وہ ایک جنگی گشتی پارٹی تھی جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منقطعہ نجد میں قبیلہ بنی اسد کو حزب لگانے کے لیے بھیجا۔

مدینہ کی کان کو اپنی فوجی آئینہ جنس سے اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی اسد مشہور جنگجو طویل بن خرید اور اس کے بھائی سلمہ کی کان میں اکھڑ کر رہا ہے اور اس اکھڑ

سے: الامام میں بیان ہوا ہے کہ طویل بن خرید اسدی، اسد بن خزیمہ سے تھا یعنی اشجار اور ضحاک میں سے تھا اسے طویل کذاب بھی کہا جاتا ہے (کیونکہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا) اور عرب کے بڑے بہادروں میں سے تھا اندلیزی کے قول کے مطابق ایک ہزار سوار قبائلی شمار کیا جاتا تھا۔ یہ بنی اسد کے اذد کے ساتھ ۳۰۰ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ سب مسلمان ہو گئے اور جب یہ واپس گئے تو طویل مڑتو گیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا تو آپ نے حضرت حزار بن الأزد کو اس کے مقابلہ میں روزانہ فرمایا، تو حضرت حزار نے قتل کے ارادے سے اسے

کا مقصد مدینہ پر حملہ کرنا ہے اس لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً انصار اور مہاجرین سے ایک سو پچاس جو ازل کا ایک دستہ تیار کیا جس کی کمان ابو سلمہ بن عبد اللہ سعد مخزومی کو عطا فرمائی گئی تھی

اور اس دستہ میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور دوسرے کبار مہاجرین اور انصار شامل تھے اور یہ دستہ ماہ ذوالحجہ ۳ء میں یعنی غزوة اُحد کے تقریباً ایک ماہ بعد تیار ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستہ کے لیے

دقیقہ ملاحظہ فرمائیں

تکوار ماری اور تکوار اُچٹ گئی تو لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ ہتھیار اس پر اثر نہیں کرتا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پانگے اور اسد و غطفان اور طئی میں سے ہیرو کے بہت پیروکار ہو گئے اور وہ کہا کرتا تھا کہ جبریل اس کے پاس آتا ہے اور اس نے لوگوں کو متعجبی کا مہیا جس میں انہیں نمازیں ترک جو د کا حکم دیا اور اسکا جھنڈا اُترتا تھا اور اس نے مدینہ پر قبضہ کرنے کا لائحہ کیا اور اپنے بعض پیروکاروں کے ساتھ اس سے جنگ کی تو اس کے ہاتھوں نے انہیں واپس لوٹا دیا اور حضرت ابو بکر نے اس سے جنگ کی اور حضرت خالد بن ولید کو اس کے مقابل میں روانہ فرمایا پس علیہ نے بڑا جھنڈا (جھنڈے کے علاوہ) میں شکست کھائی اور وہ (کلمہ کے راستے میں تو زائد الحاح کے درمیان) سمیرا میں ٹھہرا ہوا تھا اور حضرت خالد نے اس سے جنگ کی اور وہ شام کی طرف بھاگ گیا پھر اسد اور سارے غطفان کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور آپ کی بیعت کی اور عراق کی طرف چلا گیا اور اس نے فتوحات میں شاندار کارنامے کئے اور وہ تادمیہ میں شامل ہوا اور ایرانی علاقے میں معرکہ نہاند میں وہ اور یمن کا سوار عمر بن سعد کی کرب زبیدی شہید کی

ابو سلمہ، آپ کا نام عبد اللہ بن عبد اللہ سعد بن بلال مخزومی تھا آپ اسلام کے سابقوں والا ذلون میں سے تھے اور آپ بدر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہریت کرنے والوں میں سے تھے۔

۳۔۔ ان دونوں کے حالات ہماری کتاب غزوة بدر میں دیکھئے۔

ایک منصوبہ بنایا اور دستہ کے سالار حضرت ابوسلمہ کو حکم دیا کہ وہ اس پر عمل کریں اور اس منصوبے کا اہم پوائنٹ، کتمان، سرعت اور اکٹھا ہونے سے قبل، قبائل بنی اسد کو غفلت میں گرفت میں لے آتا تھا۔

اور بنوی حکم میں جو خاص طور پر دستہ کی کان کے قائد اعلیٰ حضرت ابوسلمہ کو دیا گیا بیانی ہوا کہ آپ چلتے پھرتے بنی اسد کے علاقے میں آ رہیں اور قبل اس کے کہ ان کی فوجیں آپ سے ملاقات کریں آپ ان پر حملہ کر دیں اور طے شدہ منصوبے کے مطابق اس دستے کے جواؤں نے دیار بنی اسد کی جانب جو ارض نجد میں تھے اور قطن کی جانب مار مارا کیا — یہ ان کا ایک پہاڑ ہے — اور منصوبے نے اسی پوائنٹ کی تعمیر کی تھی،

چونکہ کتمان (پوشیدگی) اس گھتی فوجی دستے کے لوازم میں سے تھا، سالار ابوسلمہ اپنے جواؤں کو رات کو نہایت تیزی کے ساتھ چلائے اور دن کو انہیں چھپا دیتے اور آپ خوب چلتے آپ کا راستہ آن چلا تھا حتیٰ کہ آپ بنی اسد کی منازل تک پہنچ گئے اور اس کا مقصد اس دستہ کی خبر کو یوں چھپانا تھا کہ دیار بنی اسد میں پہنچنے تک کسی کو اس کے متعلق پتہ نہ چل سکے،

اور عملاً یہ دستہ اپنے مقاصد کے پورا کرنے میں یوں کامیاب ہوا کہ اس کے جواؤں نے بنی اسد پر ان کے گھروں میں اچانک حملہ کر دیا اور قبل اس کے کہ وہ اکٹھے ہو سکیں انہیں غفلت میں پکڑ لیا، مسلمانوں کی فوج نے فجر کے وقت اچانک ان پر حملہ کر دیا ان کی منازل کا گھیراؤ کر لیا اور وہ کسی قسم کی تیاری میں نہ تھے پس حیرت نے انہیں آیا اور وہ ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ کسی مقاومت کے بغیر پشت پھیر گئے اور مسلمانوں کی فوج نے ان کے گھروں پر قبضہ کر لیا اور سالار ابوسلمہ نے اپنے جواؤں کی دو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں ان لوگوں کے تعاقب میں روانہ کیں اور ان

کے جوازوں نے بنی اسد کی بہت سی بکریوں اور اونٹوں پر قبضہ کر لیا، اسی طرح ایک ٹکڑی کے جوازوں نے تین غلاموں کو قیدی بنا لیا جو ان کے اونٹوں کے چرواہے تھے اور قبیلہ کے بقیہ جو ان شکست کھا کر ڈڑوں کے نشیب اور پہاڑوں کی چوٹیوں میں پیراگندہ ہو گئے اور یہ گشتی دستہ نبی اسد کی تادیب کرنے اور غیر متوقع صورت میں جس کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے انہیں مارنے کی اپنی مہم میں کامیاب ہوا اور اس نے اپنے مقاصد کو پورا کیا، اس کے بعد سالار ابوسلمہ کامیاب و کامران ہو کر... واپس مدینہ آ گئے۔

اور اس گشتی دستے نے جو فوجی کاروائیاں کیں ان میں دس پندرہ دن صرف ہوئے اور پڑوسی قبائل کے دلوں پر جن کو مدینہ پر حملہ کرنے کی سوجھتی رہتی تھی اس کی کامیابی کا بڑا اثر ہوا کیونکہ نبی اسد کا قبیلہ نجد کے بڑے طاقتور اور سخت طبیعت قبائل میں سے سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں کا اس قبیلہ کو مارنے اور اس کی جمیعت کو اس سرعت کے ساتھ پراگندہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا اس کے لیے جس کو اس قبیلے کی طرح زیادتی کی بات سوجھتی تھی، ایک فیصلہ کن انتباہ کے قائم مقام ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن ابی سہل کا دستہ ۲۵ محرم ۳ھ اپنے گشتی دستے کے جوازوں کے ساتھ نجد کے دیار بنی اسد سے کامیاب ہو کر واپس آنے کے فوراً

۱۱: عبداللہ بن ابی سہل، انصار میں سے نبی سلمہ کے حلیف، آپ اسلام کے سابقوں میں سے ہیں آپ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور سب معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور آپ قبیلہ کی طرف منہ کے نماز پڑھنے والوں میں شامل ہیں اللہ نے آپ کو ۳۵ھ میں شام میں وفات دی،

بعد فوجی انیس بنی جنس نے سالار اعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک قبر میں پہنچائیں جو اس امر کا افادہ کرتی تھیں کہ مشہور ہذلی سالار خالد بن سفیان کو معرکہ اُحد میں مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت نے جرات دلائی ہے اور وہ دوسرا شخص ہے جس نے سلب و نہب کی عزت سے حدیث پر حملہ کرنے کی خواہش کی ہے اور وہ سامان تیار کر رہا ہے اور اس منطقہ (منطقہ عرونت) کے اعراب کو اکٹھا کر رہا ہے جو قبائل ہذیل اور بنی العلیان سے ہیں اور یہ سب کے سب حجاز کے ان قبائل میں سے ہیں جو قبائل قریش کے پڑوس میں بستے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں ہذلی فوج کے سالار کا قتل سے ایک شخص کو ذرا ان دیار کی طرف معلومات حاصل

کرنے اور اس بارے میں یقین حاصل کرنے کے لیے بھیجا کہ جو معلومات آپ کو ملی ہیں وہ درست ہیں یا نہیں پھر آپ نے اس خبر کی صحت کا یقین حاصل کرنے کے بعد اسے فوج کے سالار کو قتل کرنے کا حکم دیا اس لیے کہ اس سالار کا قتل مدنی فوج پر اُن دُور دُراز دیار تک فوجی حملہ کرنے کی ذمہ داری کو بڑھا دے گا۔

اور جس شخص کو اس مہم کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے منتخب کیا گیا وہ حضرت عبد اللہ بن انیس الجہنی تھے اور میرا یقین ہے کہ اس انتخاب کا سبب سے اہم سبب یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن انیس ان قبائل کے مقامات کی واقفیت میں ممتاز تھے کیونکہ یہ قبائل آپ کی قوم (جہنیہ) کے پڑوس میں رہتے تھے اور مزید یہ کہ حضرت عبد اللہ بن انیس عرب کے بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔

پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بلایا اور آپ کو دیار ہذلی کی طرف جانے اور ان کے سالار خالد بن سفیان کو کسی بھی ذریعے سے قتل کرنے کا حکم دیا چونکہ حضرت ابن انیس خالد بن سفیان کو شخصی طور پر نہیں جانتے تھے

اس لیے جب آپ کی جانب سے آپ کو روانگی کا حکم ملا، تو آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ خالد کی علامت مجھے بتائیں، آپ نے کہا یا رسول اللہ خالد کی علامت مجھے بتائیں!

تو آپ نے فرمایا — جب تو اسے دیکھے گا تو تو اس سے ڈر جائے گا اور تو شیطان کو یاد کرے گا —

حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ میں جوانوں سے نہیں لڑا کرتا تھا۔

اور حضرت ابن امیس نے اپنی مہم کو کامیاب بنانے کے لیے جو منصوبہ بنایا اس کا ایک حصہ یہ تھا، کہ آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجلسیہ بنانے کی اجازت طلب کی، تیزی یہ بھی کہ آپ اسے تقاضے امر کے مطابق اپنی مہم کو پورا کرنے کے لیے جھوٹ بولنے کی اجازت دیں، تو آپ نے اُسے اجازت دے دی اور محارب دشمن پر حملہ کرنے اور اسے دھوکہ دینے کے لیے جھوٹ بولنا اسلام میں مباح ہے۔

حضرت عبداللہ بن امیس، دیارِ بَدِیل کے منطقہ عرنتہ کے اکھڑ کے مقام کی طرف جلدی سے روانہ ہو گئے اور جب آپ ان دیار میں پہنچے تو آپ نے خبر کو دست پایا۔

سالارِ بَدِیل کا اپنے قتل کے نزدیک ہونا

اس جگہ پر آپ اپنی مہم کی تنفیذ کے لیے تدبیر کرنے لگے اور جب آپ ان دیار میں پہنچے تو آپ نے دشمن کو مزید فریب دینے کے لیے اپنے آپ کو خزانہ قبیلہ کی طرف منسوب کیا اور آپ مسلسل موقع کی تاک میں رہے، حتیٰ کہ آپ نے فوج کے سالار سے ملاقات کی، جس کے قتل کی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی تھی، اور جب خالد نے آپ سے پوچھا، آپ کون شخص ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا میں خزانہ کا ایک شخص ہوں، میں

نے سنا ہے کہ آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے اکٹھ کر رہے ہو تو میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ کے ساتھ ہو جاؤں، سو خالد بن سفیان نے آپ کو یقین دلاتے ہوئے کہا۔۔۔ مشک میں اس کے لیے اکٹھ کر رہا ہوں، اور اس نے اپنی فوج کے ساتھ آپ کے انعام کو خوش آمدید کہا۔

اور حضرت ابن امیس نے خالد کو بہیت کے لحاظ سے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بیان کے مطابق پایا اور بالفعل اس سے ڈر گئے، اور حضرت عبداللہ بن امیس نے اس شخص کی بہیت اور اس کی شخصی توت کے متعلق بیان کیا ہے کہ میں نے اسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفت کے مطابق پہچان لیا اور میں اس سے ڈر گیا، اور میں نے اپنے آپ کو خوف سے عرق آلودہ دیکھا اور میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔

اور جب خالد بن سفیان، حضرت عبداللہ بن امیس سے مطمئن ہو گیا تو آپ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے، اور اس سے باتیں کرنے لگے، جنہیں اس نے شہزادہ خیال کیا اور آپ اس کے نزدیک ہو گئے، حتیٰ کہ اکٹھ کے مقام سے دور اس کے ساتھ اکیلے رہ گئے، اور جب اس کے اصحاب میں سے اس کے خاص محافظوں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ اکیلے رہ گیا تو حضرت عبداللہ بن امیس نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے اپنی تلوار مارنے میں سبقت کی، جس سے اس وقت اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا، پھر آپ مدینہ کو واپس لوٹ آئے، تاکہ ہنلی سالار کے اصحاب اس کے قاتل ابن امیس کے متعلق اطلاع نہ پاسکیں، آپ پارٹی کی ایک فار میں چھپ گئے، اور بنیوں نے حضرت ابن امیس کی تلاش میں بڑی کوشش کی، لیکن وہ آپ کے متعلق اطلاع پانے میں ناکام ہو گئے،

حضرت عبداللہ بن امیس..... سالار خالد بن سفیان کے قتل کے واقعہ کو بیان

کرتے ہوتے کہتے ہیں کہ

یہ لوگ پُرسکون ہو گئے، اور سو گئے تو میں نے غفلت میں اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے سر کو لے کر پہاڑ کی ایک غار میں داخل ہو گیا، تلاش کرنے والے آتے، مگر انہیں کچھ نہ ملا، تو وہ واپس چلے گئے، پھر میں باہر نکلا اور میں رات کو چلتا تھا، اور دن کو چھپ رہا تھا، حتیٰ کہ میں مدینہ آیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دیکھا اور جب آپ نے مجھے دیکھا، تو فرمایا مطلوب میں کامیاب ہو گئے ہو، میں نے کہا یا رسول اللہ آپ مطلوب میں کامیاب ہو گئے ہیں اور میں نے اس کے سر کو آپ کے سامنے رکھ دیا اور اپنا واقعہ آپ کو بتایا۔ اور اس کاروائی میں ٹھارہ دن صرف ہوئے،

اور اس کاروائی سے جہنی فدائی نے مسلمانوں پر ان قبائل کی تادیب کے لیے مکمل فوجی حملہ کرنے کی مشقت ڈال دی، اور اپنے سردار اور سالار کے قتل ہونے سے قبائل ہذیل کے عزائم کمزور ہو گئے، اور ان کی جمع شدہ فوجیں منتشر ہو گئیں کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں کوئی فائدہ نہیں اور اس طرح بہادر فدائی حضرت عبداللہ بن امیہ پوری فوج کے قائم مقام بن گئے،

بیر معونہ کا دردناک واقعہ ۳۳ھ

اور ماہ صفر ۳۳ھ میں جبکہ احد کی خونخوار سرنگونی پر ۵۵ دن بھی نہیں گزرے تھے، اسلامی پڑاؤ پر ایک خونخوار اور دردناک مصیبت نازل ہوئی، جس میں مسلمانوں

نے اس تعداد میں اپنے جوان کھوئے جس تعداد میں غزوہ احد میں کھوتے تھے، پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اصحاب میں ستر آدمیوں کو دیار نجد میں قتل کر دیا گیا۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی عامر کا ایک سردار جو مشہور سوار ابو برد عامر بن مالک بن جعفر الملقب رماح ابی الاسنتہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو حضور نے اس پر اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان نہ ہوا، لیکن وہ اسلام سے دُور نہ ہوا، اور وہ یوں کہ اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور تجویر پیش کی کہ آپ اپنے اصحاب کے ایک وفد کو، اہل نجد کی طرف اس کے باشندوں کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے روانہ فرمائیں اس نے کہا — اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اگر آپ اپنے اصحاب میں سے کچھ آدمیوں کو اہل نجد کی طرف روانہ فرمائیں تو وہ انہیں آپ کے امر کی طرف دعوت دیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال پسند آیا، مگر آپ نے اہل نجد کی فداری کے خوف کا بھی اظہار کیا اور کہا میں ان کے بارے میں اہل نجد سے خائف ہوں، پس ملا ابی اسنتہ نے اپنی اس استعداد کا بھی اظہار کیا کہ وفد نبوی اس کی امان اور ذمہ داری میں رہے، اس نے کہا..... میں ان کو پناہ دینے والا ہوں آپ انہیں بھیجتے، اور وہ لوگوں کو آپ کے امر کی طرف دعوت دیں، پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب اور خاص طور پر

ملہ ابو برد عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب عامری، عرب کے مشہور سواروں میں سے تھے اور مرنویں نے آپ کے اسلام کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور مزحج بات یہ ہے کہ آپ مسلمان ہو گئے تھے، اور لغوی خلیفہ ابن اسکون، ابن البرقی، السکری، ابی القاسم اور ابیاردی نے آپ کا ذکر صحابہ میں کیا ہے اور واقظنی نے بیان کیا ہے کہ آپ صحابہ میں شامل تھے، اور یہ عامر بن مالک اس غصے میں مر گئے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے پیغمبر نے میرے سوز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے فداری کی ہے، حالانکہ وہ آپ کی امان میں تھے،

انصار سے ایک وفد تشکیل دیا اور وہ سب کے سب نوجوان تھے اور ان کے رئیس المنذر بن عمرو انصاری تھے،

اور دیکھو وہ بات جس نے اسلامی پڑاؤ کا نقصان عظیم حد تک پہنچ گیا یہ ہے کہ یہ دعوتی وفد، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص اصحاب اور ان کے بہترین دانشمندیوں پر مشتمل تھا اور وہ انہیں قراء کہتے تھے کیونکہ وہ اپنی قوم کے درمیان اپنے عسکری امتیاز کے علاوہ، دانشمندی سے بھی ممتاز تھے۔

اور قارئین کے لیے یہ سمجھنا کافی ہے کہ اس وفد کے جوان اس مشہور بہادر جنگجو (الحارث بن العتمہ) کی سطح کے تھے جو ان کیتا لوگوں میں سے ایک تھا جو اُحد کے روز ثابت قدم رہے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب کہ مسلمان سرنگونی کے بعد آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، شاندار دفاع کیا تھا اور یہ دانشمند بہادر ہیرو بھی ان قراء میں شامل تھا جو دیا بھند میں موت سے دوچار ہوئے۔

اس مصالحتی دعوت کے وفد نے حرکت کی اور بنی عامر کے سردار، عامر بن مالک کی امان میں مدینہ کو چھوڑ دیا اور (طبعاً) یہ وفد جنگ کے لئے تیار نہ تھا کیونکہ وہ قبائل کو دعوت اسلام دینے آیا تھا اور اسے یقین تھا کہ اسے اپنی مصالحتی مہم میں جو اس کے سپرد کی گئی تھی جنگ سے واسطہ نہیں پڑے گا، خصوصاً اس لیے بھی کہ وہ بنی عامر کے ایک سردار کی امان میں تھے۔

عظیم انگیزہ واقعہ کا مقام

دعوت کے وفد نے اپنا سفر مسلسل جاری رکھا حتیٰ کہ وہ بنی عامر کی منازل اور دیا بھند

بنی سلیم کے درمیان ایک مقام پر پہنچ گئے جسے بئر معونہ کہا جاتا تھا اور حبیب یہ وفد اس مقام پر پہنچا تو اس نے اپنے ایک ممبر - حرام بن منشاہ - کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کے ساتھ جو اس وفد کے پاس تھا ان قبائل کے زعمیم عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا جو طاعب الاسنتہ کا بھتیجا تھا۔

اور یہ عامر، تند خو اور اسلام سے شدید عداوت رکھنے والا تھا اور حبیب اپنی اس کے پاس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لایا تو اس نے اس پر غور نہ کیا بلکہ حامل خط پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا حالانکہ وہ اپنی تھا اور اپنی کے متعلق تمام لوگوں کے ہاں مستم ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جاتا۔

اور اس عہد شکن نے، دعوتی وفد کے اپنی کو قتل کرنے کے بعد، قبائل بنی عامر سے مدد طلب کی اور ان سے اپیل کی کہ وہ معالحتی، تعلیمی، جنوی وفد کے تمام ممبران کے خاتمہ میں اس کے ساتھ مشارکت کریں۔

ہاں ان قبائل نے (باوجود اپنے شرک کے) اس عہد شکن کی بات نہ مانی اور اس ہمک یہ بات پہنچانے کے بعد کہ معالحتین لوگوں کو قتل کرنا ان کے لیے عار کی بات ہے اس کی اپیل کو مسترد کر دیا کیونکہ وہ ان کے زعمیم عامر بن مالک طاعب الاسنتہ کی امان میں تھے۔

اور حبیب عامر بن الطفیل، مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرنے میں اپنی قوم کی اور اس سے یلوس ہو گیا تو وہ ناراض ہو کر اسی وقت قبائل رعل، عصبیہ، اور ذکوان کی طرف

۱۷: حرام بن منشاہ بن مالک بن خالد النجاری الانصاری آپ اسلام کے سابقین الاولون میں سے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر اُحد میں شامل ہوئے اور بئر معونہ کے حادثہ میں شہید ہو گئے جیسا کہ اس کتاب میں مفصل بیان ہوا ہے۔

گیا اور وہ بھی بنی سلیم میں سے تھے انہوں نے اس کی بات مان لی۔

اور جب غزوہ خیانت کی افواج نے جس کی تعداد تقریباً ایک ہزار سواروں تک پہنچی ہوئی تھی مارچ کیا تو مسلمانوں کو عقلمندی کی حالت میں آیا اور وفد کے ممبران اپنے گھروں میں مطمئن ہو کر اپنے اس اپنی کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے جیسے انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کے ساتھ عاصم بن الطغیث کے پاس بھیجا تھا اور ان کے تصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ان کی پناہ میں آنے والوں کے ساتھ ان کی عہد شکنی ظلم کی اس حد تک پہنچ جائے گی اور یہ وہ بات ہے جسے تمام عرب مسلمان اور بت پرست بُرا اور قبیح سمجھتے ہیں۔

وفد کے تمام آدمیوں کی تباہی

اسی دوران میں کہ اس علمی وفد کے مسلمان اپنے گھروں میں اطمینان سے موجود تھے کہ اچانک عاصم بن الطغیث کے سواروں نے تمام اطراف سے ان کا گھیراؤ کر لیا، اور عرب سلیم کی پیشمار افواج اس کی مدد کر رہی تھیں،

اسلامی وفد کے جو اراکین کیلئے — جن کی تعداد ستر تھی — یہی چارہ کار رہ گیا کہ اپنی جانوں کے دفاع کے لیے جلدی سے اپنی تلواروں کو پکٹھیس ادا انہوں نے عہد شکنوں سے سخت جنگ کی لیکس بے فائدہ،

اور دشمن کی بے شمار جانا ز، منظم اور تیار فوج نے انہیں کوئی موقع نہ دیا اور وہ تمام اطراف سے ان کے گھروں میں گھس گئی اور ان کی تلواروں نے باری باری انہیں لیا اور ان کے یزوں نے انہیں اچک لیا، حتیٰ کہ وہ سب کے سب قتل ہو گئے، اللہ ان پر رحم فرمائے،

اور فقط دو آدمی قتل ہونے سے بچے.....

حضرت کعب بن زید اور عمرو بن امیہ العنصری

حضرت کعب کو عہد شکنوں نے زخمی کرنے کے بعد، آپ کی حقیقت امر کو معلوم کیے بغیر، چھوڑ دیا آپ میں زندگی کی رات باقی تھی اور آپ مقتولین کے درمیان پڑے رہے اور اس کے بعد زندہ رہے حتیٰ کہ معرکہ اہزاب میں شہید ہو کر مرے اور حضرت عمرو بن امیہ العنصری اس وقت کے ایک ممبر تھے جو مسلمانوں پر حملے کے وقت لوگوں کے سریشیوں میں تھے، آپ قیدی ہو گئے اور دشمن حذا — عہد شکنوں کے سردار — عامر بن الطفیل نے آپ کو آزاد کر دیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عمرو بن امیہ العنصری اور انصار کا ایک شخص لوگوں کے سریشیوں میں تھے اور انہیں لوگوں کی مصیبت کا پتہ ان پر ندوں نے دیا جو فوج پر چکر لگا رہے تھے۔

ان دونوں نے کہا قسم بخدا ان پر ندوں کی ضرور کوئی بات ہے وہ دونوں دیکھنے کے لیے آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے خون میں کت پت ہیں اور

۱۷:۔ کعب بن زید بن قیس بن مالک البخاری الانصاری آپ بدر میں شامل ہوئے اور حضور اہزاب میں شہید ہوئے آپ کو مزار بن الخطاب العنبری کا قاتل تیراگا۔

۱۸:۔ عمرو بن امیہ بن زید بن ابی اس العنصری آپ مشہور صحابہ اور اسلام کے سابقین میں سے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی روایت کرتے ہیں اور آپ ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت اوسیان کے نکاح کے سلسلہ میں حبشہ میں نجاشی کے پاس بھیجا تھا اور آپ ہی کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غیب بن ہدی شہید کے جوشہ کو اس کلمہ ہی کے جس پر کفار مکہ نے آپ کو حبیب دیا تھا، لہٰذا کے لیے بھیجا تھا آپ خلیفہ حضرت معاویہ کے زمانے تک زندہ رہے اور مدینہ میں وفات پائی ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے شہر سے چھپے وفات پائی ہے۔

جن سواروں نے انہیں مارا تھا وہ کھڑے ہیں ، الفزاری نے حضرت عمرو بن ابیہ سے کہا... آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر انہیں واقعہ سے آگاہ کریں ، الفزاری نے کہا میں تو اس جگہ کو چھوڑنے کا نہیں جس میں حضرت المستدر بن عمرو — یعنی رئیس دندہ قتل ہوئے ہیں اور نہ ہی میں ایسا بنوں گا کہ جہاں اس کے متعلق باتیں کہیں پھر آپ نے لوگوں سے جنگ کی معنی کہ قتل ہو گئے۔

اور عمرو بن امیہ العنبری نے بھی جنگ کی معنی کہ قید ہو گئے اور جب آپ نے انہیں بتایا کہ آپ معزز قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں تو عامر بن الطفیل نے آپ کو رہا کر دیا اور آپ کی پیشانی کے بالوں کو کاٹ دیا اور آپ کو اس گردن کے حوض آزاد کر دیا جس کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہ اس کی ماں کے ذمے ہے اور مشرکین نے وفد کے رئیس کو امان کی پیشکش کی اور کہنے لگے... اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو امان دیتے ہیں مگر آپ نے انکار کیا پھر ان سے جنگ کی معنی کہ قتل ہو گئے۔

علم الکبیر واقعہ کا مدینہ پر اثر

مدینہ نے اس دکھ دہ واقعہ کی خبر شدید غم کے ساتھ حاصل کی جو آمد کے علم الکبیر واقعہ کے علم سے کم نہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اس کا بڑا اثر تھا جب آپ کو اس دکھ دہ واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا — یہ ابو براء کا کام ہے — یعنی عامر بن مالک نے آپ کے سامنے قرار کے اس وفد کو بھیجنے کی تجویز پیش کی تھی — اور میں اسے ناپسند کرتا تھا اور اس سے مخالفت تھا اور ان سب نے اپنے طبقات الکبریٰ میں حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ — میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی پر اتنا متالم نہیں دیکھا جتنا آپ

اصحاب بڑھونہ پر قائم تھے۔

اور جس شخص نے اس دردناک واقعہ کی خبر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی وہ حضرت عمرو بن امیہ تھے جو اس خوفناک قتل سے بچ گئے تھے اور سیرت جلیلیہ میں ہے کہ جب قراد کے وفد کو عامر بن الطفیل کے سواروں نے گھیر لیا تو وہ کہنے لگے اے اللہ ہم تیرے سوا تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں پاتے پس ہماری طرف سے انہیں سلام پہنچا دینا اور اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا تمہارے بھائیوں نے مشرکین سے جنگ کی ہے اور انہوں نے ان کو قتل کر دیا ہے۔

اور ابن سعد نے اپنے طبقات الکبریٰ میں حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑھونہ میں قتل ہونے والوں کے بارے میں قرآن نازل کیا ہے بعد میں مسوخ کر دیا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جو اس نے دھوکہ خوردہ شہد کی جانب سے پہنچایا ہے کہ (ہماری قوم کے لوگوں کو ہماری طرف سے یہ بات پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہے اور وہ ہم سے راضی ہو گیا ہے اور ہم اس سے راضی ہو گئے ہیں)

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر جو معیبت نازل ہوئی اس سے آپ مسالم ہوئے حتیٰ کہ آپ (جیسا کہ صحیحین میں ہے) پورا ایک ماہ پانچوں نمازوں میں قنوت پڑھتے رہے اور قبائل رعل، ذکوان اور عصبہ کے ان لوگوں کے خلاف بددعا کرتے رہے جنہوں نے بڑھونہ میں آپ کے اصحاب سے عداوت کی تھی۔

ضمیری کا بنو عامر کے دو آدمیوں کو قتل کرنا

حضرت عمرو بن امیہ الضمیری جب مدینہ واپس آرہے تھے تو ادوی قناتہ میں امیہ کے قریب آپ بنی کلاب کے عامر بن الطفیل کا قبیلہ — کے دو آدمیوں سے ملے پس آپ نے ان کے قریب ہو کر ان دونوں کو قتل کر دیا اور آپ کا خیال تھا کہ ان دونوں نے شورشیں پستی کی ہے۔

آپ نے یہ کام کیا مگر آپ کو معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو امان دی ہے اس لیے جب آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں کے قتل کے بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا، تو نے بہت بُرا کیا ہے انہیں میری طرف سے امان اور پناہ حاصل تھی میں ضرور ان دونوں کی دیت دُلّ گا پھر آپ نے جہد و امان کے قانون کی تنفیذ کرتے ہوئے جو قبائل عرب پر حاوی تھا ان دونوں کی دیت ان کی سترک قوم کو بھجوا دی۔

اور ابو براء عامر بن مالک، اپنے بھتیجے عامر بن الطفیل کے فعل سے متاثر ہوا اور اس جہد شکن شیطان کے ہاتھوں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جو تکلیف پہنچی وہ اس پر گراں گزری تھی کہ ابو براء (جیسا کہ ابن ہشام الدین نے بیان کیا ہے) اپنے بھتیجے کی اس شنیع خیانت کی کاروائی پر جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب سے کی جو اس کی پناہ اور امان میں تھے افسوس سے مر گیا۔

اور تاریخ نے بیان نہیں کیا کہ غاصب الہاسنتہ کے قبیلے نے، اپنے سردار کے خیال کو جو عامر بن الطفیل اور اس کی قوم سے انتقام لینے کا خیال تھا رد کیا ہو یا ان ابن ابی براء (اس کا نام ربیعہ تھا) نے اپنے باپ کے شرف کے لیے جہد شکن شیطان عامر بن الطفیل سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اس کی قوم کی مجلس میں اس کے

قتل کے ارادے سے اس پر نیزے سے حملہ کیا اور عملاً اس نے اسے نیزہ مارا مگر وہ قاتلانہ مزب نہ تھی کیونکہ وہ اس کی ران میں لگی تھی اور وہ اس سے نہ سزا اور امین الطغیل کا قبیلہ اس کے اور اس کے عتراد کے درمیان حائل ہو گیا کہ وہ اسے دوسری سیدھی مزب نہ لگائے اور انہوں نے ایسا کرنے سے قبل اسے گرفتار کر لیا۔ اور عامر بن الطغیل سے کہنے لگے اس سے قصاص کو اس نے یہ کہتے ہوئے اٹکا دیا کہ... اگر میں مر گیا تو میرا خون میرے چچا — یعنی طاعب الاسد سے ہو جاوے گا۔ کیے ہو گا اور اصحاب سیر نے روایت کی ہے کہ یہ ربیع بن مالک، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے افسوس کے اظہار کے لیے آیا کیونکہ آپ کے اصحاب کو اس کے باپ کی امان میں تکلیف پہنچی تھی اور آپ سے کہنے لگا۔ اگر میں عامر بن الطغیل کو تلوار یا نیزہ ماروں تو کیا میرے باپ سے یہ خیانت دُرد ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا، ہاں، تو اس نے اسے نیزہ مارا جیسا کہ پہلے مفصل بیان ہو چکا ہے۔

مسلمانوں کی مسلسل آزمائش

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مصائب و آلام کی جھڑیوں میں ڈال کر اس اُمت کے مخلص لگوں کی آزمائش کی اور انہوں نے ان کمٹن حالات میں سستو سستو لگوں کو کھودیا جن کی انہیں بہت مزدت تھی، لیکن اس آزمائش کے تسلسل نے اسے حق پر ثابت قدم رہنے اور باطل کے مقابل میں ڈٹ جانے میں مزید بڑھا دیا اور اس آزمائش سے اللہ کا بھی اُن سے یہی مقصد تھا۔ (ام سبتہ) اَللّٰہُ نَصْرُ اللّٰہِ تَصْرِيْحًا

ترجمہ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو گے اور ابھی تمہارے پاس اپنے سے گزشتہ لوگوں کی مثالیں نہیں آئیں ان کو بھوک اور تکی نے چھڑا حتیٰ کہ رسول اور اس کے ساتھ جو لوگ تھے کہنے لگے اللہ کی مدد کب آئے گی، آگاہ رہو بلاشبہ اللہ کی مدد قریب ہے۔

دوسری مصیبت ۱۰۰۰ الرزح کا واقعہ (صفر ۳۱ھ)

جس وقت ستر آدمیوں کے قتل کی وجہ سے جو دغاری سے قبائل سلیم کے ہاتھوں اپنی موت سے دوچار ہوئے تھے مدینہ پر غم و افسوس کے باہل چھانٹے ہوئے تھے اسی وقت مدینہ کو دغاری کے ایک دوسرے تم انجیز واقعہ کی اطلاع ملی جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اصحاب میں سے مخلص لوگ اس کی قربانی بن گئے اور دغاری کا یہ واقعہ (مکمل طور پر) بیڑمونہ کے واقعہ سے مشابہت رکھتا ہے مسلمانوں کو دغاری کے جس واقعہ سے پالا پڑا ہے اس میں اسلامی پڑاؤ نے بیڑمونہ میں ستر شہیدوں کو کھویا اور یہ واقعہ نجدی قبائل کے ہاتھوں پیش آیا،

اور اب ہم جس واقعہ کو بیان کرنے والے ہیں وہ مجازی قبائل، اور بالذات حرم کے پڑوسیوں کی طرف سے ہوا اور یہ دوسرا واقعہ ہے — اگرچہ اس میں مقتولین کی تعداد بیڑمونہ کے مقتولین سے کم ہے — مگر جہد و شہادت نے اس میں نہایت گھٹیا قسم کی خیانت کی مثال پیش کی ہے۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ غفل اور القارۃ، جو اہلون بن خزیمہ بن مدرکہ سے ہیں کا ایک وفد ۱۰ صفر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ وہی مہینہ ہے جس میں بیڑمونہ کا واقعہ ہوا تھا اور انہوں نے آپ کے سامنے اظہار اسلام کیا اور آپ سے گزارش کی کہ آپ ان کے ساتھ اپنے معلم اصحاب

کا ایک ڈیلیگیشن بھیجیں تاکہ وہ انہیں دین اسلام کی تعلیم دیں انہوں نے کہا
یا رسول اللہ ہم مسلمان ہیں ہمارے ساتھ اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگ
بھیجیں جو ہمیں سمجائیں اور ہمیں قرآن پڑھائیں اور ہمیں احکام اسلامی کی
تعلیم دیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گزارش کو قبول فرمایا اور مطلوبہ تعلیمی
ڈیلیگیشن کے ممبران کو مندرجہ ذیل طریق پر تشکیل دیا۔ حضرت سرشد بن ابی مرثد الغنوی
جو ممبران کے رئیس تھے جن میں مشہور تیز انداز پیر و حضرت حاصم بن ثابت بن الازد
بھی شامل تھے جو احد کے روز اسلامی فوج کی جنگ کے ایک ستون تھے جن کے
تیروں نے اس معرکہ میں قریش کے علمبرداروں کے دو آدمیوں کو قتل
کر دیا تھا۔

اس تعلیمی وفد نے جنوب کی طرف مکہ کی جانب منہ کیے مدینۃ الرسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو چھوڑا اور اس کے ساتھ وہ ہزار وفد بھی تھا جو مدینہ میں اظہار اسلام
کرنے آیا تھا۔

ڈیلیگیشن کے جوازوں کے ساتھ خیانت

اور جب یہ لوگ ایک جگہ پر پہنچے جسے ذات الریح کہا جاتا ہے — یہ عرفان
اور مکہ کے درمیان اذہیل کا ایک پانی ہے — تو جی لوگوں نے اظہار اسلام کیا
تھا انہوں نے ان کے ساتھ خیانت کی اور انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ

۱۔ آپ کے حالات ہماری کتاب مغزہ بدر میں دیکھئے۔

۲۔ آپ کے حالات ہماری کتاب مغزہ بدر میں دیکھئے۔

دوسم سے گذارش کی تھی کہ آپ انہیں ان کی قوم کی طرف اسلام کی تعلیم دینے کے لیے بھیجیں اس جگہ (ذات الریح) پر اس منطقہ کے قبائلی نے (جو ہذیل سے تعلق رکھتے تھے) نہایت گھناؤنی خیانت اور کینگی کے حدود جو گرے ہوئے اسالیب کی مثال پیش کی۔

اسی دوران میں کہ اسلامی تعلیم کے ڈیلیگیشن کے جوان پانی کے ارد گرد اپنے گھروں میں اطمینان سے بیٹھے تھے اودان کے ساتھ خائن دند کے جوان بھی تھے کہ اچانک یہ خائنی جوان یکے بعد دیگرے اسلامی تعلیمی ڈیلیگیشن کے جوانوں کے درمیان سے کھینکنے لگے پھر وہ قبیلہ ہذیل کی طرف متوجہ ہو کر ڈیلیگیشن کے پُر امن جوانوں کے خلاف ان سے عداوت گننے لگے کہ وہ اس مصالحتی علمی دند کے ساتھ خیانت کرنے میں ان کے ساتھ مشارکت کریں جو جنگ کے متعلق مطلقاً سوچ بھی نہ سکتا تھا۔

اور ہذیل قبیلہ نے ردائت و خیانت کے اس داملی کی بات کو قبول کر لیا اور تعلیمی ڈیلیگیشن کے جوان جن کی تعداد دس سے زیادہ نہ تھی، صرف ان جوانوں سے خوفزدہ ہوئے جن کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور انہوں نے تمام اطراف سے ان کا گھیراؤ کر لیا، پس ڈیلیگیشن کے دسیوں جوان اپنی جانوں کے دفاع کے لیے اپنی تلواروں کی طرف جلدی سے بڑھے لیکن جب بزدل عہد شکنوں نے شدت مقاومت و قتال کو دیکھا تو انہوں نے ان سے اپیل کی کہ وہ جنگ سے رُک جائیں اور انہوں نے ان کے سامنے امان کی پیشکش کی اور کہا،

قسم بخدا ہم آپ کو قتل نہیں کرنا چاہتے اور تمہارے لیے اللہ کا عہد و میثاق ہے کہ ہم تمہیں قتل نہ کریں۔

ڈیلیگیشن کے جوازوں میں سے مقتولین

اس پیشکش پر ڈیلیگیشن کے جوازوں کے درمیان باہم اختلاف ہو گیا ایک فریق نے جس کی اکثریت محقق عہد شکنوں کی پیشکش کو مسترد کر دیا اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم کبھی کسی مشرک کے عہد و عقد کو قبول نہ کریں گے،

اور اس فریق کے سرخیل حضرت مرثد بن ابی مرثد (ڈیلیگیشن کے رئیس) اور خالد بن ابی بکر اور عاصم بن ثابت بن ابی الانج تھے اور انہوں نے — جن کی تعداد سات تھی — خائنوں پر حملہ کر دیا اور ہمدردوں کی طرح ان سے جنگ کی لیکن ہندی مجر میں کی کثرت ان اصفیاء پر متغلب ہو گئی اور وہ سب کے سب قتل ہو کر رگہ پڑے اللہ ان پر رحم فرمائے،

اور نبوی ڈیلیگیشن کے دوسرے فریق — جن کی تعداد تین تھی — رائے یہ تھی کہ مقابلہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور انہوں نے اس امان پر اعتبار کر لیا جو قبیلہ ہذیل کے آدمیوں نے انہیں پیش کی تھی پس وہ تابعدار بن گئے اور خائنوں نے ان کی مشکلیں باندھ دیں اور یہ تابعداری کرنے والے حضرت زید بن الدثنہؓ حضرت خبیب بن عدیؓ اور حضرت عبداللہ بن طارقؓ تھے

۱۔ زید بن الدثنہ (والی زبر اور ث کی زبر کے ساتھ) بن معاویہ البیاضی الانصاری اسلام کے ساتوں میں سے تھے اور بعد و احد میں شامل ہوئے، مشرکین نے آپ کو تنہی مقام پر کہیں باندھ کر قتل کیا جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ خبیب (پسے حوت کی پیش اور دوسرے کی زبر کے ساتھ) بن عدی بن مالک اوسی انصاری اسلام کے ساتوں میں سے تھے، بدر و احد میں شامل ہوئے، اہل مکہ نے آپ کو قتل کر دیا اور حضرت زید بن الدثنہ کے ساتھ تنہی میں آپ کو صیب دیا جیسا کہ ابھی اس کتاب میں اس کی تفصیل بیان ہوگی انشاء اللہ سے عبداللہ بن طارق بن عدی بن مالک ابوی اور معاویہ کی دوسرے انصاری، موٹے بن عقبہ نے آپ کو بدریوں میں شہید کیا ہے۔

ان تینوں کے قیدی ہو جانے کے بعد، ہزلی جلدی سے انہیں مکہ لے گئے تاکہ قریش کے وہ مشرکین انہیں ان سے خرید لیں جن کے متعلق ہزلی کو علم تھا کہ انہیں یہ بات بہت خوش کرے گی کہ ان کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اس قسم کے آدمی ہیں۔

ہاں ان تینوں میں سے ایک — حضرت عبداللہ بن طارق — اپنی تباہی پر پشیمان ہوئے اور آپ نے زنجیر سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا پھر اپنی تلوار اٹھالی اور لوگوں سے جنگ کرنے لگے لیکن بزدلوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور ان میں سے کسی نے آپ کے ساتھ تلوار سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کی بلکہ وہ آپ کو ہتھیار نہ لگے حتیٰ کہ آپ نے زندگی کو خیر باد کہہ دیا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

ہزلی کا دو قیدیوں کو قریش کے پاس فروخت کرنا

حضرت نجیب بن عدسی اور حضرت زید بن الدثنہ کو ہزلی کھلائے اس وقت کہ اور مدینہ کے درمیان جنگ کی حالت تھی، مکہ کے زعماء کو ان دو قیدیوں کی آمد نے خوش کیا اور وہ ان دونوں کی خریداری کے لیے اس مقصد کے پیش نظر ہزلی سے سو دے بازی کرتے لگے کہ وہ ان دونوں کے قتل سے مدینہ کے پڑاؤ سے انتقام لیں گے اور یہ سو دے بازی اس بات پر ختم ہوئی کہ قریش قبیلہ ہزلی کے دو قیدیوں کو جو کسی گذشتہ جنگ میں جو دونوں قیدیوں کے درمیان ہوئی تھی، اہل مکہ کے قبضہ میں آگئے تھے ان کے سپرد کر دیں اور ہزلی نے — اس کے بالمقابل — قریش کو یہ دو صحابی دے دیئے اور قریش نے ان دونوں کے بارے میں قتل کا حکم نافذ کر دیا ابن سعد نے اپنے طبقات الکبریٰ میں بیان کیا ہے کہ منوں بن ابرہہ نے

سے، آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھئے۔

نے حضرت زید بن الدثنہ کو خریدیا اور آپ کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے میں قتل کر دیا جسے مسلمانوں نے معرکہ بدر میں قتل کیا تھا اور حمیر بن ابی اہب نے حضرت نجیب بن عدی کو خریدیا اور آپ کو اپنے بھانجے عقبہ بن الحارث بن حلم کے سپرد کر دیا کہ وہ آپ کو اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر دے، جو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا، چونکہ یہ واقعہ حرمت والے مہینوں میں ہوا تھا، بلاشبہ مشرکین مکہ نے ان دونوں صحابیوں کے بارے میں قتل کے حکم کی تنفیذ کو بڑی بات قرار دیا، حتیٰ کہ یہ مہینے گزر گئے جن میں عرب خونریزی نہیں کرتے۔

اس لیے قریش نے ان دونوں قیدیوں کو، حرمت والے مہینوں کے ایام کے گزرنے کے انتظار میں، قید خانے میں ڈال دیا اور جب یہ مہینے گزر گئے تو مشرکین مکہ نے اپنے دونوں قیدیوں کو نہایت بڑے اور وحشیانہ طریقے سے قتل کر دیا۔

قریش نے دونوں قیدیوں کو کیسے قتل کیا؟

چونکہ مشرکین ان دونوں حدود حرم کے اندر خون ریزی کو جائز نہیں سمجھتے اس لیے وہ ان دونوں قابل تعریف صحابیوں کو حدود حرم سے پرے لے گئے، اور وہاں منطقہ تنعیم میں مشرکین نے حضرت زید بن الدثنہ اور حضرت نجیب بن عدی کو قتل کر دیا۔ اور حضرت زید بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے اپنے غلام سسطاس کے سپرد کر دیا اور

یہ سسطاس، صفوان بن امیہ کا غلام، احد میں مشرکین کے ساتھ شامل ہوا اور اس نے اپنے آقا صفوان کو اس وقت موت سے بچایا جب اس نے ایک مسلمان کو، جو صفوان بن امیہ کو قتل کرنے والا تھا، خنجر مارا اللہ کے اسلام کی طرف اس کی راہنمائی کی، اور اس کے اسلام لانے کی تاریخ معلوم نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اس نے فتح کے سال اسلام قبول کیا ہے۔

اسے آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اس نے ایسے ہی کر دیا اور اس گنہاؤ نے جرم کی تکفیر کے لیے زعمائے مکہ اپنی بیویوں، بچوں اور علاموں کے ساتھ حاضر ہوئے، اور ان میں ابوسفیان بن حرب بھی شامل تھا،

اور ان دونوں صحابیوں نے عقیدہ پر کئی قسم کے ثبات و شجاعت کا اظہار کیا، جس نے انہیں صدیقین اور شہداء کی اعلیٰ سطح پر قائم کر دیا اور جب حضرت زید بن الدثنہ کو قتل کے لیے آگے کیا گیا تو ابوسفیان نے آزمائش کے طور پر آپ سے کہا اسے زید میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھنا ہوں۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ اب ہمارے پاس آپ کی بجائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور ان کو قتل کر دیا جائے، اور آپ اپنے اہل میں ہوں؟

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا جواب تھا۔۔۔ نہیں خدا کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ پر ہوں جس پر وہ ہے اور آپ کو اذیت دینے والا کا نسا بھی چھپے اور میں اپنے اہل میں بیٹھا ہوں۔

ابوسفیان نے کہا میں نے کسی شخص کو کسی سے اس طرح محبت کرتے نہیں دیکھا۔ جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے بعد نسطاس نے حضرت زید کی طرف بڑھ کر آپ کو قتل کر دیا۔

اور قبل اس کے کہ نسطاس حضرت زید کو قتل کرتا، مشرکین حضرت زید کی تازیانی اور قبیلے کے لیے تیار ہو گئے اور انہوں نے آپ کو ہاندھ لیا۔ اور آپ کے نازک مقامات پر تیر مارنے لگے کہ شاید آپ نقتہ میں پڑ جائیں اور اپنے دین سے رجوع کر لیں، مگر اس بات نے آپ کو اپنے رب کے حضور ایمان و تسلیم میں بڑھا دیا اور انہوں نے آپ کو قتل کر دیا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

اور حضرت عبید بن جحش کے قتل پر کفار مکہ کا، حضرت زید بن الدثنہ کے قتل سے بھی

بڑا اجتماع ہوا، آپ نے اپنے قتل ہونے کو قبول کیا، اور انہوں نے آپ کو نیزے سے مارنے کے لیے لکڑی پر صلیب دینے کے بعد، آپ سے آپ کے دین کے بارے میں سو سے بازی کی اور آپ کو آپ کے ایمان سے ملانا چاہا، اور انہوں نے آپ کو پیشکش کی کہ اگر آپ اپنے دین سے رجوع کر لیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہارِ بیزاری کریں تو وہ آپ کو قتل نہیں کریں گے۔ انہوں نے آپ سے کہا — اپنے دین کو چھوڑ دیجیئے، ہم آپ کا راستہ چھوڑ دیں گے، اور اگر آپ نے رجوع نہ کیا تو ہم ضرور آپ کو قتل کریں گے،

اور آپ کا جواب اس مومن صادق کا جواب تھا، جو راہِ خدا میں موت کو شیر میں خیال کرتا ہے..... بلاشبہ راہِ خدا میں میرا قتل ہو جانا ایک معمولی بات ہے... اور آپ نے اس سو سے بازی کو مسترد کر دیا۔

اور قتل کے حکم کی تنفیذ سے قبل حضرت خبیب نے کفار مکہ سے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی، تو انہوں نے آپ کو مہلت دے دی، آپ نے ان دو رکعتوں کو نہایت اچھی طرح پڑھا، پھر مشرکین کے پاس آکر کہنے لگے، قسم بخدا! اگر تم لوگ یہ گمان نہ کرتے کہ میں نے قتل سے گھبرا کر ان دو رکعتوں کو لمبا کر دیا ہے، تو میں نماز کو لمبا کرتا..... ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت خبیب بن عدی پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل کے وقت ان دو رکعتوں کی سنت جاری کی ہے۔

مشرکین نے حضرت خبیب کو کیسے قتل کیا؟

جب کفار مکہ نے حضرت خبیب کو لکڑی پر صلیب دیا، تو اس کے بعد آپ نے مصلوب ہونے کی حالت میں دُعا کی.... اسے اللہ اس جگہ کو قی ایسا شخص موجود نہیں جو تیرے رسول کو میرا سلام پہنچا دے، پس تو میری طرف سے انہیں سلام پہنچا دینا، اور جو سلوک ہمارے ساتھ ہو رہا ہے اس کی بھی آپ کو اطلاع کر دینا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مظلوم بتیسرے کی ٹھکانہ کو قبول فرمایا اور جو کچھ حضرت خبیب سے ہوا اس کے متعلق حضرت عیسیٰ کو حکم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی — حضرت اسامہ نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جس دن حضرت خبیب کو قتل کیا گیا) اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے تو آپ پر وحی کی کیفیت ظہری ہو گئی اور ہم نے آپ کو کہتے سنا۔۔۔ وعلیکم السلام در حتر اللہ وبرکاتہ، پھر فرمایا یہ جبریلؑ تھے، جو مجھے سلام کہتے تھے۔ خبیب کو قریش نے قتل کر دیا ہے۔

پھر حضرت خبیب نے اللہ کے حضور دعا کی — اے اللہ ان کے مدد کو شمار کر اور ان کو متفرق کر کے مار، اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ۔

اور ابن اسحاق نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے بیان کیا ہے کہ حضرت خبیب کے قتل ہونے میں وہ بھی اپنے باپ کے ساتھ حاضر تھے، حضرت معاویہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خبیب نے ان کے خلاف دُعا کی تو میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ وہ مجھے حضرت خبیب کی دُعا کے خوف سے زمیں پر پھینکتا تھا اور ان کا یقین تھا کہ جب آدمی کے خلاف بددُعا کی جاتے تو وہ اپنے پہلو کے بل لیٹ جاتے تو اس بددُعا کا اثر اس سے زائل ہو جاتا ہے۔

پھر قریش نے ان چالیس جوانوں کو کیا یا، جن کے آباء کو مسلمانوں نے بدر کے روز قتل کیا تھا، اور ان میں سے ہر ایک کو نیزہ دیا اور کہنے لگے اس نے تمہارے آباء کو قتل کیا تھا، پس وہ ان نیزوں سے آپ کو مارنے لگے، حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو پارا پارا کر دیا۔ رضی اللہ عنہ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عقبہ بن الحارث نے حضرت خبیب کو قتل کیا تھا اور وہ چھوٹا بچہ تھا ایک قریشی نے اس کے ہاتھ میں نیزہ دے دیا پھر اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اس سے حضرت خبیب کو مارا، حتیٰ کہ اس نے آپ کو

قتل کر دیا، اور عقبہ بن الحدادؓ (مسلمان ہونے کے بعد) کہا کرتے تھے — قسم بخدا میں نے حضرت خبیب کو قتل نہیں کیا، کیونکہ میں تو بہت چھوٹا تھا، اس بات کو ابن کثیر نے اہلبیاء والنباہہ میں بیان کیا ہے۔

اس جرم کے آثار

اور مشہور روایات اور متقی حضرت سعید بن عامرؓ بھی مسلمان ہونے سے قبل حضرت خبیبؓ کے قتل کے موقع پر حاضر ہونے والوں میں شامل تھے اور اس کے بعد جب کبھی آپ کے دل میں حضرت خبیب کے قتل کا خیال آتا تو آپ بے ہوش ہو جاتے۔

ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعید کو شام کی بعض نواح پر گورنر مقرر کیا اور حضرت عمر کو بتایا گیا کہ بعض اوقات مجلس امارت میں آپ بے ہوش ہو جاتے ہیں، حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ اپنے پاس آنے پر آپ سے پوچھا — آپ کو یہ کیا تکلیف ہو جاتی ہے؟ آپ نے کہا یا امیر المؤمنین! قسم بخدا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، لیکن میں ان لوگوں میں شامل تھا جو حضرت خبیبؓ کے قتل کے وقت حاضر تھے، اور میں نے

نہ عقبہ بن الحارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف، ابوسردقہ، آپ نے اسلام قبول کیا اور آپ کو صحبت حاصل تھی، آپ نے حضرت ابن زبیر کی خلافت میں وفات پائی۔

سید سعید بن عامر بن حدیم بن سلامان، القرضی، اجماع کبار صحابہ و فضلاء میں سے تھے، آپ مدینہ سے مسلمان ہوئے، حتیٰ کہ غزوہ خیبر سے قبل اور اس کے بعد کے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے، آپ زہد و صلاح میں مشہور تھے، اسی وجہ سے حضرت عمرؓ آپ کو پسند کرتے تھے اور آپ نے شام کی بعض نواح پر آپ کو امیر مقرر کیا آپ نے حضرت عمرؓ کی خلافت میں ۱۲ سالہ میں وفات پائی۔

نے آپ کی دُعا کو مستنا، اور قسم لیتا: اے حبیبِ اس کا خیال میرے دل میں آتا ہے اور میں مجلس میں موجود ہوتا ہوں تو میں بے ہوش ہو جاتا ہوں، سو اس بات نے حضرت عمرؓ کے ہاں آپ کو بھلائی میں بڑھا دیا۔

اور حضرت نبیب رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا ہے جو ایک مشہور شاعر بن گیا ہے۔
 "جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو مجھے اس بات کی پھراہ
 نہیں کہ راہِ خدا میں میرا پچھڑا کس پہلو کے بل ہوگا۔"

مصیبت پر یہود اور منافقین کی خوشی

اسلامی ڈیپلیکیشن کو ہندیل کے ہاتھوں جو تکلیف پہنچی اس سے یہود اور منافقین کو خوشی ہوتی، اور وہ ان سے ٹھٹھا مذاق کرنے لگے، اور وہ ان نیک شہداء کے بارے میں ردول ٹھٹھا کرنے کے لیے) کہنے لگے، ہاتے ان ہلاک ہونے والے پاگلوں پر افسوس، نہ وہ اپنے اہل میں بیٹھے اور نہ انہوں نے اپنے آقا کی پیغامبری کی، پس اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس قول کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی،

ومن الناس والله لا یحب الفساد

"اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کا قول دنیاوی زندگی کے بارے میں تجھے تعجب میں ڈال دے گا اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ ٹھہرائیں گے حالانکہ وہ لچر ہجرت الودیعین اور جب ۵۰ حاکم بنتا ہے تو زمین میں فساد کرنے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرنے کے لیے تک ہونڈ کرتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ (بقرہ ۵۰)۔"

۳۔ غزوہ بنی نضیر، ربیع الاول ۳ھ

معرکہ اُحد کے بعد اور غزوہ احراب سے قبل مسلمانوں نے جو تیسرا فوجی دستہ تیار کیا،

وہ دستہ وہ ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، مدینہ کے نواح میں بسنے والے بنی نضیر کے یہودیوں سے چٹکا مارا حاصل کرنے کے لیے اور ان کی ان، سیسہ کاریوں اور سازشوں کو روکنے کے لیے بھیجا تھا، جن کا مقصد حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ اور اس حکومت کو تباہ کرنا تھا، جسے آپ نے اسلام کی پناہ میں قائم کیا تھا،

جب سے مسلمان مدینہ میں ٹھہرے تھے، یہ یہود ان سے چٹکا مارا حاصل کرنے کے لیے مواقع کی تاک میں تھے اور ان یہودی دشمنانہ کاروائیاں، سازشوں، غیبتوں اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے اور ان کی وحدت کو پارا پارا کرنے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پیدا کرنے کی تحریض پر اکتفا کرتی تھیں۔

اور بنو قینقاع کے یہود (جیسا کہ ہم فصل اول میں بیان کر چکے ہیں) پہلے لوگ ہیں جنہوں نے یہود اور مسلمانوں کے باہمی سول نزاع کو مسلح نزاع میں تبدیل کر دیا پس مسلمانوں نے ان کے قلعوں میں ان کا محاصرہ کر لیا، پھر انہوں نے ان کو اتانا اور مدینہ سے ان کی حلاوتی کی تکمیل ہو گئی،

اور بنی نضیر کے یہود، بنی قینقاع کے معرکہ میں جنگی طور پر شامل نہ ہوئے، اگرچہ جذباتی طور پر وہ انہی کے ساتھ تھے اور بنی نضیر کے یہود، بنی قریظہ کی طرح) مسلمانوں کے ساتھ اپنے مہر پر قائم رہے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی فوجی کارروائی نہ کی، خصوصاً انہوں نے بنی قینقاع کے یہود سے عبرت حاصل کی، جو مسلمانوں کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانے کے نتیجہ میں تابعدار بنے، پھر ہجرت کے دوسرے سال انہیں مدینہ سے جلا وطن کر دیا گیا۔

لیکن بنی نضیر نے جب دیکھا کہ اس طریق پر چلنا ان کے کہنے کو ٹھنڈا نہیں کرے گا اور نہ ان کے مقصد کو پورا کرے گا تو انہوں نے خیانت کی خوفناک کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا جو نزدیک ترین راہ سے انہیں ان کے بڑے مقاصد تک پہنچا دے، اور اس

بارے میں معرکہ احد میں مسلمانوں کو جو حربی سرنگونی حاصل ہوئی جس میں انہوں نے شہیدوں کو کھو دیا، تیز معرکہ احد میں انہیں جیسے بے پے مصیبتیں پہنچیں انہوں نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کی مدد کی، پھر بیڑ معونہ اور فات الرجم کے واقعات میں انہوں نے جو احد کی مصیبت سے دو ماہ سے بھی کم عرصہ میں پیش آتے، اپنے اسی جو انوں کو کھو دیا، جو ان کے بہترین سپاہی اور عالم تھے، ان باتوں کی وجہ سے یہود، مسلمانوں کو کمزور سمجھنے لگے اور ان کا لالچ کرنے لگے۔

بنو نضیر کا پتہ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کرنا

اس لیے یہود نے اس یقین پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا، کہ اس قسم کے جرم کی تنفیذ دعوت اسلامی کی سرگرمیوں کو روک دے گی اور اس کی آواز کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دے گی اور از سر نو میثرب پر ان کے تسلط کا راستہ کھول دے گی۔

اور بنی نضیر، قتل کی سازش کی تنفیذ کے لیے موقع کی تلاش کرنے لگے، اور عملاً انہیں یہ موقع مل گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کے شر سے بچا لیا۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عمرو بن امیہ الضمری نے بنی عامر کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا، جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امان دی ہوئی تھی، جس کا ابن امیہ الضمری کو علم نہ تھا، جو نجد میں بنو عامر کی غدارانہ سازش قتل سے بچنے والا واحد شخص تھا، جس کی ستر صحابہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیڑ معونہ میں بھینٹ چڑھے تھے، جیسا کہ ہم اس کتاب کے گزشتہ صفحات میں (بیڑ معونہ کا دردناک واقعہ) کے زیر عنوان اس کی تفصیل بیان کر چکے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیارِ بتی نصیر میں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو مشرک علمبروں کو جو عہد دیا تھا، اس کو پورا کرنے کے لیے آپ نے ان دونوں کی دیت ان کے دار ثل کو دینے کی پابندی کی، حالانکہ وہ دونوں اس قبیلے سے تھے جس کے ایک سردار نے مسلمانوں کے ساتھ خیانت کر کے بھیانک ترین جرم کا ارتکاب کیا تھا، اور وہ عامر بن لطفیل تھا، جو بیڑ معوزہ میں مسلمانوں کے خوفناک قتل کا پہلا مجرم اور ذمہ دار تھا،

چونکہ مسلمان اہل یہود کے رہیال ابھی تک معاہدہ قائم تھا، اور مزید سوال یہ کہ یہ تو علمبروں کے حلیف تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اپنے گیارہ صحابہ کے وفد کے ساتھ، جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت علیؓ شامل تھے۔ بتی نصیر کی فرد گاہوں کی طرف چلے گئے، تاکہ یہود سے (حلیفوں کی طرح) ان دو علمبروں کی دیت کی ادائیگی کے لیے مشدکت کی اپیل کریں۔

یہود نے وفد کو خوش آمدید کہا اور آپ کی اپیل کے جواب میں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ اس کے لیے تیار ہیں انہوں نے کہا:

ہاں اے ابو القاسم! آپ نے ہم سے جو مدد مانگی ہے ہم اس میں آپ کی مرضی کے مطابق آپ کی مدد کریں گے،

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے یہود کا منصوبہ

اسی دوران میں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور وفد کے بقیہ آدمی اس وعدہ کے پورا کرنے کی انتظار میں تھے جو یہود نے دیت دینے میں مشارکت کے متعلق کیا تھا کہ ان یہود کے زعماء ایک فوری خفیہ میٹنگ میں جو انہوں نے اپنے ایک قلعے میں کی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنانے لگے، اور جس منصوبے پر انہوں نے اتفاق کیا وہ یہ تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر گرا دیا جائے، اور آپ جس جگہ بیٹھے ہوتے تھے، وہ ان کے ایک قلعے کی دیوار کے سائے میں تھی۔ اور اس میٹنگ میں، جس میں انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے موضوع پر بحث کی، سلام بن مشکم نے — جو ان کا ایک سردار تھا۔ — اس موضوع کے بارے میں ان کا مقابلہ کیا، اور اپنی قوم کو اس خاندارستے پر چلنے سے اقبالہ کیا، اور اس نے انہیں کہا — ایسا نہ کرنا، خدا کی قسم جو تم نے آپ کے متعلق امدادہ کیا ہے، آپ کو اس کی خبر ہو جائے گی، اور یہ اس عہد کو توڑنا ہے جو ہم سے اور آپ کے درمیان ہے۔

لیکن ابن مشکم کے اس معارضہ کو میٹنگ کرنے والوں کی تائید حاصل نہ ہوئی، اور وہ قتل کی سازش کے راستے پر چل پڑے اور انہوں نے اس کی تنفیذ کے لیے ایک منصوبہ بنایا، جس کا تقاضا یہ تھا کہ عمرو بن جمہاش بن کعب (ان کا ایک آدمی) اس قلعے کی چھت پر چڑھ جائے جس کے سائے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں، پھر وہ آپ پر پتھر گرا دے جو آپ کا کام تمام کر دے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سازش سے کیسے بچے؟

مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بچایا، اور آپ نے سازش کی تنفیذ سے محفوظ رہا۔ قبل یہود کے ارادہ قتل کی خبر پا کر اس جگہ کو چھوڑ دیا، جس میں آپ بیٹھے تھے، پس آسمان سے آپ کے پاس خبر آئی، اور اللہ تعالیٰ نے ان مجرم یہود کو رسوا کیا، اور انہیں وہ بات یاد آئی، جو سلام بن مشکم نے انہیں سازش پر قائم رہنے سے اقبالہ کرتے ہوئے کہی تھی، اور انہیں آگاہ کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی اس سازش سے آگاہ کر دی گئی

مگر انہوں نے اس کے اقباء پر کان نہ دھرا۔

اور اس ذیل سازش کے اکتشاف کے بعد، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہود سے کوئی بات کیے بغیر فوراً مدینہ واپس آئے اور وفد کے بقیہ ممبران نے جو آپ کے اصحاب میں تھے، بغیر یہ معلوم کیے کہ آپ نے اس اچانک صورت میں نبی نصیر کی منازل کو کیوں چھوڑا ہے، آپ کی پیروی کی، ہاں جب وہ مدینہ میں آپ سے ملے تو آپ نے انہیں منکشف شدہ حقیقت سے مطلع کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سپاسی مہارت

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیار نبی نصیر کو چھوڑا، تو ان یہود کو اپنے چھوڑنے کی خبر نہ ہونے دی اور (اپنی جگہ سے حرکت کرتے وقت) انہیں اس وہم میں ڈال دیا کہ آپ قضاے حاجت کے لیے جا رہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بدترین احتمال کا اندازہ کر لیا تھا اور وہ یہ کہ یہود سے (جنہیل نے اپنے دیار میں قتل کے طریق سے آپ سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا) مستبعد نہ تھا کہ وہ اپنے دیار میں آپ کے اپنے چند صحابہ کے ساتھ جو سب کے سب غیر مسلح تھے، ایک لاکھ موجود ہونے کو غنیمت جانیں اور ان کا گھیراؤ کریں (جب انہیں پتہ چلے گا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سازش کا اکتشاف ہو گیا ہے) پھر قبل اس کے کہ آپ مدینہ کی طرف صحیح سلامت واپس آنے کی قوت پائیں وہ آپ کو قتل کرنے میں جلدی سے کام لیں۔

اس لیے جب آپ اپنی جگہ سے چلے، جو دیوار کے سائے میں تھی تو آپ نے یہود کو اس وہم میں ڈال دیا کہ آپ ان کے دیار کو چھوڑنے کا عزم نہیں رکھتے بلکہ آپ قضاے حاجت کے لیے جا رہے ہیں، یوں آپ نے ان یہودیوں کے موقع کو ضائع کر دیا جو آپ

کے غاتے کا بہت قیمتی موقع بن سکتا تھا،

یہود کو مدینہ کے جلاوطنی کا انتباہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عزم سے عبرت حاصل کی، جس سے وہ اپنے دیار میں خیانت سے اور اس عہد کو توڑتے ہوئے، جو آپ کے اور ان کے درمیان تھا، آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے، آپ نے ان کے شر سے بچنے اور ان کی دسیہ کاریوں اور سازشوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے منظرِ شہر سے ان کو جلاوطن کر دینے کا فیصلہ کیا، آپ نے انہیں مدینہ سے جلاوطن کر دینے کا انتباہ کیا اور اس انتباہ کو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری ان کے پاس لے کر گئے، آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو بلا کر فرمایا:

بنی نضیر کے یہود کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم میرے علاقے سے باہر نکل جاؤ، تم نے اس عہد کو توڑ دیا ہے جو میں نے تم سے کیا تھا، تم نے خیانت کا ارادہ کیا ہے، میں تم کو دس دن کی مہلت دیتا ہوں، اس کے بعد جس شخص کو دیکھا گیا اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اور حضرت ابن مسلمہ فوراً اس انتباہ کو یہود کے پاس لے گئے اور جب انہوں نے انتباہ کو وصول کیا تو پشیمان ہوئے، اور تاریخ نے بیان نہیں کیا کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کا جو ارادہ کیا تھا وہ اس کی ذمہ داری سے باہر نکلے ہوں۔

یہود کا اقبابہ کو مسترد کرنا

یہود اس سخت اقبابہ کے سامنے کمزور پڑ گئے اور انہیں کوچ کے سما کوئی چارہ نظر نہ آیا اور وہ اس کے لیے تیار ہونے لگے، اور انہوں نے اپنے بادبوداری کے اونٹوں کی طرف ان کی چراگاہوں میں پیغام بھیجا، اور اس شدید اقبابہ کے دباؤ تلے، جو انہیں سالارِ اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا، انہوں نے مدینہ چھوڑنے کی تیاری کرتے ہوئے، اشجع قبیلہ کے اونٹ کراتے پر لیے۔

لیکن مدینہ کے زعمائے نفاق نے (جن کا سرخیل عبداللہ بن ابی تھا) ان یہود کو سلام بھیجا اور مدینہ میں رہنے پر ان کی حوصلہ افزائی کی اور ان سے کہا کہ وہ نبوی اقبابہ کو مسترد کر دیں، اور اگر وہ قوت کے ساتھ انہیں جلا وطن کرنے پر اصرار کریں تو وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے پر تیار ہو جائیں، اور ان منافقین نے انہیں یقین دلایا کہ جب مسلمان ان سے جنگ کریں گے تو وہ ان کو فوجی مدد دیں گے انہوں نے ان کو پیغام بھیجا — تم ثابت قدم رہو اور روکاؤٹ کرو، ہم تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے، اگر تم سے جنگ کی گئی، تو ہم تمہارے ساتھ ہو کر جنگ کریں گے، اور اگر تم نکلے تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے یہ

اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ان کی طرف (خفیہ) آدمی بھیجا، جس نے انہیں اس کے نام سے، یقین دلایا کہ وہ آخر تک ان کے پہلو میں کھڑا رہے گا، اس نے کہا — تم اپنے گھروں سے نہ نکلنا اور اپنے قلعے میں قیام کرنا

سہ سیرت ابن شہام جلد ۱ ص ۱۹۱

سہ اس کے حالات ہماری کتاب "غزوہ بدر میں دیکھیے!"

میرے پاس میری قوم اور دیگر عربوں کے دو ہزار جوان ہیں جو تمہارے ساتھ تمہارے قلعوں میں داخل ہوں گے اور سب کے سب سریں گے اور قرظیہ اور تمہارے عطفانی حلیف تم کو مدد دیں گے،

ان تحریفات و تاکیدات کے نتیجے میں جو یہود کو حاصل ہوئیں، وہ دلیر ہو گئے، اور انہوں نے ثبات اور مقاومت کا فیصلہ کر لیا۔ خصوصاً جب ان کے بھائی بنی قریظہ ان کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے ان کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، پھر انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینے کے لیے آدمی بھیجا کہ وہ آپ کے انتباہ کو مسترد کرتے ہیں، انہوں نے کہا،

”ہم اپنے دیار سے نہیں نکلیں گے آپ کو جو سمجھ آتے، پھر وہ اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہونے لگے، اور انہوں نے انہی گلیوں میں بچاؤ کے لیے مورچے بنالیے اور گھروں کی چھتوں پر پتھر لے جانے لگے تاکہ اگر مسلمان ان پر حملہ کریں تو وہ انہیں ان پتھروں سے ماریں، اسی طرح انہوں نے اپنے قلعوں میں غذائی ذخیرہ بھی کر لیا، جو ایک سال تک ان کے لیے کافی تھا۔ اور ان کے قلعوں کے اندر ان کے پاس وافر پانی

لے ابن اسحاق نے بیان نہیں کیا کہ بنی قریظہ نے اپنے بیانیوں بنو نضیر کے ساتھ مل کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی ہے لیکن امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس بات کو ثابت کیا ہے، اور مسعودی اپنی کتاب فہار الوفا و بعدا ملک پر بیان کیا ہے کہ بخاری میں جو بیان ہوا ہے اسکا مقصد یہ ہے کہ قرظیہ اس سے قبل بنو نضیر کے ساتھ مل کر لڑے تھے اور بخاری کے افعال یہ ہیں کہ حضرت ابن عمر سے دعا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نضیر اور قرظیہ نے جنگ کی تو بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا گیا اور قرظیہ کو رہنے دیا گیا اور ان پر احسان کیا گیا، حتیٰ کہ قرظیہ نے دوسری بار جنگ کی تو ان کے مردوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کی عورتوں اور ان کے اموال و اولاد کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔

تھا، یعنی ان قلعوں کے اندر ان کے پاس بہت سے کوئیوں میں موجود تھے۔

بنی نضیر کا محاصرہ:

جب حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ یہود نے آپ کے اہلباہ کو مسترد کر دیا ہے تو آپ کو ان کا محاصرہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا، پس آپ نے صحرا کی طرف بڑھنے کے احکام جاری کر دیئے۔

اسلامی افواج نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں مدینہ سے مارچ کیا اور بنی نضیر کے ان قلعوں کا محاصرہ کر لیا، جن میں انہوں نے پناہ لی ہوتی تھی، اور یہ قلعے بہت مضبوط اور پختہ تھے، اور یہود نے مقابلہ میں ان سے بہت استفادہ کیا اور جب سالار اعلیٰ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی شدت متقاومت اور ان قلعوں کی مضبوطی سے ان کے استفادہ کو دیکھا تو آپ نے حربی کاروائیوں میں سے ایک کارروائی کے طور پر ایک وسیلہ اختیار کیا، جس سے آپ نے متقاومت میں یہود کی مستحکم کو کمزور کر دیا۔

یہود کی کھجوروں کو جلائے کی کارروائی

یہود — جب سے چوہدری بنے ہیں — مادہ کی پرستش کرنے اور اموال کے جمع کرنے کے بڑے شریک ہیں اور وہ مدینہ کے شاندار باغات اور کھجوروں کے درختوں کے مالک تھے، ایسے ہی ان جنگی حالات میں مسلمان — محاصرے کی کارروائی کے دوران ان باغات اور کھجوروں کے درختوں پر قابض ہو گئے، اور مسلمانوں کی وسعت میں تھا کہ وہ اس قبضہ پر اتنا کرتے ہیں کہ ذریعے (جیسا کہ جنگ کے مسلمہ قوانین ہیں) یہ باغات اور کھجوروں کے درخت مسلمانوں کی اہلک میں سے ہو گئے تھے، اور یہ بھی

مسلمانوں کی وصیت میں تھا، کہ وہ اس قبضہ کے بعد، یہود کا محاصرہ کیے رہتے اور ان باغات اور کھجوروں کے درختوں کے پھلوں سے ان کو فائدہ حاصل کرنے سے روک دیتے، لیکن مسلمان (جن کے سرخیل مسلمان اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔) جیسا کہ معلوم ہوتا ہے۔) یہود کے طمع اور مال سے ان کی حد سے بڑھی ہوئی محبت کو مانتے تھے، اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کارروائی کرنے کا حکم دیا جس سے آپ نے محصور یہود کو گھبراہٹ میں ڈال دیا، اور وہ یوں کہ آپ نے شروع میں ان کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔

کھجوروں کے جلانے کی بے فائدگی

مسلمان (جیسا کہ معلوم ہوتا ہے) کھجوروں کے درختوں کے کاٹنے اور جلانے میں سنجیدہ نہ تھے، وہ صرف ان یہود کو بے چین کرنا چاہتے تھے جن کو ضیاع مال کی مانند کوئی چیز بے چین نہیں کرتی، اس بات کا پتہ ہمیں اس سے چلتا ہے (جیسا کہ کتب سیرت میں لکھا ہے) کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں صرف یہود کی کھجوروں کی روٹی تریبین قسم کو تلف کرنے کا حکم دیا، جس سے وہ خوراک حاصل نہیں کرتے تھے، اور وہ قسم اللینتہ تھی جو العجوة اور اس البرانی کی نوع کے مخالف ہے جو اہل مدینہ کی بڑی غذا ہے۔ اللینتہ کھجور کا وہ درخت ہے جس کا پھل (جیسا کہ معلوم ہوتا ہے) زیادہ تر اونٹوں وغیرہ کا چارا ہوتا ہے، سہیل نے اللہ تعالیٰ کے قول (ما قطعتم من لبننتہ) پر حاشیہ لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ لینتہ (لام کی زیر کے ساتھ) العجوة اور البرانی کے سوا کھجور کی ایک قسم ہے، پھر بیان کیا ہے کہ اس آیت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی صرف ان کھجوروں کو جلایا ہے جو لوگوں کی خوراک نہ تھیں، اور وہ العجوة سے خوراک حاصل کرتے تھے۔

اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھبراہٹ کے جس منصوبے پر عمل کیا، وہ کامیاب ہوا، جو نبی یہود نے کھجور کے درختوں کے تنوں سے دھوئیں کو بلند ہوتے اور ان کھجوروں کی شاخوں کو قطع کی کارروائی سے گرتے دیکھا تو ان پر خوف چھا گیا، اور کمزوری کی موج نے، کھجوروں کے خوف سے ان کی بیخ کنی کر دی اور وہ سپردگی کے بارے میں مذاکرات کرنے لگے۔

حالانکہ اگر وہ حقوڑا سا بھی غور و فکر کرتے تو ان پر واضح ہو جانا کہ محاصرہ اسلامی فوج کے ان کھجوروں پر غالباً ہی غور و فکر کرتے تو ان پر واضح ہو جانا کہ محاصرہ اسلامی تھے اور اسلامی فوج نے ان کا محاصرہ صرف اس لیے کیا تھا کہ انہیں مدینہ سے جلا وطن ہونے پر مجبور کر دیں، پس اگر یہود اس بات کا اداک کر لیتے تو وہ خوفزدہ نہ ہوتے اور صرف اسلامی فوج کی قطع و حرق کی کارروائی کے آغاز سے ہی کمزور نہ ہو جاتے اور نہ اس شہادت کے ساتھ ان کی مقاومت پر اس کا اثر پڑتا لیکن یہود وہ لوگ ہیں جو مال کی مانند کسی چیز کی تقدیس نہیں کرتے۔

کھجوروں کے جلانے پر یہود کا احتجاج

یہود نے قطع و حرق کی کارروائی پر شدید احتجاج کیا اور ان کے احتجاج کو مسترد کر دیا گیا اور اسے کیوں مسترد نہ کیا جاتا؟ کیا یہ جنگ نہ تھی، اسی طرح بعض مسلمانوں نے بھی اس وقت بچاؤ کیا جب قطع و حرق کے احام ربوبی صادر ہوتے۔ سہیل نے بیان کیا ہے کہ بعض مسلمانوں کے دلوں میں اس بات سے (یعنی قطع و حرق کے حکم سے) کچھ علمیان پیدا ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کارروائی میں اپنے رسول کی تائید کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی (صاف قطعتم من لینتہ..... ولینحزی الفاسقین)

(ترجمہ) تم نے کجور کا جو درخت بھی کاٹا یا اسے اپنے تنے پر قائم رہنے دیا وہ اللہ کے حکم سے ہے اور اس لیے بھی کہ وہ منافقین کو رسوا کرے۔

سپر دگی کے لیے یہود کے مذاکرات

یوں وہ داؤ پیچ کا میاب ہو گئے، جو اسلامی فوج نے اختیار کیے اور اس نے یہود کی رُوی کھجوروں سے قطع و حرق کی کارروائی کا آغاز کیا، اور یہود بہت گھبرا گئے، اور انہیں یقین ہو گیا کہ جب تک وہ مدینہ سے کوچ نہ کر جائیں، حضرت نبی کریم انہیں نہیں چھوڑیں گے۔ اور یا آپ ان کی عہد شکنی کے واضح ہو جانے کے بعد، جو انہوں نے اس خبیث سازش کی تدبیر کے ذریعے کی، جس کا مقصود بالذات آپ کی زندگی کا خاتمہ تھا، انہیں تباہ کر دیں گے، پس وہ مذاکرات میں مشغول ہو گئے، اور یہود نے (بے فائدہ طور پر) منافقین اور ان کے غطفانی حلیفوں کا انتظار کیا کہ وہ ان کی مدد کے لیے جلد آیا چاہتے ہیں، جیسا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ان سے وعدہ کیا تھا مگر بے فائدہ۔

عبداللہ بن ابی نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور انہیں مشکل میں ڈال کر اپنے گھر بیٹھ رہا، اور غطفان میں سے بھی کوئی شخص نہ آیا، پس منافقین کی مدد سے یا بوس ہونے کے بعد بنی نضیر پر ہلاکت کے حلقے تنگ ہو گئے اور وہ پشیمان ہوئے، اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور مسلمانوں نے محاصرہ سخت کر دیا اور یہود نے مقابلہ کیا اور وہ قلعوں سے مسلمانوں کو تیر اور سپہ مارنے لگے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعوں کے گرد اپنی کمان کے ہیڈ کو اڑھ میں اپنا خیمہ لگایا، پس بنی نضیر کے تیر اندازوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کو اپنا نشانہ بنا لیا، مگر اکثر تیر وہاں نہ پہنچتے تھے۔

محاصرے میں یہود کے مقتولین

پس یہود نے اپنے ایک مشہور تیراندا کو بلایا اور وہ زبردست تیراندا تھا، اس کا تیروہاں تک پہنچتا تھا جہاں کسی دوسرے کا تیر نہ پہنچتا تھا، انہوں نے اس سے کہا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کو اپنے تیروں کا نشانہ بنائے مگر اس نے ایسے ہی کیا اور اس یہودی کے تیر، سالار بنی کے خیمے پر گرنے لگے، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کمان کے ہیڈ کو اڑھڑ کو ایسی جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا، جہاں وہ اس تیراندا یہودی کے تیروں سے محفوظ ہو۔

اور حضرت علی بن ابی طالب اس تیراندا یہودی کے قتل کے لیے تیار ہوتے ہیں کا نام غزول تھا، یہ غزول بنی نصیر کے بہادروں میں سے تھا، اور وہ اپنے اس ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کو غفلت میں نقصان پہنچانے کے لیے نکلا اور وہ اس کین گاہ میں آ پڑا جیسے اس کے لیے حضرت علی بن ابی طالب نے حضرت امیل بن حنیف اور حضرت ابو جہانہ کے ساتھ مل کر نصب کیا تھا، پس حضرت علیؑ نے غزول یہودی پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، پھر حضرت ابو جہانہ اور آپ کے اصحاب نے باقیوں پر حملہ کر کے سب کو قتل کر دیا، اور ان کی تعداد دس تھی، اور حضرت علیؑ بن ابی طالب اس تیراندا یہودی کے سر کو نبوی کمان کے ہیڈ کو اڑھڑ میں لے آئے۔

ملا وطنی کا فیصلہ

یہود، زیادہ تر معاہدہ کی جارہی تہ رکھ سکے اور ابھی محاصرہ پر بیس دن سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ ان کے قوی کمزور پڑ گئے اور انہوں نے اپنے نمائندے کو آپ کے حالات ہماری کتاب "غزوہٴ احد" میں دیکھیے۔

کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس مطالبے کی تنفیذ کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے بھیجا، جو آپ نے ان سے اپنے آباء میں مدینہ سے جلاوطن ہونے کے بارے میں کیا تھا،

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کرنا منظور فرمایا اور آپ نے اپنی کمان کے سید گوارا ٹر میں یہود سے عداقت کی اور اس گفتگو کا اہتمام، جلاوطنی کے اس فیصلے پر ہوا، جس کی شرائط مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) بنی نضیر کے یہود، شرب کے علاقے سے جس جگہ جاہیں مکمل طور پر جلاوطن ہو جائیں۔

(۲) یہود کے قبضے میں تمام اقسام کے جو ہتھیار ہیں وہ مسلمانوں کے سپرد کر دیں اور وہ شرب سے جلاوطن ہونے کے وقت مکمل طور پر بے ہتھیار ہوں۔

(۳) (ہتھیاروں کے سوا) یہود جس قدر اپنے اموال لے جا سکتے ہیں اٹھا لے جائیں خواہ ان اموال کی کوئی بھی قیمت اور قسم ہو،

(۴) یہود کے مقدمہ بھر اموال اٹھا لیتے کے بعد ان کے جو منقولہ اور غیر منقولہ اموال بچ جائیں گے، وہ مسلمان کے لیے قیمت اور ان کی بلیک ہوں گے۔

(۵) جب تک یہود مسلمانوں کے اقتدار کے علاقے میں ہوں گے مدینہ کی اسلامی کمان، بنی نضیر کے یہودیوں کی جائی سلامتی کی قیامتی ہوگی،

بنی نضیر کی جلاوطنی کی تکمیل کیسے ہوئی؟

جلاوطنی کے اس فیصلے کے نتیجے میں، بنی نضیر کے یہود، مدینہ سے جلاوطن ہونے لگے اور وہ اپنی عداقت کے مطابق جو کچھ اونٹوں پر لاد سکتے تھے، لادنے لگے، حتیٰ کہ ان میں سے ایک اپنے گھر کے دروازے کی چو کھٹ اکھیرتا اور اسے اونٹ کی

پشت پر رکھ کر چلتا بنا۔

اور نبی تفسیر کے یہود، اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ مالدار تھے اور انہوں نے ان اموال کے چھ سو ادنیٰ لادے، جنہیں وہ اٹھا سکتے تھے اور وہ (طیحا) اس مال کو اٹھانے کے لیے منتخب کرتے تھے، جس کا بوجھ کم ہو اور قیمت زیادہ ہو، پس انہوں نے اپنے ساتھ سونے چاندی کی بڑی مقدار اٹھائی، حتیٰ کہ اکیلے سلام بن ابی الحقیق نے (مولف سیرت علیہ کے بیان کے مطابق) اپنے ساتھ بیل کا ایک چمڑا اٹھا لیا جو سونے چاندی سے بھر پور تھا، اور وہ مدینہ سے نکلنے وقت سونے چاندی سے بھر پور اس چمڑے پر اپنا ہاتھ مارتا تھا، اور مسلمانوں کو (دھمکی آمیز غصے کی حالت میں) مخاطب کر کے کہتا تھا، ہم نے اسے زمین کو زیر و زبر کرنے کے لیے تیار کیا ہے اور اگر ہم نے کھجوروں کے درخت چھوڑے ہیں تو تعمیر میں بھی کھجوروں کے درخت ہیں۔

اور یہود مدینہ کو چھوڑتے وقت اپنے گھروں کی چھتوں، ستونوں اور دیواروں کو توڑتے تھے تاکہ مسلمان ان سے استفادہ نہ کریں، اور ان یہود کے بارے میں سورہ حشر میں اس قول سے اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے:

يَخْرِبُونَا يُبِيدُونَا يُبِيدُونَا بِأَيْدِيهِمْ تَرْجِمُهُمْ (وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کرتے ہیں)

یہ بات واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہود (قدیم تر زمانوں سے) اپنی وسیع دولت کو اضطرابات پیدا کرنے اور جنگیں بھڑکانے کے لیے استعمال کرتے تھے اور ہمیشہ اپنے مالی تسلط سے اپنے مقاصد تک پہنچنے کی کوشش کرتے تھے، جیسا کہ آج بھی ان سے یہی کچھ دیکھا جا رہا ہے وہ (سونے کے ذریعے) دنیا کے بہت سے سیاستدانوں سے کھیلتے ہیں اور اپنے سیاسی مقاصد کے لیے ان سے کام لیتے ہیں۔

جلاوطنی کے وقت یہود کا مظاہرہ

بنی نضیر کے یہود نے اپنی جلاوطنی کے وقت ممبر و استغفال کا مظاہرہ کیا اور وہ مظاہرہ کی مانند مدینہ سے نکلے اور انہوں نے اسے اچھتے کو دتے چھوڑا، اور انہوں نے اپنی عورتوں کو یہود جوں پر آراستہ کر کے سوار کرایا، وہ دیباچ و حریر اور سُرخ و سبز ریشم اور سونے چاندی کے زیورات پہنے ہوئے تھیں اور ان کے ساتھ جو سیٹھا گلوکارہ لوندلیوں کی پارٹیاں تھیں جو دف بجار ہی تھیں اور مزامیر سے گار ہی تھیں۔

عقیدہ کی آزادی کا نمونہ

اور بنی نضیر کے یہود کے ساتھ انصار کے بعض لڑکے بھی جلاوطن ہوئے، جو یہودیت سے حلقہ بگوش تھے اور انصاری عورتیں اور اسلام سے قبل جب ان کا بیٹا زندہ نہ رہتا تو عہد کرتیں کہ اگر اس کا بیٹا زندہ رہا تو وہ اسے یہودی بنا دیتے گی، اور جب بنی نضیر کے یہود جلاوطن ہونے لگے تو انصار کے بیٹے بھی اپنے دین کے مطابق ان کے ساتھ جلاوطن ہونے لگے، انصار نے اپنے بیٹوں کو جلاوطن ہونے سے منع کیا اور کہنے لگے، ہم اپنے بیٹوں کو یہود کے ساتھ نہیں نکلنے دیں گے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ کی آزادی پر عمل کرتے ہوئے۔ انصار کو اس بات کا اختیار دیا، جن کا انہوں نے ارادہ کیا تھا، کیونکہ ان کے بیٹے اسلام سے قبل یہودیت میں داخل ہو چکے تھے اور وہ جس اپنی مرضی سے بنی نضیر کے ساتھ جلاوطن ہو رہے تھے اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا اور اسے (لا کما فی الدین) کے نزول کے بعد نافذ کر دیا، جیسا کہ ابن بربان نے سیرت حلبیہ میں بیان کیا ہے۔

جلاوطنی کے بعد یہود کا مطمح نظر

جلاوطنی کے وقت کچھ یہود تو از رعایات، شام کی طرف چلے گئے، اور کچھ خیبر کو چلے گئے اور اکثریت انہی کی تھی، اور ان کے اکابر میں سے جو لوگ خیبر میں آئے ان میں حمی بن اعطب، سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن الربیع بھی شامل تھے اور خیبر ان زعماء کا مطمح ہو گیا، جنہوں نے بعد ازاں اس میں مسلمانوں پر تسلط حاصل کرنے کے لیے جنگی اڈہ بنالیا، جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی، انشاء اللہ

اور بنی نضیر کے یہود میں سے دو آدمیوں، یامین بن عمیر (عمرو بن جہاش کا عزا د جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی مہم سپرد کی گئی تھی) اور ابوسعد بن ربیع نے اسلام قبول کر لیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا قسم سجداتجھے معلوم ہی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر دونوں نے اسلام میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا اور مسلمان ہو گئے، اور یہ دونوں محاصرو کے دنوں مسلمان ہوتے اور رات کو بنی نضیر کے غلوں سے آئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے پھر دونوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور اپنے اموال کو محفوظ کر لیا۔

لے اصحاب میں بیان ہوا ہے کہ یامین بن عمیر بن کعب الغفزی، ابن عبداللہ بن ابی کعب کے بیان کیا ہے کہ آپ کبار صحابہ میں تھے، مجھے آپ کی تاریخ وفات سے آگہی نہیں ہو سکی، بلکہ ابوسعد بن ربیع الغفزی، ابن سعد آپ کی ایک حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے جو آپ کے بیٹے اسامہ بن سعید کی روایت سے جو اس کے باپ کے ہے، آپ نے بیان کیا کہ — میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبیل (مرور) کے بارے میں فیصلہ کرنے دیکھا کہ وہ نیچے کے حصے کو چھوڑ کر اوپر کے حصے کو چھوٹے، حتیٰ کہ دونوں ٹخنوں تک پہنچ جاتے، پھر چھوڑ دے۔

اور یامین بن میر، اپنے عزاد (عمرو بن جاش) کے خون کی وجہ سے اللہ کے قریب ہو گیا، جعاش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے آپ پر پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا ہوا تھا، اور عمیر نے قلیس کے اس شخص کے لیے جو عمرو بن جعاش کو قتل کرے پانچ دستق کھجوریں مقرر کی ہوئی تھیں، پس بنی نضیر نے بعد ازیں اختیار کرنے سے قبل، القیس سے دعوے سے قتل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

باوجود اس کھلی آزادی کے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کو مقدور پھر اپنے اموال اٹھانے کے بارے میں دی تھی، پھر بھی انہوں نے مسلمانوں کے لیے بہت سی غنائم چھوڑیں، پچاس زرہیں، تین سو چالیس تلواریں اور دردملاز تک کھجور کے درختوں اور دیگر کھیتوں سے کاشت شدہ زمین کے علاوہ، زمین کا ما حاصل بھی تھا۔

بنی نضیر کی غنائم کا انجام

اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے یہودی غنائم کو اس طرح تقسیم نہیں کیا جیسے جنگ کی غنائم کو مسلمان جانیوں پر تقسیم کا دستور ہے، آپ نے ان غنائم کو انصار کو چھوڑ کر صرف مہاجرین پر تقسیم کیا، اور آپ نے یہ کام انصار سے مشورہ لینے اور ان کی موافقت حاصل کرنے کے بعد کیا۔

آپ نے انصار کو اکٹھا کیا اور ان میں کھڑے ہو کر تقسیم کی..... تمہارے مہاجر صحابیوں کے پاس کوئی مال نہیں ہے، پس اگر تم چاہو تو میں ان اموال کو (جو بنی نضیر نے چھوڑے ہیں) جو اللہ نے مجھے بطور غنیمت دیئے ہیں، اور تمہارے اموال کے ساتھ مجھے ان سے خاص کیا ہے، تقسیم کر دوں، اور اگر تم چاہو تو تم اپنے اموال لے لو اور میں یہ خاص اموال ان میں تقسیم کر دوں، انہوں نے کہا..... بلکہ آپ انہیں ان میں تقسیم کر دیں اور ہمارے اموال میں سے بھی آپ جو چاہیں ان میں تقسیم کر دیں۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اپیلی پر انصار کی موافقت سے خوش ہو گئے، اور اس شریفانہ جذبہ سے جس کا اظہار انہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے کیا، شادمان ہو گئے، حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: "اے اللہ انصار اور انصار کے بیٹوں پر رحم فرما۔" اور انصار کے اس بلند موقف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے قابل تعریف فعل کی مدح کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی،

وَيُثْرُونَ عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر، ۹)

(وہ اپنے پر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں بھوک ہو)

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے یہود کی فتنام میں سے دو آدمیوں کے سوا (جو محتاج تھے) کسی انصاری کو کچھ نہیں دیا، اور وہ دو آدمی حضرت سہل بن حنیف اور حضرت ابو دجانہ سماک بن خزیمہ تھے، بلکہ جو معرکہ اُحد کے دو ہیرو تھے، جو مسلمانوں کی شکست کے وقت حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے، اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے سردار (سلام بن الحقیق) کی تلوار اوس کے سردار حضرت معاذ کو عطا فرمائی، اور یہ تلوار عربوں میں مشہور ہے۔

یہود کی جلاوطنی سے منافقین کو ڈکھ

اور بنی نضیر کی جلاوطنی سے منافقین نے بڑا تاثر لیا اور انہیں اس کا بڑا اہم و غم ہوا کیونکہ یہ یہود، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ان کا بازو اور سہارا تھے، اس لیے ان منافقین (اور خصوصاً عبداللہ بن ابی) کو یہود کی جلاوطنی کا بڑا ڈکھ ہوا، اور مدینہ سے بنی نضیر کے یہود کی جلاوطنی سے منقطع بئیرب میں اس خطرناک عنصر میں سے صرف بنی قریظہ کا قبیلہ باقی رہ گیا جو معرکہ احناب میں عظیم ہزاری کے ارتکاب

لے ان دونوں کے حالات ہماری کتاب غزوہ اُحد میں دیکھیے!

کے باعث انجام کار مسلمانوں کے ہاتھوں سے مکمل طور پر تباہ ہو گئے، جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی، انشاء اللہ، حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بنی نضیر کے ساتھ ہو کر لڑنے کے باوجود انہیں معاف کر دیا تھا۔

قرآن اور بنی نضیر کی جلا وطنی

اور اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے یہود کی جلا وطنی کے واقعہ کے بارے میں سورہ ہٰجرت کو مکمل طور پر نازل فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے (بنی نضیر کے یہود کی جلا وطنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا:

هو الذي اخوج الذين كفروا..... فلن الله شديد العقاب له

ترجمہ: اس فات نے اہل کتاب میں سے کفر کرنے والوں کو پہلے اجتماع پر ان کے گھروں سے نکال دیا، تم ان کے نکلنے کا گمان بھی نہ کرتے تھے اور انہوں نے بھی خیال کیا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے، پس اللہ ان کے پاس وہاں سے آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا، اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کرتے تھے، اے عقلمندو! عبرت حاصل کرو، اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر جلا وطنی کو فرض نہ کیا ہوتا تو وہ انہیں دنیا میں مذاب و تیا اور آخرت میں ان کے لیے آگ کا مذاب ہے ایسے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو اللہ شدید عذاب والا ہے۔

اور سورہ ہٰجرت میں صریح لفظ موجود ہے کہ بنی نضیر کے یہود نے جو اموال چھوڑے ہیں ان کا (خاص طور پر) حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں ہونا ضروری ہے اور کسی سپاہی کے لیے ان میں سے کچھ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما افاد اللہ علی رسولہ من اهل القرآی الآتین

ترجمہ: اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے جو غنیمت دی ہے،
اس نھص مرتبہ کے باوجود جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو بنی نضیر
کے یہود کی غنائم سے محضوں کرنے کا عزم کیا تو آپ نے انصار کے دلوں کو خوش کرنے
کے لیے — ان سے اجازت طلب کی۔

اسی طرح سورہ حشر میں ان منافقین کے لیے سرزنش بھی آتی ہے جنہوں نے بنی
نضیر کو نبوی اتبہاء کے مسترد کرنے کی ترغیب دی اور مسلمانوں کا مقابلہ کرتے پرہ ان کی
موجہد افزائی کی اور انہیں یقین دلایا کہ وہ موت تک ان کے پہلو میں کھڑے رہیں گے،
پھر انہوں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

المتوالی الذین نافقوا ثم لا ینصرون (الآتین)

ترجمہ کیا تو نے ان منافقین کو دیکھا جو اہل کتاب میں سے اپنے کافر بھائیوں سے کتے
تھے کہ اگر تم کو نکالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کبھی
کسی کی نہیں باتیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور
اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں..... اگر ان کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ
نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر
انہوں نے ان کی مدد کی تو وہ پشت پھیر جائیں گے، پھر ان کی مدد نہیں کی جائیگی،

غزوہ ذات الرقاع (جمادی الاولیٰ ۶۲۵ء)

اور یہ چوتھا فوجی دستہ ہے جسے مسلمانوں نے معرکہ احد کے بعد اور معرکہ احزاب سے قبل
تیار کیا اور اس دستے کی کمان خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ویار فطغان تک کی
جو ارض نجد میں السعداء اور الشقرۃ کے درمیان واقع ہیں، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس حملہ میں جس فوج کی کمان کی وہ چار سو جانبازوں سے بنی تھی۔

اور اس حملہ کا مقصد، اعراب نجد کو، جو قبیلہ غطفان سے رکھتے تھے، ان کے گھروں میں ضرب لگانا تھا، اسلامی فوج کی انٹیلی جنس کو خبر ملی کہ غطفان میں سے محارب اور بنی ہاشم نے، معرکہ احد میں پہنچنے والی مصیبت کے بعد، مسلمانوں کو حقیر سمجھتے ہوئے مدینہ پر حملہ کرنے کا عزم کیا ہوا ہے اور اس کے لیے وہ اکٹھ کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ مدینہ کی انٹیلی جنس نے یہ معلومات ایک شخص سے حاصل کیں جو مدینہ میں اپنا سامان لے کر آیا تھا۔

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قبیلہ کے اکٹھ کی اطلاع ملی تو آپ نے مسرت سے چڑھائی کرنے کے لیے تیاری کے احکام صادر کرنے میں تردد سے کام نہ لیا اس لیے کہ مسلمانوں کو غطفان سے اس بات کی توقع تھی، کیونکہ وہ نجد میں بڑا قومی اور شجاع قبیلہ تھا، اور مسلمانوں سے شدید دشمنی رکھتا تھا، اور وہ اس کثرت میں تھا کہ وہ مختصر وقت میں کئی ہزار کو اکٹھا کر سکتا تھا، اور اس قبیلہ کے جوان غزوہ احزاب کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔

جو ہماری اس کتاب کا موضوع ہے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ آپ اس قبیلہ کی افواج کے اپنی منازل سے مارچ کرنے سے قبل، اس پر اچانک حملہ کرنے کی توت پالیں۔ اور یہ دوسری بار ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غطفان سے ان کے گھروں میں جنگ کرنے کے لیے جلدی کی اور اس سے قبل بھی آپ ایک فوجی دستہ کے ساتھ ان کی تادیب کے لیے ارض نجد کی ایک جگہ کی طرف گئے، جیسے ذی امر کہا جاتا ہے، اور یہ غزوہ بدر سے بعد اور معرکہ احد سے قبل کا واقعہ ہے۔

مدینہ کا نائب امیر

اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ غطفان کی طرف جانے کا عزم کیا تو آپ نے (اپنے دستور کے مطابق) ایک حکم جاری فرمایا جس کے بموجب آپ

نے حضرت عثمان بن عفان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا، جو اس غزوہ میں آپ کی غیر حاضری کی مدت میں آپ کی نیابت کریں گے،

اور ماہ جمادی الاول ۳۳ھ میں اسلامی افواج نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں مدینہ سے (سرعت کے ساتھ) غطفان کی طرف مارچ کیا، معلوم ہوتا ہے اس واقعہ غطفان نے اکٹھ کرنے میں بہت جلدی کی، اور یہ بات یوں ہے کہ اسلامی فوج ابھی نخل مقام پر پہنچ نہیں پائی تھی اور مدینہ سے فقط دو مہلوں پر تھی کہ اس نے غطفانی افواج کو دیکھا کہ انہوں نے اس کے لیے بڑی فوج تیار کی ہے۔

پس دونوں فریق ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے مگر وہاں ٹھہر گئے جہاں لوگ ایک دوسرے سے ڈرتے ہیں اور کوئی جھڑپ نہ ہوتی اور دونوں فریق بغیر اس کے کہ ایک دوسرے پر حملہ کرنے میں پہل کرے، کچھ دیر کھڑے رہے مگر بالآخر قبائل غطفان ملاقات کی جگہ سے ریٹائرمنٹ کو ترجیح دی اور انہوں نے شکست کھائی اور ان کے جوان پہاڑی راستوں کی چوٹیوں پر بکھر گئے، معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ان کی شکست میں ان کا لقب نہیں کیا، انہوں نے صرف ان کے پرانہ کونے پر ہی اکتفا کیا اور اس سے انہوں نے وہ بڑا مقصد حاصل کر لیا جس کی وجہ سے مدنی افواج نے مارچ کیا تھا، اور مسلمانوں نے غطفان کے اموال میں سے کوئی غنیمت حاصل نہیں کی اور نہ ہی ان میں سے کوئی مسلمانوں کا قیدی بنا ہے، ہاں ان کی بعض عورتیں قیدی بنیں، جیسا کہ اس حالت میں دو جنگ کرنے والوں کے درمیان غالب قانون ہے۔

اس جنگ میں نماز خوف

اور غزوہ ذات الرقاع میں مسلمانوں نے پہلی بار نماز خوف پڑھی اور اس کا سبب فریقین کا کچھ مدت ایک دوسرے کے سامنے کھڑا رہنا اور مسلمانوں کا دشمن کے مقابلے کیلئے

مجبور ہونا اور لمبی مدت تک ہتھیار بند رہنا تھا، اور مشرکین غطفان کو معلوم تھا کہ مسلمان مختلف اوقات میں ادائیگی نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور وہ انہیں غفلت میں پکڑنے اور فریضہ نماز کی ادائیگی کے وقت اچانک ان پر حملہ کرنے کا انتظار کر رہے تھے۔ پس اللہ نے اس سلسلہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی اور آپ کو وہ طریق بتایا جس کے ذریعے آپ اور آپ کے اصحاب حالت جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں ٹھہرتے ہوئے اور ادائیگی نماز کے وقت اسلامی پڑاؤ کی حفاظت کرتے ہوئے، نماز ادا کر سکتے ہیں۔

اور قرآن کریم نے مسلمانوں کو دشمن کے مقابلہ کے وقت نماز کی ادائیگی کی کیفیت بتائی ہے، جسے فقہ اسلامی میں نماز خوف کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا كُنْتُمْ فِيهِمْ ۖ... ان الله اعذب الكافرين عوضاً بما هم لانساء (۱۰۲)

ترجمہ اور جب تو ان میں موجود ہو اور تو ان کے لیے نماز کھڑی کرے تو ان میں سے ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو اور وہ اپنے ہتھیار پکڑ لیں اور جب وہ سجدہ کریں تو وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور ایک دوسری جماعت آجائے، جس نے نماز نہیں پڑھی، وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور اپنے بچاؤ کو اختیار کر لیں اور اپنے ہتھیار پکڑ لیں۔۔۔۔۔ کفار چاہتے ہیں کہ کاش تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہوتے تو وہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیتے اور اگر تمہیں بارش وغیرہ کی تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار دینے میں تمہیں کوئی گناہ نہیں اور اپنا بچاؤ کرو، بلاشبہ اللہ نے کفار کے لیے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔

اور یہ طریق جسے قرآن نے ان مجاہدین کی نماز کے لیے بیان کیا ہے، جو جنگ کی تیاری کی حالت میں ہوں، یہی وہ اصل ہے جس پر مومنین تمام زمانوں میں (جنگ کے وقت)

عمل پیرا رہے ہیں۔

اس غزوہ میں چونکہ دشمن قبلہ کی جانب نہ تھا، اس لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو (نماز کے وقت) دو پارٹیوں میں تقسیم کر دیا، ایک پارٹی کو نماز میں شامل نہ ہونے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑی رہے، پھر آپ نے دوسری پارٹی کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی، اور جب آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے، تو اس پارٹی نے جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہی تھی آپ کو چھوڑ دیا اور اپنی بقیہ نماز کو اکیلے اکیلے پورا کیا، پھر وہ نماز کی جگہ سے واپس چلی گئی، اور پہلی پارٹی جس نے نماز نہیں پڑھی تھی، کی جگہ دشمن کے مقابلے میں کھڑی ہو گئی اور اس نے نماز کی جگہ پر آ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کی جو دوسری رکعت میں تھے، پس اس نے آپ کے پیچھے ایک رکعت ادا کی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری تشہد میں اس پارٹی نے بھی آپ کو اپنے انتظار میں بیٹھے ہوتے چھوڑ دیا، سنی کہ اس نے اپنی بقیہ نماز کو مکمل کیا، پھر یہ تشہد کے جلوس میں آپ سے آئی اور آپ نے اس کے ساتھ سلام پھیرا، اور یہ اس چار رکعت نماز کی کیفیت ہے، جسے اسلام نے سفر میں مختصر کر کے ہمیشہ کیلئے دو رکعت بنانے کا حکم دیا ہے۔

دستے کا اپنے مقاصد کو پورا کرنا

یوں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع سے بغیر جنگ کیے واپس آ گئے، مگر آپ کے اس فوجی دستے نے اپنے مقاصد کو مکمل طور پر پورا کیا۔ اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے سرسبز فوجی مارچ سے اس فوج کو منتشر کرنے کی قوت پائی جسے عطفان نے مدینہ سے جنگ لڑنے کے لیے تیار کیا تھا، پس اس نے ان قبائل کو خوفزدہ کر دیا اور اسے یہ سیتی بھی دیا کہ مسلمان (مصر) اسے ہی تباہ

کرنے پر قادر نہیں، جسے مدینہ کے نزدیک آنے کی سوجھتی ہے، بلکہ وہ جنگ کو دشمن کے علاقے کی طرف لے جانے اور اس کے ضمن میں اسے مارنے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔

اور اس بات نے نجد کے مشرک قبائل کے زعماء کے سروں سے، مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی جرأت نہ کی، ہاں جب یہود نے ان سے غزوہ احزاب میں، جو ہماری اس کتاب کا مضمون ہے (قریش کے ساتھ) مشارکت کرنے کی اپیل کی تو انہوں نے جنگ کرنے کی جرأت کی۔

اس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ دیارِ عطفان سے واپس آگئے، اور آپ نے ایک تباہ کن فتح ریکارڈ کی جس کا نہ صرف قبائل عطفان کے دلوں پر بڑا اثر ہوا بلکہ ان تمام نجدی قبائل کے دلوں پر بھی بڑا اثر ہوا، جو مسلمانوں کے متعلق لالچ کرتے تھے، اور جنہیں معرکہ اُحد کی سرنگونی کے بعد ان کی کمزوری کے خیال سے ان پر حملہ کرنے کی سوجھتی تھی۔

اور یہ تباہ کن فتح یوں بڑی بن گئی، کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیارِ نجد تک تیزی سے مارچ کرنے کی طاقت پائی، تاکہ آپ نجدی قبائل کے سب سے بڑے قبیلے عطفان) کو خوفزدہ کریں اور اس کی عظیم افواج کو پراگندہ کر دیں، اگر اللہ تعالیٰ تجربہ کار سالار رسولؐ کو الہام نہ کرتا تو یہ افواج مدینہ پر حملہ کیسے بغیر منتشر ہونیوالی نہ تھیں، پس آپ اس تیز مارچ کے لیے تیار ہو گئے اور ان عطفانی افواج کے پاس (جو ابھی تک اپنے دیار ہی میں تھیں) اچانک پہنچ گئے، (جیسا کہ احزاب کی تادیب میں آپ کا دستور تھا۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چوتھی بار قتل کرنے کی کوشش

اسی غزوہ فات الزماح میں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کی چوتھی کوشش سے واسطہ پڑا، اسی دوران میں کہ فریقین، غطفان کے علاقے میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے، اچانک بنی محارب کا ایک شخص جس کا نام غورث تھا، آیا اور اس نے اپنی قوم کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کا عہد کیا تھا، یہ شخص (غورث) ایک صلح کرنے والے کی صورت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، حتیٰ کہ اس نے آپ کو دیکھا کہ آپ ہتھیار بند ہیں اور آپ کی گود میں تلوار پڑی ہوئی ہے، اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ آپ مجھے اپنی تلوار کو دیکھنے اور جانچنے کی اجازت دیں اس نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی اس تلوار کو دیکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور وہ تلوار خوبصورت اور بُراں تھی، اور چاندی سے آراستہ تھی۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ غورث نے تلوار لی پھر اسے سونتا اور اسے حرکت دینے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرنے لگا، پس اس کے دل میں رعب گیا اور وہ لڑکھڑانے لگا، اور جب اللہ نے اسے ذلیل کیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے کو ترک کر دیا، تو اس کے بعد کہتے لگا،

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مجھ سے ڈرتے نہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اور میں تجھ سے کیوں ڈروں؟ اس نے کہا، کیا آپ مجھ سے ڈرتے نہیں؟ مگر میرے ہاتھ میں تلوار ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اللہ مجھے تجھ سے بڑھ کر ڈرے گا،

اس کے بعد غورث نے تلوار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس کر دی اور

اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار پکڑنے کے بعد غزوت سے کہا، مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ بہتر تلوار پکڑنے والے بن جائیں، آپ نے فرمایا... تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟

اس نے کہا میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ سے جنگ نہیں کروں گا اور نہ آپ سے لڑنے والے لوگوں کے ساتھ ہوں گا، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور اس نے اپنی قوم کے پاس آکر کہا، میں بہترین آدمی کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں اور اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔ اور اسے صحبت بھی حاصل تھی

جوش دلانے والا واقعہ

اسی غزوة ذات الرقاع میں ایک واقعہ رونما ہوا، جس کا بیان کرنا ضروری ہے اس لیے کہ وہ مسلم نوجوانوں کو ایمان، جو انمزدی، عقیدہ پر ثابت قدمی اور نظام کی پابندی کا سبق دیتا ہے اور قارئین کو اسلامی حکومت کے قیام، اور اسلامی عقیدہ کے، ان جوازوں کے ماحول سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے، اس سرعت سے، جس نے دنیا کو جبران کر دیا تھا، پھینکنے کے راز سے آگاہ کرتا ہے۔

اس غزوة میں ایک سردرات کو جس میں زبردست آندھی چل رہی تھی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ نجد کے ایک درے میں آئے اور آپ نے محافظ منتخب کرنے کو کہا، آپ نے فرمایا۔ آج شب کون ہماری حفاظت کرے گا؟ حضرت عباد بن بشر اور حضرت عمار بن یاسر نے اٹھ کر کہا، ہم آپ کی حفاظت

لے عباد بن بشر بن قیس بن زغیبہ اشجلی انصاری، آپ ان سابقوں الاولوں میں سے تھے جنہوں نے میرے (بانی) کے صحابہ بنے

کریں گے، پھر دونوں نے دوسے کے دہانے پر چوکی قائم کر لی، حضرت عباد بن بشر نے حضرت عمار بن یاسر سے کہا، میں رات کے پہلے جھٹتے میں آپ کو کفایت کروں گا، آپ اس کے آخری (یعنی صفحہ گذشتہ) کے پنے سفر اسلام (حضرت مصعب بن عمیر) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا، آپ نے تخریج کے سرور حضرت سعد بن عبادہ سے پہلے اسلام قبول کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اور حضرت خذیفہ بن عقیل بن ربیعہ کے درمیان مواہات کرانی، آپ فضل و شرف کی چوٹی پر تھے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں، میں انصار ایسے ہیں کہ کوئی بھی فضیلت میں ان سے آگے نہیں بڑھ سکا اور وہ سب کے سب نبی عبداللہ شہل سے ہیں (حضرت انس بن حفصہ.... حضرت عباد بن بشر اور حضرت سعد بن عبادہ کی مناقب) حضرت عباد بن بشر، نبوی مناقبوں کے سالار تھے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں بدر و احد اور خندق وغیرہ میں شرکت کی ہے اور آپ شیطان کعب بن اشرف کے قتل میں بھی شریک تھے اسی طرح حضرت عبید (عزودہ) کوک میں بھی نبوی مناقبوں کے سالار تھے، ابن سعد نے اپنے طبقات میں بیان کیا ہے کہ حضرت عباد بن بشر نے بارہویں سال معرکہ یمامہ میں ۳۵ سال کی عمر میں شہادت پائی اور حضرت عباد بن بشر چوٹی کے بہادر اور شجاع تھے،

حضرت ابو سعید خدری نے بیان کیا ہے کہ یمامہ کے روز میں نے حضرت عباد بن بشر کو دیکھا آپ چلا رہے تھے، چناؤ کرو، چناؤ کرو، پس انہوں نے انصار کے چار سو جوانوں کو چناجی میں کوئی دوسرا شخص شامل نہ تھا ان کے آگے آگے حضرت عباد بن بشر حضرت ابو دجانہ اور حضرت العلاء بن مالک تھے حتیٰ کہ یہ بارخ کے دروازے پر پہنچ گئے، ابو سعید کذاب کی گمان کا ہیڈ کو اظہر تھا اور انہوں نے شدید جنگ کی اور حضرت عباد بن بشر قتل ہو گئے رحمہ اللہ، اور میں نے آپ کے چہرے پر بہت عزت دیکھی اور میں آپ کو صرف آپ کے جسم کے ایک نشان سے پہچان سکا،

حصے میں مجھے کفایت کریں، پس حضرت عمار سو گئے اور حضرت عباد کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور دشمن کا ایک آدمی، پڑاؤ کے قریب ہی انتظار کر رہا تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے بغیر واپس نہیں آئے گا یا آپ کے اصحاب کا خون بہائے گا، پس جب اس نے حضرت عباد کی پرچھائی دیکھی تو کہنے لگا یہ لوگوں کا محافظ ہے، پس اس نے آپ کی طرف تیر سیدھا کیا جو آپ کو لگا، پس حضرت عباد نے اس تیر کو نماز چھوڑے بغیر نکال کر پھینک دیا، تو اس نے آپ کو دوسرا تیر مارا، تو آپ نے اسے بھی نکال دیا اور اپنی نماز میں مسلسل مصروف رہے، پس جب خون نکلنے سے آپ پر کمزوری غالب آگئی تو آپ کو خدشہ ہوا کہ آپ بے ہوش ہو جائیں گے اور فوج کسی محافظ کے بغیر رہ جائے گی، سو آپ نے حضرت عمار کو جگایا اور آپ سے معذرت کرتے ہوئے کہنے لگے، اگر مجھے اس سرحد کے ضیاع کا خطرہ نہ ہوتا، جس کی حفاظت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے تو میں واپس نہ جاتا، خواہ میری جان جاتی رہتی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف واپسی

غزوہ ذات الرقاع کی فوجی کارروائی میں پندرہ دن صرف ہوئے، اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ واپس آگئے اور آپ نے اپنے آگے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو جس کا نام جمال بن سراقہ تھا، آپ کی آمد اور اسلامی فوج کے صحیح سلامت اور کامیاب واپس آنے کی بشارت دینے کیلئے بھیجا۔ اور اس غزوہ کو (غزوہ ذات الرقاع) کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ عطفان کے

ملاتے ہیں اسلامی فوج جس پہاڑ پر اترتی اس کے ارد گرد کئی رنگوں کی زمین تھی، جو بیویوں کی مانند تھی، اس میں سُرخ، سفید اور سیاہ قطعے تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اس نام سے اس لیے موسوم ہو گئی کہ فوج کے بہت سے جوان برہنہ پاتھے، ان کے پاس کوئی جوتا نہ تھا، اور جب برہنہ پائی نے انہیں تکلیف دی تو انہوں نے اپنے پاؤں پر چلیتھڑے لپیٹ لیے۔

(۵) بدر کی دوسری جنگ شبانہ

معرکہ اُحد کے بعد اور غزوہٴ احزاب سے قبل، مسلمانوں نے اپنے دشمنوں کے خلاف یہ پانچواں دستہ تیار کیا اور اس دستے کا مقصد مکہ کے مشرک پڑاؤ کو چیلنج کرنا اور اس وعدہ کو پورا کرنا تھا، جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے زعمیم اور سالار ابوسفیان بن حرب سے اُحد کے روز کیا تھا۔

اور یہ واقعہ یوں ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے اُحد کے روز پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر (مسلمانوں کو چیلنج کرتے ہوئے)، بلند آواز سے پکارا تھا کہ سال کے سرے پر بدر الصغیر ہمارے اور تمہارے درمیان طاقت کرنے کی جگہ ہے، ہم وہاں طاقت کر کے جنگ کریں گے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب سے سنر یا یاد کرو۔ ہاں اگر اللہ نے چاہا، اور اس بات پر وہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

اور فریقین، بدر میں، دوسرے معرکے میں حصہ لینے کے لیے تیاریاں کرنے لگے۔ اور اگر مکی فوج کا سالار عام، ابوسفیان مکہ سے (بدر کی جانب)، اپنی فوج کے ساتھ، جس کے جوانوں کی تعداد تین ہزار جانبازوں تک پہنچی ہوتی تھی، دعاگئی کے بعد کمزوری اور بُزدلی دکھانا تو متوقع تھا کہ جانبین کی دونوں فوجوں کی ضخامت کی وجہ سے، جہتیں دونوں نے معرکہ میں حصہ لینے کے لیے بھیجا تھا، یہ معرکہ بدر کے پہلے معرکے سے خروناک اور سخت

ہوتا۔ پس وہ منطقہ اقصیٰ کو طے کرنے سے قبل ہی اس فوج کے ساتھ مکہ واپس آ گیا۔
 اور مدنی فوج، جو پندرہ سو جانباڑوں پر مشتمل تھی، اس نے حضرت نبی کریم کی کمان
 میں بدر کی جانب مارچ کیا اور وہ مسلسل بڑھتی گئی، حتیٰ کہ بدر میں اتر کر اس بات
 کو پورا کرنے کے لیے جس کا وعدہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے روز کی فوج
 کے سالار عام سے کیا تھا، اس میں پٹاؤ کر لیا۔

مشرک سے جان چھڑانے کے لیے ابوسفیان کے داؤ پیچ

چونکہ ابوسفیان نے ہی مسلمانوں کو چیلنج دیا تھا اور ان سے — اس وقتی فتح کے
 نشہ کے زیر اثر جسے اُحد میں اس نے حاصل کیا تھا — بدر میں کی فوج سے ملاقات کرنے
 کی اپیل کی تھی — پس جب اس سے اس کو کھلی فتح کا نشہ دور ہوا تو اس کے بعد اس
 نے اپنے آپ پر لازم قرار دیا کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کرے اور اور کی فوج کے ساتھ
 مدنی فوج سے بدر میں مقررہ میعاد پر ملاقات کرے۔

لیکن وہ ایک ذمہ دار سالار کی طرح نتائج کا اندازہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی ملاقات
 سے ڈر گیا، اور اسے اس بات کی شدید خواہش تھی کہ یہ ملاقات نہ ہو، مگر اسے یہ یقین
 تھا کہ اسلامی فوج کے سالارِ اعلیٰ (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز وعدہ خلافی
 نہ کریں گے اور آپ ضرور وعدہ پورا کرنے کے لیے منطقہ بدر کی طرف بڑھیں گے۔
 اس لیے ابوسفیان (جنہوں نے فوج کے مدینہ سے مارچ کرنے سے قبل) مسلمانوں
 کو خوفزدہ کرنے کے ارادہ سے ماؤ پیچ کرنے کے لیے تیار ہو گیا، کہ شاید وہ بدر کی طرف
 خروج کرنے سے باز آجائیں اور اس کا مقصد پورا ہو جائے اور عربوں کو پتہ ہی

پہلے کہ وہ جنگ سے پیچھے ہٹ گیا ہے۔

اسی نے مسلمانوں کے درمیان یہ خبر مشہور کرتے کے لیے آدمی بھیجا کہ قریش
یہ ایسی فوج کے ساتھ بدر کی طرف گئے ہیں کہ ضخامت و تنظیم کے لحاظ سے جزییرہ
رب نے اس کی مثل نہیں دیکھی، اور یہ کاروائی مسلمانوں کو روکنے اور ان کے دلوں
میں رعب ڈالنے کے لیے تھی۔

بوسفیان کا نعیم بن مسعود کو افواہ اڑانے کیلئے کرایہ پر لینا

اور مکہ کے سردار ابوسفیان نے اس مہم کے قیام کے لیے ایک شخص کو کرایہ پر لیا، جس
کا نام نعیم بن مسعود تھا، اور ابوسفیان نے اُسے کہا کہ اگر وہ اس مہم کے لیے تیار ہو تو اس
کے بدلے میں اُسے بیس اونٹ ملیں گے، اس نے اسے کہا:

مجھے خیال آیا ہے کہ میں نہ نکلوں، اور میں اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم نکلیں اور میں نہ نکلوں.... یہ بات مسلمانوں کو مزید جرات دلا دے گی،
میرے طرف سے وعدہ خلافی ہونے کی نسبت مجھے ان کی طرف سے وعدہ خلافی کا
بہت زیادہ پسند ہے، پس تم مدینہ جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ ہمارے پاس بہت فوج ہے
انہیں ہمارے مقابلے میں کوئی طاقت حاصل نہیں ہے اور تمہارے لیے میرے
ساتھ اونٹ ہیں، میں وہ تمہیں سہیل بن عمرو کے ذریعے دے دوں گا۔

ابوسفیان نے جو اسے اونٹ دینے کا وعدہ کیا تھا، جب سہیل بن عمرو، نعیم بن مسعود
یہ ان کا ضامن بن گیا تو اس کے بعد نعیم مدینہ چلا گیا، اور وہ ابوسفیان کی افواج کی کثرت
افواہ مسلمانوں میں پھیلانے لگا، اور مدینہ میں مسلمانوں کے درمیان اس کے لیے چکر

میں کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھیے۔

لگانے لگا، حتیٰ کہ اس کی افواہ نے مسلمانوں کے دل پر بڑا اثر ڈالا اور اس بارے میں یہود اور منافقین نے بھی اس کی مدد کی۔

افواہ سے مسلمانوں کا متاثر ہونا

نعیم بن مسعود کی افواہ نے مسلمانوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا، حتیٰ کہ خروج کے بارے میں ان کی نیت باقی نہ رہی لہٰذا اور مدینہ میں یہ بات پھیل گئی اور یہود اور منافقین بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس فوج سے نہیں نکال سکتے۔ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کو اس افواہ کے سنتے اور مسلمانوں کے روکنے سے غصہ آگیا، اور وہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اور بدر کی طرف آپ کو خروج کی ترغیب دیتے ہوئے آئے تاکہ مشرکین ان کا لالچ کر لیں، ان دونوں نے آپ سے کہا:

یا رسول اللہ... بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد کرنے والا اور اپنے دین کو عزت دینے والا ہے اور ہم نے لوگوں سے وعدہ کیا ہے، ہم اس سے پیچھے ہٹنا پسند نہیں کرتے اور وہ اسے بزدلی سمجھیں گے، پس آپ ان کی وعدہ گاہ پر چلیے اور قسم بخونہ اس میں بہتری ہے، پس حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوش ہو گئے اور آپ نے اعلان فرمایا کہ آپ بدر کی طرف جانے والے ہیں، آپ نے فرمایا — اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ گیا تو میں ضرور ہاؤں گا، پھر آپ نے بھرتی کا اعلان کر دیا، پس مسلمانوں کو نعیم بن مسعود کی افواہ کے نتیجے میں جو خوف لاحق ہو گیا تھا، اللہ نے اسے دور کر دیا اور مسلمان ہتھیار اٹھانے میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے اور ان میں سے پندرہ سو کے قریب جانا نہ جمع ہو گئے، اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بدر کی طرف مارچ کیا۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا جھنڈا امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کو عطا فرمایا۔

مدینہ کا نائب امیر

مدینہ پہنچنے سے قبل، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سرکار جاری کیا، جس کے بموجب آپ نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کو اپنی غیر مہتری کے دوران اپنی نیابت میں مدینہ کا امیر مقرر کیا۔

اور اسلامی فوج (عملاً) مقررہ دن کو بدر پہنچ گئی اور مکہ فوج کے انتظار میں وہاں آگے راتوں تک پڑاؤ کیے رہی، جیسا کہ فریقین کے درمیان طے ہوا تھا، لیکن مکہ فوج کے قائدین نے مسلمانوں کی طاقت کرنے سے بزدلی دکھائی اور ان کے ساتھ تصادم کرنے سے ڈر گئے، حالانکہ ان کی افواج، مسلمانوں کی افواج کے مقابلہ میں جو ان سے جنگ کرنے کو تھیں تھیں، دو گنی تھیں۔

مکہ فوج کا معرکہ سے پیچھے ہٹنا

ابو سفیان مکہ فوج کے ساتھ گیا، مگر اس فوج کے قائدین نے رخصت کی اس معنی و اگرہ کے ذریعہ اکثر جو مسلمانوں کی جانب سے ان کے دلوں میں پڑ گئی تھی (سلامتی کو ترجیح دی اور بدر کی جانب کئی مراحل طے کرنے کے بعد انہوں نے فوج کے ساتھ مکہ واپس جانے کا فیصلہ کر لیا اور حسفان مقام سے وہ مکہ واپس آ گئے، اس جگہ پہ مکہ فوج کے قائدین اور زعمارانے میٹنگ کی، اور ان کی میٹنگ کا اختتام اس تجویز پر

۱۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کے حالات ہماری کتاب غزوہ ہند میں دیکھیے۔

ہوا، جو فوج کی واپسی اور بدر کی طرف مسلسل بڑھنے سے رک جانے کا فیصلہ کرتی تھی اور جس محبت سے انہوں نے اس واپسی کا جواز نکالا، وہ یہ تھی کہ جنگ کے لیے حالات نامناسب ہیں، کیونکہ یہ قحط اور خشک سالی کے حالات ہیں، جو مناسب نہیں، اور اس قسم کی ضعیف فوج کے لیے حالات مناسب نہیں، جس پر ۲۵۰ میل سے زیادہ کا سفر کرنا واجب ہے

فوج میں ابوسفیان کی تقریر

مکی فوج کا سالارِ عام رابو سفیان بن حرب (فوج میں تقریر کرنے اور مکہ کی طرف فوج کی واپسی کا اعلان کرنے اور مسلمانوں کے ساتھ ملاقات کی اجازت کرنے اور اسباب کی شرح کرنے کے لیے کھڑا ہوا، اس نے کہا:

اے گروہ قریش! تمہارے لیے سیر سبز سال ہی مناسب ہے جس میں تم درختوں کو چراتے ہو اور دودھ پینے ہو اور تمہارا یہ سال خشک سال ہے اور میں واپس جانے والا ہوں، پس تم بھی واپس چلے جاؤ۔

پس فوج نے احکام کی اطاعت کی اور وہ تباہ کن شکست پر واپسی کی عمار کو ترجیح دیتی ہوئی اسما سے سے واپس آگئی، جس راستے سے گئی تھی، اور اگر وہ بدر میں مسلمانوں سے ملاقات کی جرات کرتی، تو وہ اس شکست کے نزول کی توقع رکھتی تھی۔

اور مسلمانوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے فیصلہ کن معرکہ میں حصہ لینے کے لیے مکی فوج کے انتظار میں آٹھ اتوں تک ٹھہرائے رکھا، لیکن جب انہیں مکی فوج کے پسپا ہونے اور جنگ سے پیچھے ہٹنے اور عسکان سے مکہ کو واپس چلے جانے کی خبر ملی تو وہ بھی مدینہ واپس چلے گئے، اور اسلامی فوج نے بدر میں پہنچنے سے ان بڑے آثار کا آخری اثر بھی مٹا دیا۔ جو گذشتہ سال معرکہ اُحد میں مسلمانوں کی سرنگونی نے چھوڑے تھے۔

اُحد کی شکست کے آثار کا مٹنا

مدینہ سے اسلامی فوج کا بدر تک مارچ کرنا ایک شاندار کامیاب ماؤ پیج ہے جس سے اس نے اپنے وجود کا اثبات کیا اور دشمنانِ اسلام کو (مدینہ کے اندر اور باہر) تیا طاع دلیل دی کہ وہ نہ صرف منطقہ یشرب میں بلکہ تمام جزیرہ عرب میں بڑی خوفناک فوج بن گئی ہے۔

اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ کئی فوج جو جزیرہ کی افواج سے کثرت تعداد اور قوت تنظیم اور اسلحہ کی عمدگی کے لحاظ سے سب سے بڑی فوج ہے، اسلامی فوج سے ڈر گئی ہے اور اس سے جنگ کرنے سے پیچھے ہٹ گئی ہے، حالانکہ اس سے قبل وہ سابق میعاد کے یوحب اس کی ملاقات کو گئی تھی، جسے کئی فوج کے سالارِ عام نے (جیلنج کرتے ہوئے) خود مقرر کیا تھا۔

بلاشبہ بدر کا دوسرا دستہ جس کی کمان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ایک پُر شور جیلنج اور بُت پرست قریش کے پڑاؤ کو ذلیل کرنے والا تھا۔ اسی طرح وہ تمام قبائلِ عرب جو دشمنانِ اسلام تھے کے لیے — جن کو اُحد کی مصیبت کے بعد مسلمانوں پر حملہ کرنے کی سوجھی تھی — اربابِ دناویب کے قائم مقام بن گیا، پس قریش نے خاموشی اختیار کر لی اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اس دستے کے تیار کرنے کے بعد، جسے وہ بدر تک لے گئے، کوئی فوجی کارروائی نہیں کی، حتیٰ کہ اترتاب کے فیصلہ کن معرکے تک جس میں عرب کے اکثر مشرک قبائل نے شرکت کی تھی، کوئی کارروائی نہ کی، اسلامی فوج نے بدر تک جو بڑے ماؤ پیج اختیار کیے ان کی کامیابی کی دلیل یہ ہے کہ وہ دُور دراز علاقہ جو مدینہ سے بدر تک اور اس کے ارد گرد تک پھیلا ہوا ہے وہ مسلمانوں کی جنگ سے لڑنے لگا، حالانکہ اس سے

قبل اس کے زعماد انہیں تباہ کرنے کے لیے سامان تیار کر رہے تھے اور یہ بات یوں ہے کہ عنشی بن عمرو الغزری جو منطقہ بدر کے قبائل کا ایک سردار تھا، وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جبکہ آپ وہاں مکی فوج کے انتظار میں بٹاؤ کیسے ہوئے تھے، اس نے آپ کی نبض چھوتے ہوئے اور حجت باز کی طرح (آپ سے کہا۔

”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ اس پانی پر قریش سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔ یعنی بدر کے پانی پر جو بنی منقرہ کی زمینوں میں واقع ہے۔؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اور اپنی فوج کی طرف سے بڑے پُراختیاد لہجے میں اسے جواب دیا،۔ ہاں اے ضمری ادا اگر تو چاہے تو ہم اس مہد کو تجھے واپس کیے دیتے ہیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے، پھر ہم تلواروں کے ساتھ تجھ سے جنگ کریں گے، حتیٰ کہ اللہ ہمارے اور تیرے درمیان فیصلہ کر دے۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔۔ مکرکہ بدر سے قبل۔۔ بنی منقرہ کے قبائل کے ساتھ عدم جارحیت کا ایک معاہدہ کیا تھا اور یہ اس وقت ہوا جب آپ ہجرت کے پہلے سال منطقہ (ردوان) میں ایک گشتی ریکی (RECE) سے کے ساتھ قیام پذیر تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی منقرہ کے قبائل کے سردار کو یہ جواب، جس میں آپ نے اس معاہدہ کو ختم کرنے کی پیشکش کی جو آپ کے اور بنی منقرہ کے درمیان تھا اس علاقے میں سنا یا پھر جو ان قبائل کے مسلح جوانوں سے جو جہن مارتا ہے۔ لیکن بنی منقرہ کے سردار (عنشی بن عمرو) نے خوف اور مطلق کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، نہیں، قسم بخدا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی عسکری قوت اس

مدن تک پہنچ چکی تھی کہ وہ ان قبائل کی کسی قوت سے نہیں ڈرتے تھے اور یہ کہ اُحد کی سرنگونی کے تمام آثار مٹ چکے تھے۔

غزوہ دومتہ الجندل (محرّم ۳ھ)

یہ دومتہ الجندل، جزیرہ عرب کی شمال مغربی طرف، شام کے نزدیک واقع ہے اور مدینہ سے سولہ راتوں کے فاصلہ پر اور دمشق سے پانچ راتوں کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور دومتہ الجندل کا یہ غزوہ، چھٹا فوجی دستہ ہے، جسے مسلمانوں نے معرکہ احزاب سے قبل اور غزوہ اُحد کے بعد تیار کیا اور اس دستے کے بھینجے کا سبب یہ تھا کہ نبوی فوج کی اینٹیل جنس نے کچھ معلومات حاصل کیں جن کا حاصل یہ تھا کہ دومتہ الجندل کے قبائل، مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھے کر رہے ہیں اور وہ لوگوں کو خوفزدہ کرتے ہیں اور رہتی کرتے ہیں اور جو ان کے پاس سے گزرتا ہے ان پر ظلم کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدیم دستور کے مطابق جو سرعت کے ساتھ معرکہ کو اعراب کی تادیب کے لیے اودمان پر اچانک حملہ کرنے کے لیے ان کے میدانوں میں منتقل کرنے کا تھا، ایک ہلکی سی فوج تیار کی جو ایک ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی، آپ اسے جلدی بے دومتہ الجندل کی طرف لے گئے۔

چونکہ مسلمانوں دور دراز راستوں سے ناواقف تھے اس لیے انہوں نے ایک حدی کو جو ان علاقوں کا تجربہ کار تھا اور اس کا نام مذکور تھا، دومتہ الجندل کی طرف لاہنا بنا لیا۔

مدینہ کا نائب امیر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ چھوڑنے سے قبل ایک حکم صادر فرمایا

جس کے بموجب حضرت سباع بن عرفطہ غفاری کو آپ نے اس غزوہ سے واپس تک اپنی نیابت میں مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ انتہائی ممکن سرعت سے مارچ کیا تاکہ آپ اکٹھے ہونے والے دشمنوں کو اچانک پکڑ لیں، اور آپ اس دستہ کے مزید اخفا کے لیے رات کو چلتے اور دن کو چھپتے ہوئے اکٹھ کی جگہ پہنچ گئے،

لیکن دومتہ الجندل میں جمع ہونے والوں کی انیسلی جنس نے انہیں مسلمانوں کے مارچ کی خبر ان کے پہنچنے سے تقریباً ایک دن قبل پہنچا دی۔ اور دومتہ الجندل میں جمع ہونے والے ان اعراب کو جب صرف اتنا ہی علم ہوا کہ اسلامی فوج ان کے علاقے کے نزدیک آگئی ہے، تو ان پر خوف و رعب طاری ہو گیا اور وہ سرعت کے ساتھ متفرق ہو گئے، اور اپنی منازل کو چھوڑتے ہوئے اپنی جانوں کو لے کر بھاگ گئے۔ اور عذری راہنما نے ان چراگا ہوں تک مسلمانوں کی راستہ نئی کی جہاں میں بنی تیمم کے چرتے والے مویشی تھے پس فوج نے اچانک ان چراگا ہوں پر حملہ کر دیا اور اس نے بہت سے مویشیوں پر قبضہ کر لیا اور چراگا ہوں سے جہاں تک ہو سکتا تھا وہ مویشیوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

دستے کی کامیابی

پھر فوج نے مسلسل اپنی پیش قدمی جاری رکھی، حتیٰ کہ وہ دشمن کی منازل میں پہنچ گئی، ملہ سباع بن عرفطہ غفاری، اور آپ کو کئی بھی کہا جاتا ہے، امام بخاری نے تاریخ الصغیر میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں مدینہ آیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ میں تھے اور آپ نے حضرت سباع بن عرفطہ کو مدینہ کا نائب مقرر کیا اور ہم صبح کی نماز میں آپ کے ساتھ شامل ہوئے اور ہم نے آواز بلند کی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دوبارہ مدینہ کا امیر مقرر کیا۔

اور اس نے وہاں کسی آدمی کو نہ پایا اور اس نے وہاں کئی روز تک پڑاؤ کیا اور ان کے شکست خوردوں کے تعاقب میں گشتی فوجی دستے بھیجے اور وہ علاقے میں پھیل گئے، لیکن انہوں نے دیکھا کہ وہ پہاگندہ ہو گئے ہیں اور ردپوش ہو گئے ہیں اور گشتی دستوں کو صرف ایک شخص ملا جسے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے، آپ نے اس سے اس کی قوم کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے آپ کو بتایا کہ وہ فوج کے پہنچنے سے ایک روز قبل بھاگ گئے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گیا

دستے کا دور رس مقصد

اور یہ مستبعد نہیں کہ اس فوجی دستے سے جس کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو مہینے تک سولہ راتوں میں گئے، آپ کا مقصد ان رومیوں کو خوفزدہ کرنا ہو جو اس منطقہ میں ہیں، جس تک آپ اپنی فوج کے ساتھ ان کی حدود پر پہنچے اور وہ ان کی حکومت کے دوسرے دارالخلافہ دمشق سے پانچ راتوں کی مسافت پر ہے۔

بلکہ واقدی نے اپنے معاذی میں اسے حکم طرد پر بیان کیا ہے، جیسے کہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اسے روایت کی ہے، آپ کا بیان ہے کہ محمد بن عمرو الواقدی نے اپنے استاد سے اپنے شیوخ سے بحوالہ سلف کی ایک جماعت کے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرہی شام کے نزدیک ہونا چاہا آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ بات قیصر کو خوفزدہ کر دے گی۔

حملے کی مدت

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً پچاس دنوں کی غیر جانبری کے بعد اس غزوہ سے واپس آ گئے، اور آپ نے غزوہ دو مہینے بدل سے واپسی کے دوران فزاری سردار

رحمہ بن حصن) سے عدم جارحیت کا معاہدہ کیا اور اس مصالحت کے بموجب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن کو اجازت دی کہ وہ مسلمانوں کے ماتحت زمین میں جو مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے، مویشی چرایا کرے، کیونکہ اس فزاری سردار نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجد میں فزارہ کی زمین کے بے آب و گیاہ ہونے کی شکایت کی تھی،

غزوہ بنی المصطلق (کریم شہان ۳۶ھ)

بنو المصطلق، حجاز کے خزاعہ کا ایک بطن ہیں، جن کی منازل قدیمہ کی جانب مدینہ سے تقریباً ایک سو ستر میل کے فاصلہ پر ہیں، اور اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ اسلامی اینٹلی جنس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خیر دی جس کا حاصل یہ تھا کہ بنی المصطلق کا سردار (الحارث بن ابی العزرا) اپنی قوم کو اور اپنے قریبی اطاعت گزار قبائل عرب کو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھا کر رہا ہے اور اس نے بڑی افواج اکٹھی کر لی ہیں جن سے وہ مدینہ سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرعت سے کام لیا اور اپنی اینٹلی جنس کے

سے ۱۰۰ بنو المصطلق (ان قطان خزاعہ کا بطن ہیں جو سد مارب کے گرنے کے بعد یمن سے دُور پٹے گئے تھے) اور المصطلق کا نام، فقیر بن سعد بن عمرو بن ربیعہ ہے اور جاہلیت میں ان کے ہذیل ہدنانہ کے ساتھ مشہور معرکے ہوئے تھے۔

۳۶ھ: الحارث بن ابی ہزار بن نبیب بن عائذ بن مالک بن المصطلق الخزاعی، یہ اس ناکام معرکہ میں اس عظیم قبیلے کا سالار تھا اور یہ اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا والد ہے، غزوہ بنی المصطلق کے بعد یہ مسلمان ہو گیا اور حسن اسلام سے آراستہ ہوا۔

ایک ذہین اور تجربہ کار آدمی کو بھیجا کہ وہ آپ کے لیے حقیقت الامر کو دریافت کرے اور جو خبر آپ کو ملی ہے اس کے متعلق معلوم کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور اس مہم کے لیے حضرت بریدہ بن المصیبؓ سلمیٰ کو منتخب کیا گیا۔

اور نبویؐ ایٹلی جنس کے آدمی نے مدینہ چھوڑنے سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپیل کی کہ جب وہ اپنی مہم کی ادائیگی کے دوران دشمن کے علاقے میں مجبور ہو جائے، تو اسے آپ دشمن کے خلاف جھوٹ بولنے کی اجازت دیں، تو آپ نے اسے منورۃً اس کی اجازت دے دی، اس قسم کے مواقف میں ایٹلی جنس کے آدمی کو ایسی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اور نبویؐ ایٹلی جنس کا جاسوس (حضرت بریدہؓ) انتہائی سرعت کے ساتھ چلا اور اسی سٹوڑے ہی دن گزرے تھے، کہ وہ بنی المصطلق کے خیوں میں تھا اور اس نے مناسب جگہ کے بعد خبر کو درست پایا اور اس نے حقیقت کو اس کے سرچشمہ سے حاصل کیا اور اس نے فوج کے سالار الحارث بن ابی مزارہ سے ملاقات کی اور اس نے کسی اور نام سے اور کسی دوسرے قبیلے کی طرف غصوب ہو کر اسے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لیے فوج میں شامل ہونے کے لیے آیا ہے اور اس نے عارث سے پوچھا کہ وہ مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے کا پختہ عزم کیے ہوتے ہے؟ تو اس نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا، ہم اس بات پر قائم ہیں، آپ اپنے اصحاب کے

لے بریدہ بن المصیب بن عبد اللہ سلمیٰ، ابھاسکن نے بیان کیا ہے کہ آپ اس وقت مسلمان ہونے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجاز ہونے کی حالت میں آپ کے پاس سے غیم سے گزرے، آپ فضل و صحابہ میں سے تھے، اور صحابہ میں سے ہے کہ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں سوار جنگیں کیں اور آپ اسلامی فتوحات کے قائدین میں سے تھے، آپ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان کی خلافت میں خراسان سے جنگ کی اور یزید بن معاویہ کی خلافت میں وفات پائی۔

ساتھ جلد ہمارے پاس آئیے، پس حضرت بریدہ نے اسے اس بات پر چھوڑتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا کہ وہ فوج کے ساتھ شامل ہونے کے لیے اپنی قوم کو لاتے گا، پھر آپ نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور واپس آگئے۔

حضرت بریدہ اپنے گھوڑے پر اڑتے ہوئے نہایت سرعت کے ساتھ مدینہ پہنچے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات کی اطلاع دی اور جو کچھ آپ نے دیکھا اس کی تفصیل سے بھی آپ کو آگاہ کیا، پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افواج کو جمع کیا اور احکام کیا کہ آپ بنی المصطلق کے دیار کی طرف ان کی ضرب و تادیب کے لیے جا رہے ہیں، سو سرعت سے جہتی مکمل ہوئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ جس میں ثاقب کے لیے تیس گھوڑے بھی تھے مدینہ سے روانہ ہو گئے۔

مدینہ کا نائب امیر

اور آپ نے مدینہ چھوڑنے سے قبل، حضرت زید بن حارثہ کو اس کا امیر مقرر کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی المصطلق پر حملہ کرنے والی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

(ا) حباب بن علی..... ان کا جھنڈا آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا۔

(ب) انصار..... ان کا جھنڈا آپ نے خذرج کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ

عنہ کو دیا۔

منافقین — فوج میں

اور اس راستہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ تیزی سے چلے تاکہ بنو المصطلق کو اچانک پکڑ لیں، اور مارچ کے دوران اس فوج کی اینٹلی جنس نے

ایک مشتبہ آدمی کو گرفتار کر لیا۔ اور اُسے سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتے اور اس سے جواب طلبی کرنے پر واضح ہوا کہ وہ دشمن کا جاسوس ہے، جسے بنی المصطلق کے سردار نے اسلامی فوج کی کلوا بیوں اور حالات کے معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہے، اس سے جواب طلب کرنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاسوس پر اسلام پیش کیا تو اس نے انکار کیا، تو آپ نے اسی وقت اس کے قتل کا حکم دے دیا، اور حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم سے (تلوار کی ضرب سے) اس کے قتل کرنے کی ذمہ داری لی، اور بنی المصطلق کی فوج کے سالار کو بھی اپنے جاسوس کے قتل ہونے کا علم ہو گیا، جس سے وہ گھبر گیا، اور ان قبائل کے درمیان جاسوس کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی، جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے الحارث کے پاس جمع ہوتے تھے، اور انہیں یہ خبر بھی ملی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ ان پر حملہ کرنے کو ہیں، پس وہ بہت خوفزدہ ہو گئے، اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ، جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے، سارث سے الگ ہو گئے،

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مدح مسلسل جاری رکھا، حتیٰ کہ آپ نے ربیعہ میں ان کے اکٹھ کے مقام پر جو بچہ احمد کے ساحل کے نزدیک ہے ان کے پانی پر سے المریض کو کہا جاتا ہے، اچانک حملہ کر دیا اور وہاں پڑاؤ کر لیا۔

ہم مراد اطلاع میں (پیش پھر ذہب اور نعی) یا ساکن اور نس" مہد کسورہ اور دوسری نعی" اور آخری "ع" مہد کے ساتھ بیان ہوا ہے، اور لبعق نے اسے "ع" صحیحہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔
قدیمی کی جانب ساحل تک ایک پانی ہے، یہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی المصطلق سے جنگ ہوئی۔

معرکہ آرائی اور دشمن کی شکست

ذیقین کے صفت بند ہونے کے بعد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ کے سگنل سے قبل آپ نے حضرت عمر بن الخطاب کو حکم دیا کہ وہ بنی المصطلق کو آواز دے کہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیں تاکہ وہ اموال اور خون کو محفوظ کر لیں، حضرت ابی الخطاب نے کھڑے ہو کر آواز دی — اے بنی المصطلق، لا الہ الا اللہ کہو اس کے ذریعے تم اپنے اموال و انفس کو محفوظ کر لو گے — سو انہوں نے کفر و حرب کے سوا، سب باتوں سے انکار کر دیا۔

پھر ذیقین نے ایک دوسرے پر تیر اندازی کی، اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حملے کا سگنل دے دیا اور مسلمانوں نے ان پر یکبارگی حملہ کر دیا، پھر ان کا گھیراؤ کر لیا اور ان میں سے کوئی ایک شخص بھی بھاگ نہ سکا اور جب ان میں سے دس آدمی قتل ہو کر گرے تو اس کے بعد ان سب نے قیدی بننا تسلیم کر لیا، پھر اسلامی فوج ان کی منازل پر اور جو کچھ ان میں تھا، قالیض ہو گئی اور جو گھوڑے، بکریاں اور اونٹ ان کے قبضے میں تھے انہیں ہانک لیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا۔

قیدی اور غنائم

اس غزوہ کی غنائم بہت زیادہ تھیں، اونٹوں کی قیمت دو ہزار اور بکریوں کی پانچ ہزار تھی، اسی طرح قیدی عورتوں اور بچوں کی تعداد سات سو تھی۔ جن میں بنی المصطلق کے سردار اور شکست خوردہ فوج کے سالار الحارث کی بیٹی جویریہ بھی تھی، اور جب اس کے پاس

نے اسی کا فدیہ دے دیا تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نکاح کیا اور وہ اور اس کا باپ دونوں مسلمان ہو گئے،

اور غنائم کے جمع کرنے اور مرد قیدیوں کو بیڑیاں ڈالنے کے بعد، میدان کارزار میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے مروجہ قانونِ حرب کے مطابق غنائم کو سپاہیوں کے درمیان تقسیم کیا۔

آپ نے سوار کو تین حصے دیتے، دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ اس کے مالک کا، اور پیادے کو ایک حصہ دیا، اور اس سے قبل آپ نے غنیمت کا خمس لے لیا تاکہ آپ مصطفتِ صلوات کے مطابق اور قرآن کی بیان کردہ نص پر عمل کرتے ہوئے اس میں تصرف کریں، اور وہ نص یہ ہے:

واعلموا انما فئمتکم والمساکین وابن السبیل (انفال، ۴۱)

(ترجمہ) جان لو کہ جو کچھ تمہیں غنیمت ملے اس کا خمس اللہ اور رسول اور قرآن تباروں اور یتیموں اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے۔

جو عورتیں اور بچے قیدی ہوتے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض کو احسان کر کے آزاد کر دیا اور بعض کا ان کے اہل نے فدیہ دیا یعنی ان کی آزادی کے لیے مال کی ایک معین رقم دی، پس بنی المصطلق کی تمام عورتیں جو قیدی ہوئی تھیں اپنے اہل کے پاس واپس چلی گئیں، صرف جویریہ بنت الحارث باقی رہی، جس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا۔

اور بنی المصطلق کے جو آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قید میں آئے تھے، آپ نے ان میں سے ایک کو بھی قتل نہیں کیا۔

تمام قیدیوں کی رہائی

اور جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

جو یہ یہ نسبت الحدیث سے نکاح کر لیا ہے، تو وہ بنی المصطلق کے بارے میں کہنے لگے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسراں ہیں، پھر جو مرد اور عورتیں ان کی قید میں بھی باقی رہ گئے تھے، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی خاطر سب کو آزاد کر دیا، اور بنی المصطلق میں سے جو لوگ بلا فدیہ آزاد ہوئے، وہ ایک سو گھرانوں کے تھے اور حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں۔ میں کسی عورت کو حضرت جویریہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے بابرکت نہیں سمجھتی، ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرنے سے ایک سو گھرانے آزاد ہوئے۔

منافقین کا فوج کے اندر فتنے کو ہوا دینا

قریب تھا کہ اس غزوہ بنی مصطلق میں مسلمانوں کے درمیان، جبکہ وہ دیار بنی مصطلق میں تھے، تباہ کن خانہ جنگی ہو جاتی، اور یہ واقعہ یوں ہے کہ غفار کا ایک شخص جس کا نام جہجہ تھا، مہاجرین کا حلیف تھا اور سنان بن دبر الجہنی، غزرج کا حلیف تھا، یہ دونوں ہانی پر لڑ پڑ سے اور غفاری نے مدد طلب کرتے ہوئے آواز دی ... اسے کناہ اور الجہنی نے آواز دی ... اسے انصار، اس موقع پر فریقین (انصار اور قریش) کی فوجیں آگئیں اور انہوں نے غصے سے ہتھیار بلند کیے، اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے جلتے وقوعہ پر نہ جاتے تو قریب تھا کہ خونریز معرکہ ہو جاتا، آپ نے اپنی معروف حکمت کے ساتھ اس فتنہ کو ختم کر دیا۔

آپ نے مسلمانوں کے اس اکٹھ میں جو کچھ ہوا تھا، اس کی بڑائی کرتے ہوئے فرمایا۔ اس جاہلیت کی بپکار کا کیا حال ہے؟ (یعنی اس روایتی قبائلی بات کا کہ اسے عدل

وہ کہنے لگے کہ مہاجرین کے ایک شخص نے انصار کے ایک شخص کو مدا ہے، آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو (یعنی جاہلی عنقریب کے دعویٰ کو) یہ ایک ممدار ہے جس نے جاہلیت کا آوازہ دیا، وہ جہنم کو بھرنے والا ہے، دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! خواہ وہ نماز پڑھے یا روزہ رکھے، اور اپنے آپ کو مسلمان خیال کرے؟ آپ نے فرمایا، خواہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے، اور اپنے آپ کو مسلمان خیال کرے۔

فتنہ کے سرخیل کی گفتگو

لیکن اس سرعت کے ساتھ اس خانہ جنگی کا خاتمہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کو جو مسلمانوں کی فوج میں موجود تھا، اچھا نہ لگا، اس نے اس قسم کے واقعہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان فتنہ کی آگ کو بھڑکانے کے لیے، منافقین کے واسطے ایک سنہری موقع سمجھا، لیکن یہ موقع ان دو آدمیوں کے باہم صلح کر لینے اور فریقین کے اپنے نبی علیہ السلام کی اصلاحی باتیں مان لینے کی وجہ سے ضائع ہو گیا، اس بات نے عبد اللہ بن ابی کو غصہ دلایا اور وہ پڑاؤ میں اپنی قوم خزرج کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا، اور ان میں حضرت زید بن ارقم بھی تھے۔ جو چھوٹے بچے تھے۔ اور وہ رخصت، عصبیت اور غیظ سے کہنے لگا، کیا مہاجرین نے ایسا کیا ہے، میں نے آج کی طرح کبھی ذلت نہیں دیکھی.... انہوں نے ہمارے ملک میں ہمیں مغلوب کر لیا ہے۔ ہم پر فخر کیا ہے، خدا کی قسم ہم نے مقابلہ کیا تو ان قریش کے گریبانوں کی وہ صورت ہو گی، جیسا کہ کسی پہلے نے بیان کیا ہے، اپنے کتے کو مڑا کر وہ تجھے کھا لے گا، قسم بخدا اگر ہم مدینہ کو واپس گئے تو سب سے معزز آدمی سب سے ذلیل

آدمی کو مزدیاسائے تکمال سے گا،

پھر رئیس المنافقین اپنی قوم کے موجودہ لوگوں کو — ان کے دلوں میں مہاجرین سے عداوت کے جذبہ کو بھڑکاتے ہوئے) کہتے لگا..... یہ سب کچھ تم نے اپنے ساتھ کیا ہے، تم نے اپنے ملک کو ان کے لیے مباح کر دیا اور ان کو اپنے اموال تقسیم کر دیئے اور قسم بچھا اگر تم ان چیزوں کو ان سے روک لیتے جو تمہارے قبضے میں تھیں تو وہ تم کو چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جاتے بلکہ

پھر اس عہدیت نے اس کا دوسرے منہ انصار کی طرف تھا، کہا، پھر جو کچھ تم نے کہا اس سے تم راضی نہ ہوئے، حتیٰ کہ تم نے اپنی جانوں کو موت کا نشانہ بنا دیا اور اس کی (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) حفاظت میں جنگ کی اور تم نے اپنے بچوں کو یتیم بنا دیا اور تم کم ہو گئے، اور وہ بڑھ گئے، پس تم ان پر خرچ نہ کرو، حتیٰ کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔

اور حضرت زید بن ارقم نے اسی وقت یہ اہم گفتگو جو رئیس المنافقین نے کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر بڑا غصہ آیا اور آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا، لیکن آپ نے (تا کہ شگاف وسیع نہ ہو جائے اور ازسرنو پٹاؤ میں فتنہ نہ پیدا ہو جائے) معاملے کو نرم کرنا چاہا، اور حضرت زید بن ارقم نے جو بات آپ تک پہنچائی تھی، اس کے بارے میں شک کا اظہار کیا اور حضرت زید کمسن جوان تھے) آپ نے انہیں فرمایا، اسے بچے شاید تو اس پر ناراض ہو گیا ہے حضرت زید نے کہا یا رسول اللہ قسم بخدا میں نے اس سے یہ بات سنی ہے..... آپ نے فرمایا — شاید تیرے کانوں کو غلطی لگی ہو۔

اور بچے کو اس کی قوم خزرج کے آدمیوں نے علامت کی اور اسے کہنے لگے تو اس قوم کے سردار کے متعلق جھوٹ بولتا ہے اور وہ باتیں کرتا ہے جو اس نے نہیں کہیں

حضرت زبیرؓ نے کہا خدا کی قسم اس نے جو کہا ہے میں نے سنا ہے، اور اگر میں اپنے باپ سے بھی یہ بات سُننا، تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتا، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر وحی نازل کرے گا، جو میری بات کے تصدیق کرے گی،

حکمت رسولؐ نے موقف کو پچھالیا

عبداللہ بن ابی، اپنی قوم خزرج کا سردار تھا اور اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے جو بغض و عداوت تھا، وہ آپؐ پر مخفی نہیں رہ سکتا تھا، لیکن آپؐ نے موضوع کو دست دینا پسند نہ کیا بلکہ فتنہ کے خوف سے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔

اور جب حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زمین المناقیقین عبداللہ بن ابی کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی — اور ابھی تک وہ دیار بنی المصطلق ہی میں تھے — تو آپؐ نے اس گزارش کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا، اسے ٹھہرا! اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جو لوگ بیان کریں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو بیان کرتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا، اگر آپ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اسے کوئی مہاجر قتل کرے تو کسی انصاری کو اس کے قتل کا حکم فرما دیجیے، مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے اتفاق نہ کیا بلکہ اس تجویز کو حضرت عمرؓ سے یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ..... اس کے لیے (اس صورت میں) شرب میں بہت سے جوان دھکیاں دیں گے — اس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ اس صورت میں عبداللہ بن ابی کا قتل مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کو ہوا دینے کا موجب بن جائے گا، اس لیے کہ آپؐ کو توقع تھی کہ خزرج کے بہت سے جوان اپنے سردار

عبداللہ بن ابی کے قتل ہونے کی وجہ سے ناراض ہو جائیں گے خصوصاً جب کہ ان میں سے بہت سے لوگ اس کے نفاق کی حقیقت سے واقف ہی نہیں ہیں

فیصلہ کن حکیمانہ قدم

علاوہ ازیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کے سالار اعلیٰ اور حکومت کے ذمہ دار سربراہ کی حیثیت سے جب موقف کے انقلاب اور عبداللہ بن ابی کی گفتگو کے نتیجہ میں خطرے کو بڑھتے دیکھا، اور یہ کہ اس نے پٹاؤ میں فتنہ کو ہوا دی ہے، تو آپ نے اس کے متعلق ایک سرسری فیصلہ کن قدم اٹھانے میں جلدی کی، جس سے آپ نے مشکل طور پر لوگوں کو اس بات میں دلچسپی لینے سے روک دیا، جو گذشتہ کل عبداللہ بن ابی نے کی تھی۔

آپ نے فوج کو مدینہ کی طرف جلدی سے مارچ کرنے کا حکم دیدیا، نیز یہ کہ فوج تقریباً تیس گھنٹے تک توقف کیے بغیر چلتی جائے، اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ تھک جائیں اور اس اہم موضوع کے متعلق بات کرنے کا موقع نہ پائیں، جیسے رئیس المنافقین نے دیار بنی المصطلق میں اٹھایا تھا۔

ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں بیان کیا ہے کہ — پھر اس روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ چلے، حتیٰ کہ شام ہو گئی اور رات کو بھی چلتے رہے، حتیٰ کہ صبح ہو گئی، اور اس دن کے پہلے حصے میں بھی چلتے رہے، حتیٰ کہ سورج نے ان کی گوشمالی کی، پھر آپ لوگوں کے ساتھ رُتر سے اور جو نہی وہ زمین کے ساتھ سس ہوئے، سوتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام اس لیے کیا تاکہ لوگوں کو اس بات سے غافل کر دیں جو گذشتہ کل عبداللہ بن ابی نے کی تھی۔

لے اس منافق کے حملات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھیے۔

خدا کی قسم وہ ذلیل ہے اور آپ معزز ہیں

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے تو اسید بن اہنیر آپ سے ملے۔ آپ تیز راج کے سردار تھے، انہوں نے آپ کو سلام نبوت کہا، پھر کہنے لگے یا بنی اللہ، خدا کی قسم آپ ایسے سخت وقت میں چلے ہیں کہ آپ کسی اس قسم کے سخت وقت میں چلا نہیں کرتے، آپ نے انہیں فرمایا: حضرت اسید آپ کے خاص اصحاب میں سے تھے، تمہارے دوست نے جو بات کی ہے کیا اس کا علم آپ کو ہوا ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کون سے دوست نے؟ آپ نے فرمایا: عہد اللہ بن ابی نے، انہوں نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا، اس کا خیال ہے کہ اگر وہ مدینہ کو واپس گیا تو بڑا معزز، بڑے ذلیل کو وہاں سے باہر نکال دے گا، انہوں نے کہا، یا رسول اللہ خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو اسے مدینہ سے نکال دیں، خدا کی قسم وہ ذلیل ہے اور آپ معزز ہیں، پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ اس سے نرمی کیجئے، خدا کی قسم اللہ آپ کو ہمارے پاس لایا تو اس کی قوم اس کی تاج پوشی کے لیے جو اہر بہد رہی تھی، اس کا خیال ہے کہ آپ نے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔

۱۔ آپ کے حالات ہماری کتاب "غزوہ بدر" میں دیکھئے، لکھ گیا گھٹکو جسے ابن اسحاق نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدایت کیا ہے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بچے حضرت زید بن ارقم کی بات پر جو اس نے عہد اللہ بن ابی منافق کی جانب سے آپ تک پہنچائی تھی، یقین تھا مگر آپ نے جانا کہ اس اہم موضوع کے بارے میں زیادہ باتیں نہ ہوں اور نہ جھگڑا بڑھے اسی لیے آپ نے حضرت زید بن ارقم سے فرمایا: — شاید تجھے اس پر اعتراض کیا ہے یا شاید تیرے کانوں کو غلطی لگی ہے پھر آپ نے فوراً کوچ کر لیا حکم دیدیا تاکہ لوگ اس اہم بات کو قبول نہ کریں۔

اور رئیس المنافقین کی جانب جو اہم اور قیصح بات منسوب کی گئی اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تحقیق نہ کی اور نہ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھایا۔ ہاں ابن ابی کی توم، خزرج کے سرداروں نے اس کے پاس آکر اسے کہا اسے ابواحبیاب جو بات تجھ سے رعایت کی گئی ہے، اگر تو نے کہی ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے متعلق بتا دے، وہ تیرے لیے استغفار کریں گے اور تو اس کا انکار نہ کر تیرے بارے میں وحی نازل ہوگی جو تیری تکذیب کر دے گی اور اگر تو نے وہ بات نہیں کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر معذرت کر لے، سواس نے اپنی قوم کے سامنے اللہ کی قسم اٹھاتی کہ اس نے ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں کی، پھر وہ چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے حلف اٹھانے لگا کہ حضرت زید بن ارقم نے جو باتیں آپ تک پہنچاتی ہیں، ان میں سے اس نے کوئی بات بھی نہیں کی۔

عقائد، جو انوں کو یوں بتا دیتے ہیں

اور اس عظیم منافق عبداللہ بن ابی کا ایک صالح اور نیک بیٹا تھا، جب اسے اپنے باپ کی خبیث بات اور نیز حضرت امین خطاب کے اس کے قتل کے بارے میں اجازت طلب کرنے کی اطلاع ملی، تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا۔ یا رسول اللہ مجھے آپ کے متعلق پتہ چلا ہے کہ آپ عبداللہ یعنی اس کے باپ کو اس بات کی وجہ سے جو اس کے متعلق آپ کو پہنچی ہے، قتل کرنا چاہتے ہیں اور اگر آپ نے ایسا کرنا ہے تو مجھے حکم دیجیے کہ میں اس کا سر آپ کے پاس لے آؤں، خدا کی قسم خزرج کو معلوم ہے کہ مجھ سے بڑھ کر اپنے والد سے کوئی حسن سلوک کرنے والا نہیں، مجھے نہ شہ ہے کہ آپ میرے سوا کسی اور کو اس کا حکم دیں گے اور وہ اسے قتل کر دیگا

اورد میرادل گوارا نہیں کرے گا، کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو لوگوں میں چلتے پھرتے دکھیوں، امد میں اسے قتل کر دوں گا، پس میں ایک کافر کے بے مومن کو قتل کروں گا اور دوزخ میں داخل ہو جاؤں گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مومن نوجوان سے فرمایا، میں نے نہ اس کے قتل کا ارادہ کیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے، جب تک وہ ہمارے درمیان ہے، ہم اس کی صحبت کو اچھا خیال کریں گے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکیمانہ موقف کا جو آپ نے رئیس المنافقین کے بارے میں اختیار کیا، اس منافق کے شرور کے دکتے میں بڑا اثر ہوا، اور اس کے بعد اس کی قوم کے لوگ ہی، جب وہ کوئی واقعہ کرتا اسے ملامت کرتے اور اسے پکڑ لیتے اور اسے زجر دتو بیخ کرتے۔

اپنے باپ کو مدینہ میں داخل ہونے سے روکنا

حضرت عکرمہؓ نے بیان کیا ہے کہ جب اس عبداللہ کو اپنے باپ کی خبیث بات کی اطلاع ملی تو وہ اس کے لیے — بنی مصطلق سے واپسی کے بعد — مدینہ کے درے کے پاس کھڑا ہو گیا پھر اسے کہنے لگا، عظم جاؤ، خدا کی قسم جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں، تم مدینہ میں داخل نہیں ہو گے، پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو اس نے اس بارے میں آپ سے اجازت طلب کی تو آپ نے اسے اجازت دیدی تو اس نے اسے چھوڑ دیا، حتیٰ کہ وہ مدینہ میں داخل ہو گیا۔ اور بعد ازاں جب ابن ابی کی قوم کو اس منافق کی حقیقت کا علم ہوا تو اس کی قوم نے بھی اس کے بیٹے کا موقف اختیار کر لیا اور وہ اسے زجر دتو بیخ کرنے لگے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب کے سامنے اس حکیمانہ موقف کے نتائج بیان کریں جو آپ نے اس وقت اختیار کیا، جب رئیس المنافقین

نے آپ کے متعلق یہ عجیب بات کہی، آپ نے فرمایا اسے عمر قسم بخدا، اگر اس روز میں اسے قتل کر دیتا، جس روز آپ تے مجھ سے کہا تھا، تو میں اس کے لیے جو انوں کو کھپکا دیتا، اور اگر آج میں انہیں اس کے قتل کا حکم دوں تو وہ اسے قتل کر دیں، حضرت عمرؓ نے کہا..... خدا کی قسم میں تے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو اپنے فیصلے سے زیادہ باہر کت سمجھا ہے۔

قرآن کریم میں ابنِ ابی کی گفتگو

اور اللہ تعالیٰ نے رئیس المنافقین کی خبیثانہ گفتگو کے بعد قرآن میں ایک سورت اتاری جس کا نام "المنافقون" ہے، جس میں اس کذاب منافق کے معاملے کی بُرائی کو ظاہر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

يَقُولُونَ لَوْ أَنَّا رَأَيْنَا أَكْبَادًا فَاتَّبَعْنَا آلَ الْفِتْرِ مَا لَمَّخْنَا بِنُفُسِنَا وَاللَّيْلُ لَأَظْلَمُ وَالنُّجُومُ لَا يَدْرِيونَ وَأَنبِيَائُنَا لَنفِتِنَا أَكْثَرُ مِمَّا ظَنَّنَا وَنُحَدِّثُ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ

(ترجمہ) "وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ واپس گئے تو سب سے معزز، سب سے ذلیل کو اس سے ضرور نکال دے گا، اور عزت، اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے لیکن منافقین کو معلوم نہیں"

جب یہ سورت نازل ہوتی اور اس میں اس بچے حضرت زید بن ارقم کے قول کی تائید و تاکید تھی، جو اس نے رئیس المنافقین کے بارے میں کہا تھا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے حضرت زید کو کان سے پکڑ لیا اور اس کے صدق کی تائید کرتے ہوئے فرماتے لگے۔ "یہ وہ ہے جس کے کان کی سُستی ہوئی بات کو اللہ نے پورا کر دیا۔" اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کے آغاز میں غزوہ بنی مصطلق سے

مدینہ واپس آگئے، اور اس غزوہ میں مدینہ سے غیر حاضری میں آپ کے ۲۸ دن صرف ہوئے اور بعض مورخین اس میں بکثرت امور عجیبہ کے ظاہر ہوتے کی وجہ سے (غزوہ احراب) کا نام دیتے ہیں۔

عظیم معرکہ ——— حدیثِ افک

غزوہ بتی المصطلق سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے دوران، منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بارے میں یہ غیبت جھوٹی بات کہی، جس سے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے عزتی کی، حتیٰ کہ آپ کو شدید اپنا دی اور آپ کو شدید نفسیاتی تکلیف کا نشانہ بنا دیا۔

پہلا اشارہ:

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول جو یہود اور منافقین کے گروہ کا نمائندہ تھا، اس فوج میں موجود تھا، جس نے بتی مصطلق سے جنگ کی تھی، اور اس مناقب مجرم کو اسلام کے خلاف سازش کرنے اور اس کی رسالت کے حائل کی شان گرانے کے لیے جو موقع بھی ملتا، اس سے یہ فائدہ اٹھاتا، اسی دوران میں یہ عظیم مناقب اپنی قوم خزرج کے ساتھ پڑاؤ میں موجود تھا کہ اچانک عظیم القدر صحابی صفوان بن المعطل، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج کے ساتھ گذرے، اور یہ منافق (ابن ابی) پوچھنے لگا یہ کون عورت ہے؟ وہ کہنے لگے، حضرت عائشہؓ ہیں، یہ عظیم مناقب کہنے لگا، خدا کی قسم نہ یہ اس سے بچی ہے اور نہ وہ اس سے بچا ہے، پھر اس بات کے بعد بدنام کرنے کے لیے کہنے لگا — ”تمہارے نبیؐ کی بیوی نے مرد کے ساتھ رات گزاری ہے، حتیٰ کہ اس نے صبح کی، پھر وہ اُسے لے آیا۔“

یہ نجیبت اور بُری بات، پہلا شرارہ تھا، جس نے حدیثِ افک کی آگ بھڑکائی اور اس کے باعث آلام کا ایک عظیم معرکہ ہوا، جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پورا ایک ماہ مصروف رہے۔

حدیثِ افک منافقین کی ایک قاتل تدبیر تھی اور یہ ایک عظیم قتلانہ سیاسی ہتھیار تھا، جسے منافقین کے گروہ نے اسلام کے خلاف سازش کرتے اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ان کی وحدت کو توڑنے کے لیے اختیار کیا اور عظیم منافق اور اس کی پارٹی نے وسیع دستے منظم کیے اور ان کے ذریعے اس جھوٹی بات کو مشہور کیا اور اسے بڑی باریک بینی اور پختگی کے ساتھ رواج دیا، حتیٰ کہ بہت سے مسلمان اس سے دھوکہ کھا گئے، اور ان میں سے کچھ اس بات میں حصہ لیتے لگے، حتیٰ کہ ان میں سے بعض اس جھوٹی بات میں اس حد تک چلے گئے، کہ ان پر حد قائم کی گئی، جیسے حضرت سلمان بن ثابت، حضرت حمزہ بنت محبت اور مسطح بن اثاثہ، اور یہ حدیثِ افک اس قدر بڑھ گئی کہ اہل مدینہ کی مصروفیت بن گئی،

اور افق و اتفاق کی پارٹی کی مساعی نے دور حد تک پھیل دیتے اور افک کے ظالم نذستوں نے اسلامی معاشرہ کے دلوں میں اپنا خوفناک کردار ادا کیا۔۔۔۔۔۔

حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم اور پاک صاف دل بھی شک، حیرت اور قلق کے میدان کا نشانہ بن گیا، اور ان جھوٹی افواہوں نے آپ کے دل پر اثر کیا، اور آپ نے اپنی طیبہ، طاہرہ اور مہربان بیوی سے اعراض کر لیا، جس سے مجبور ہو کر وہ اپنے باپ حضرت صدیق کے گھر چلی گئی، کیونکہ اس کے عظیم خاوند کو اس کے متعلق شک تھا، اور وہ وہیں رہی، حتیٰ کہ آسمان سے اس کی برأت میں قرآن نازل ہوا جسے ابدالاباد تک پڑھا جائے گا۔

اور یہ ایک آزمائش تھی جس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی

میں واسطہ پڑا (بلکہ سب سے بڑی نفسیاتی تکلیف دہ اور کمزور کرنے والی آزمائش تھی) اور کیا اس سے بڑا بھی کوئی دکھ ہو سکتا ہے کہ انسان پر اس کی عزت کے بارے میں طعن کیا جاتے اور خصوصاً اس پر جو تمام امت کی نبوت اور قیادت کی سطح پر ہو۔

اور یہ آزمائش (جس میں انسانی تاریخ کے پاک تر نفس نے وہ آلام برداشت کیے، جس سے پہاڑ گر جاتے ہیں) پورا ایک ماہ جاری رہی، جس کے دوران آسمان کا زمین سے تعلق منقطع ہو گیا، اور اس میں یہ عظیم اور پاک دل شک کی بیٹیوں سے معلق رہا، اور اسے وہ آلام نچوڑتے رہے جن سے نيزوں اور تیزوں کے آلام خفیف تر ہوتے ہیں۔

آل صدیق، ذخیرہ صدیق، زویرہ صدیق اور خود حضرت صدیق، جو حد درجہ باوقار، حساس اور پاکیزہ تھے، ان کی مصیبت بیان سے باہر ہے، ہاتے ان کی مصیبت، اور کیا اس سے بھی کوئی بڑی مصیبت ہے کہ کسی شریف گھرانے کی بیٹی کی عزت پر طعن کیا جائے، اور کس کی بیوی پر، حضرت محمد بن عبداللہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی پر، جو اپنے باپ کو پیاری تھی، اور جب سے آفتاب اسلام اس زمین پر طلوع ہوا ہے، وہ جنگ و جہاد میں اپنے باپ کی رفیقہ تھی،

اور اس دردناک واقعہ کے خوف نے اس پاک گھرانے یعنی صدیق اکبر کے گھرانوں کی زبانوں پر گرہ لگا دی اور وہ ان ظالمانہ جھوٹی، سوچی سمجھی اور دل تنگ کرنے والی افواہوں کے سامنے، جو مدینہ پر چھا گئی تھیں، کوئی جواب نہ پاتے تھے اور وہ کیسا کہتے جبکہ شک ان کی بیٹی کے بارے میں تھا، جو خود اس کے خاوند نبی کے دل تک پہنچ گیا تھا اور اس شریف اور پاک گھرانے کے لوگ دل میں بیخ ذناب کھا کر رہ گئے جنہیں دکھ سمجھنے کے ساتھ توڑ رہا تھا اور انہیں معلوم نہ تھا کہ وہ اس مصیبت

کے سامنے جس سے اللہ نے ان کی آزمائش کی تھی، کیا کہیں اور کیا کریں، اور ایک دفعہ تباہ کن ڈکھ کا اظہار اس باوقار صابر اور مؤمن شخص کی زبان سے ہو گیا، جسے ان قاتلانہ افواہوں کے الم کی سختی نے مضطرب کر دیا تھا، اس نے کہا — خدا کی قسم جاہلیت میں بھی ہم پر یہ تہمت نہیں لگی، کیا ہم اسلام میں اسے پسند کر سکتے ہیں؟

اور جب آپ کی پاکدامن، مظلوم اور ستم رسیدہ بیٹی نے جبکہ ڈکھ اس کے پاک صاف دل کو نہیں رہا تھا، آپ سے کہا میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں، آپ نے — ڈکھ اور خوف سے — کہا، قسم سجدہ مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔

بلاشبہ انک کا واقعہ سخت تباہ کن آلام کا معرکہ ہے جس میں نبوت کے شریعت گھرانے نے حصہ لیا، اور ان کے گرم زخموں نے بہت سے پاک اور صاف دلوں کو کمزور کر دیا اور قریب تھا کہ وہ رنج و الم سے پاک دلوں کا خاتمہ کر دیتے۔

حضرت عائشہ کا ڈکھ وہ واقعہ کو بیان کرتا

چونکہ اس اہم واقعہ میں بہت سی عبرت، نصیحت اور تربیت کی باتیں ہیں، ممکن ہے ان سے وہ لوگ فائدہ حاصل کریں جو بیگناہوں پر تہمت لگانے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں اس لیے ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہتے ہیں کہ وہ اس قاتل ڈکھ وہ واقعہ کو جس میں آپ پورا ایک ماہ مبتلا رہیں، ہم سے بیان کریں!

زہری نے عروہ اور دوسرے لوگوں سے بحوالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی ہے، آپ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے اور جس کا قرعہ نکلتا، آپ اسے اپنے ساتھ لے جاتے، اور آپ نے

یہ جنگ (غزوہ بنی المصطلق) میں ہمارے درمیان قرعہ ڈالا، تو میرا قرعہ نکلا، اور میں پردے کے نزول کے بعد آپ کے ساتھ گئی، اور مجھے ہودج میں سوار کرایا گیا اور آنا گیا، پس ہم روانہ ہوئے، حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس جنگ سے فارغ ہو کر واپس ہوتے اور ہم مدینہ کے نزدیک آئے، تو رات کو آپ نے ہودج کا اعلان کر دیا، اور جب انہوں نے کوچ کا اعلان کیا تو میں اٹھی اور فوج سے آگے چلی گئی، اور جب میں اپنا کام کر چکی تو میں کہا وے کی طرف آتی اور میں نے اپنے سینے کو چھوڑا تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا بار، جو اظفار کے سیاہ و سفید مہروں کا تھا، ٹوٹ گیا ہے، میں نے واپس جا کر اسے تلاش کیا اور اس کی تلاش نے مجھے روک رکھا اور وہ لوگ جو مجھے سوار کراتے تھے، آئے اور انہوں نے میرا ہودج اٹھالیا اور اسے میرے ہونٹ پر رکھ دیا۔ اور ان کا خیال تھا کہ میں ہودج میں موجود ہوں، اور ان دنوں عورتیں ہلکی چھلکی ہوتی تھیں اور گوشت نے انہیں بوجھ نہیں کیا تھا، اور ہم صرف گزارے کے مطابق کھانا کھاتے تھے۔

اور لوگوں نے جب ہودج اٹھایا تو انہوں نے اس کے ہلکے ہونے کو محسوس نہ کیا پس انہوں نے اسے اٹھایا اور میں نو عمر لڑکی تھی، انہوں نے اونٹ کو چلایا اور چل پڑے اور فوج کے گزرنے کے بعد بار مجھے مل گیا، پس میں ان کی فرودگاہ پر آئی، تو ان میں سے ہاں کوئی بھی موجود نہ تھا، سو میں نے اپنی فرودگاہ کا قصد کیا اور میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پا کر میری طرف واپس آئیں گے،

اسی اثناء میں کہ میں بیٹھی ہوتی تھی مجھے یلند آگئی اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن المعطل

بنی اظفار، ناخن کے مشابہ ایک خوشبودار چیز کا نام ہے۔

۱۲۳ حضرت صفوان بن المعطل بن ربیعہ بن خزاعی بن حارث سلمیٰ ثم ذکوانی، اسلام کے سابقوں میں سے تھے۔
مخندق اور تمام معرکوں میں شامل ہوئے (بقول واقدی) اور غزوہ بنی المصطلق میں فوج کے ساتھ امیر (باقی اگلے صفحہ پر)

سہمی شام ذکوئی، فوج کے پیچھے رات کے آخری حصے میں اترے ہوتے تھے، پس آپ رات کے آخری حصے میں چلے اور میری فرودگاہ کے قریب آپ کو صبح ہو گئی، آپ نے ایک انسانی پر چھائی کو سوتے پایا تو آپ میرے پاس آگئے، اور آپ نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا، اور آپ نے پردے سے پہلے بھی مجھے دیکھا ہوا تھا اور جب آپ نے مجھے پہچان کر انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا، تو میں بیدار ہو گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ خدا کی قسم آپ نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے آپ سے، انا اللہ وانا الیہ راجعون کے سوا، کوئی بات سنی ہے، اور آپ نے اتر کر اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور اس کے اگلے پاؤں پر دیا و ڈالا اور میں اس پر سوار ہو گئی۔ پس ہم مدینہ آگئے اور وہاں میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگ اصحاب انک کے قول میں مصروف تھے، اور مجھے پتہ نہ تھا، اور میری تکلیف کے بارے میں مجھے یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ لطف و کرم نہ پا رہی تھی، جو میں آپ سے بیماری کے وقت پایا کرتی تھی، آپ تشریف لاتے، سلام کرتے پھر فرماتے تم کیسی ہو؟ پھر واپس چلے جاتے، یہ بات مجھے آپ کے بارے میں پریشان کرتی اور میں شر کو محسوس نہ کرتی، حتیٰ کہ میں صحت یاب ہو گئی، اور نقاہت باقی رہ گئی، پس میں اور مسطح کی ماں اپنی فضلے حاجت کی جگہ المناصع کی طرف گئیں اور ہم صرف رات ہی کو جایا کرتی تھیں، اور یہ بیوت الخلاء بینے سے قبل کا واقعہ ہے، اور ہم پہلے عربوں کی طرح فضلے حاجت کے لیے میدان کی طرف نشیب کی جانب

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تھے اس لیے اس غزوہ میں آپ فوج کے جوانوں سے آخر میں کوچ کرنے والے تھے آپ حضرت فاروق کے زمانہ تک زندہ رہے اور آپ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگیں کی تھیں، حتیٰ کہ ۹ھ میں آرمینیا کے معرکہ میں شہید ہو گئے،

جاتی تھیں، پس میں اور مسطح کی ماں — جو ابو رہم بن المطلب بن عبدمنات کی بیٹی تھی اور صخر بن عاصر کی بیٹی اس کی ماں تھی، جو حضرت ابوبکر صدیق کی خالہ تھی، اور مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب اس کا بیٹا تھا — جب ہم اپنے کام سے فارغ ہوئیں تو ہم پیدل چلتے لگیں اور مسطح کی ماں کو اپنی چادر کی ٹھوکر لگی اور وہ کہنے لگی مسطح ہلاک ہو جاتے، میں نے اسے کہا تو نے بہت بُری بات کی ہے، کیا تو اس شخص کو گالی دیتی ہے جو بدر میں شامل ہوا ہے؟ وہ کہنے لگی، کیا تو نے وہ بات نہیں سنی، جو اس نے کہی ہے؟ میں نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے؟

تو اس نے مجھے اہل انکب کی بات بتائی، پس میں مزید بیمار ہو گئی، اور جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور پوچھنے لگے تم کیسی ہو؟ میں نے کہا مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے والدین کے پاس چلی جاؤں اور میں اس وقت ان دونوں سے خبر کا یقین حاصل کرنا چاہتی تھی، تو آپ نے مجھے اجازت دے دی، پس میں اپنے والدین کے پاس آگئی، اور میں نے اپنی ماں سے پوچھا، اُسے میری ماں، لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ اس نے کہا اے میری بیٹی، اپنے دل میں اس بات کو بیع خیال کرو، قسم بخدا، کم ہی کوئی خولہ صورت عورت کسی مرد کے پاس ہوتی ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے، مگر اس کی سونکین اس پر حملہ کر دیتی ہیں۔

میں نے کہا سبحان اللہ، لوگوں نے یہ بات کی ہے؟ اور میں رات بھر روتی رہی، حتیٰ کہ صبح ہو گئی، نہ میرے آنسو تھکتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی، کہ میں نے روتے روتے صبح کر دی۔

جب وہی رُک گئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید کو بلا کر دونوں سے اپنے اہل کی جدائی کے بارے میں مشورہ لیتے تھے، آپ فرماتی ہیں حضرت اسامہ نے تو آپ کو وہ بات بتائی جو آپ آپ کے اہل

کی برأت کے متعلق جلتے تھے، اور وہ بات بھی بتائی جو آپ ان کی محبت کے بارے میں جانتے تھے، حضرت اسامہ نے کہا:

”یا رسول اللہ وہ آپ کے اہل ہیں، اور قسم بخدا ہم تو صرف بھلائی ہی کو جانتے ہیں۔“ مگر حضرت علی بن ابی طالب نے کہا یا رسول اللہ اللہ آپ پر تنگی نہیں کرے گا اس کے سوا، بہت سی عورتیں ہیں، لونڈی سے پوچھیے، وہ آپ کو بتاتے گی، آپ فرماتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا اسے بریرہ کیا تو نے اس میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تجھے شک میں ڈالے؟

اس نے کہا نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے، اگر میں اس سے کوئی بات دیکھتی تو اس پر عیب لگاتی، زیادہ سے زیادہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ وہ ایک نو عمر لڑکی ہے اور وہ اپنے اہل کے آٹے کو چھوڑ کر سو جاتی ہے اور بکری آکر اسے کھا جاتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رئیس المنافقین کی اذیت کو

روکنے کے لیے اپیل کرنا

آپ فرماتی ہیں کہ اسی روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور عبد اللہ بن ابی بن سلول رافک کے مجریں اور ناشرین کے سردار سے مندر طلب کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر کہا — رہیں شخص کے بارے میں کون مجھ سے انصاف کرے گا، جس کی اذیت میرے اہل تک پہنچی ہے؟ قسم بخدا مجھے اپنے اہل کی صرف بھلائی ہی معلوم ہے اور انہوں نے ایک شخص کا ذکر کیا ہے، مجھے اس کی بھی صرف بھلائی ہی معلوم ہے اور وہ میرے ساتھ ہی میرے اہل کے پاس آسکتا تھا)

آپ فرماتی ہیں، حضرت سعد بن معاذ نے کھڑے ہو کر کہا، یا رسول اللہ، خدا کی قسم میں اس کے متعلق آپ سے انصاف کروں گا، اگر وہ اوس سے ہو تو ہم اسے قتل کر دیں گے اور اگر وہ ہمارے خزر جی بھائیوں میں سے ہو، تو آپ ہمیں حکم دیں، ہم آپ کے حکم کو اس کے متعلق جاری کریں گے،

حضرت سعد بن عبادہ جو خزر جی کے سردار تھے، کھڑے ہوئے اور آپ ایک صالح آدمی تھے، مگر آپ کو نعمت نے آیا اور آپ کہنے لگے، خدا کی قسم آپ نے جھوٹ بولا ہے، آپ نہ اسے قتل کریں گے اور نہ اس کی قدرت پائیں گے،

اور حضرت امیر بن حمیر نے، جو حضرت سعد بن معاذ کے عہد تھے، اٹھ کر حضرت سعد بن عبادہ سے کہا خدا کی قسم آپ نے جھوٹ بولا ہے، ہم ضرور اسے قتل کریں گے، بلاشبہ آپ منافق ہیں، جو منافقین کی طرف سے جھگڑا کرتے ہیں۔

اوس اور خزر جی کے درمیان جنگ کا امکان

آپ فرماتی ہیں یہی دونوں قبیلے اوس اور خزر جی جوش میں آگئے، حتیٰ کہ انہوں نے باہم جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اور یہ عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کی جو منافقین اور یہود پر مشتمل تھی، قیمتی تر تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیر پر موجود تھے اور آپ مسلسل انہیں نرمی کی تلقین کرتے رہے، حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے، اور آپ بچے اتر آتے۔ آپ فرماتی ہیں میں اس دن بھی روتی رہی اور نہ میرے آنسو ٹپکتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی، پھر میں اگلی رات بھی روتی رہی، نہ میرے آنسو ٹپکتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی، میرے والدین نے میرے پاس صبح کی اور دو راتیں اور ایک دن روتی رہی، حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ رونا میرے دل کو بھاڑ دے گا، اور سی دران میں کہ وہ دونوں میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی کہ اچانک انصار

کی ایک عورت نے اجازت طلب کی، تو میں نے اسے اجازت دی، تو وہ بھی بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی۔

اور ابھی ہم اسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور بیٹھ گئے، اور جس دن سے میرے بارے میں وہ بات کہی گئی، جو پہلے بیان ہو چکی ہے آپ میرے پاس نہیں بیٹھے، اور ایک ماہ تک میرے بارے میں آپ کے پاس کوئی وحی نہ آئی،

آپ نے بیٹھ کر تشہد پڑھا، پھر فرمایا — مجھے آپ کے متعلق یوں یوں اطلاع ملی ہے، اگر آپ بُری ہیں تو عنقریب اللہ آپ کی برأت کر دے گا، اور اگر آپ نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو آپ اللہ سے بخشش طلب کریں اور اس کے حضور توبہ کریں، بلاشبہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیتا ہے۔

آپ فرماتی ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کی تو میرے آنسو خشک ہو گئے، حسی کہ میں نے ان کا ایک قطرہ بھی نہ دیکھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، میری طرف سے آپ کو جواب دیں، آپ نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ میں نے اپنی ماں سے کہا، میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دو، اس نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، میں نو عمر لڑکی تھی، میں زیادہ قرآن نہ پڑھ سکتی تھی، میں نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ آپ نے وہ بات سُنی ہے، جسے لوگ بیان کرتے ہیں، پس اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بُری ہوں، تو آپ میری اس

بات کی تصدیق نہیں کریں گے، اور اگر میں آپ کے لیے کسی بات کا اعتراف کروں تو اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بُری ہوں اور آپ میری تصدیق کریں گے اور خدا کی قسم میں اپنے لیے اور آپ کے لیے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کی مثال پاتی ہوں، آپ نے فرمایا ہے:

فَصِدْقٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

(ترجمہ) میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے متعلق اللہ ہی سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔

پھر میں نے پہلو بدل لیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی، اور خدا کی قسم میں اس وقت بھی جانتی تھی کہ میں بُری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری بُرائت کو بیان کرے گا، لیکن خدا کی قسم مجھے یہ خیال نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بازو سے وحی متلو آتا رہے گا، اور میں اپنے آپ کو اس لائق نہ سمجھتی تھی کہ خدا تعالیٰ میرے بازو سے میں ایسی بات کرے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔

حضرت عائشہؓ کی بُرائت کے متعلق وحی کا نزول

آپ فرماتی ہیں لیکن میں امید کرتی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں آجائے دیکھیں گے، جس سے اللہ مجھے بُری قرار دے دیگا، پس قسم بخدا نہ آپ نے اپنی نشست سے اٹھنے کا ارادہ کیا اور نہ اہل بیت میں سے کوئی باہر نکلا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحی نازل کر دی اور آپ کو اس سختی نے گرفت میں لے لیا جو آپ کو گرفت میں لے لیا کرتی تھی، پھر آپ سے یہ کیفیت جاتی رہی، تو آپ مسکرا رہے تھے، اور آپ نے سب سے پہلے جو بات کی وہ یہ تھی، کہ اے عائشہؓ! اللہ کا شکر ادا کر اس نے تجھے بُری قرار دیا ہے۔ میری ماں کہنے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا،

ہیں نے کہا، میں آپ کے پاس نہیں جاؤں گی اور میں صرف اللہ کا شکر ادا کروں گی
اسی نے میری برأت کا حکم نازل فرمایا ہے۔

آپ فرماتی ہیں اللہ نے یہ حکم نازل فرمایا :

ان الذین جاءوا بالافك عصبة منكم یہ دس آیات ہیں

آپ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے میرے
معدے کے بارے میں دریافت کیا اور فرمایا اسے زینب تو نے کیا دیکھا اور معلوم کیا
ہے؟ آپ نے کہا یا رسول اللہ، میں اپنے سمع و بصر کو بچاتی ہوں، اور قسم بخدا
مجھے تو اس کی بھلائی ہی معلوم ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں
میں آپ ہی مجھ سے مقابلہ کیا کرتی تھیں، پس اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے باعث آپ
کو بچالیا، آپ فرماتی ہیں ان کی بہن حمہ بنت جحش ان سے لڑنے لگی اور وہ اصحاب
افک کے ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گئی،

اور افک کے اس واقعہ کو بخبر ری اور سلم نے اپنی صحیحین میں زہری کی حدیث
سے بیان کیا ہے، اور اسی طرح ابن اسحاق نے اسے معمولی سے اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔

آیات برأت

فقہ افک کے بادلوں کو منتشر کرنے کے لیے جو آیات نازل ہوئیں وہ سورہ نور کی
دس آیات ہیں — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ان الذین جاءوا بالافك اولئك صبروا و ان مما یقولون
لهم مغفرات و سزاق کریم

(ترجمہ) بلاشبہ جو لوگ بھوٹ (کا طوفان) لاتے ہیں وہ تمہارا ایک گروہ ہیں اسے اپنے واسطے بُرا خیال نہ کرو بلکہ وہ تمہارے واسطے بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص کے واسطے وہی گناہ ہے جو اس نے کیا ہے اور جس شخص نے ان میں سے بڑا پارٹ ادا کیا ہے اس کے لیے بڑا عذاب ہے، کیوں نہ مومنین اور مؤمنات نے جب اسے سُننا تو اسے اپنے لیے بہتر خیال کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ ایک کھلا بھوٹ ہے وہ اس پر چار گناہ کیوں نہیں لاتے؟

بلکہ یعنی گناہ انک کے بڑے حصے کو اٹھایا ہے اور وہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تھا جو ہر فتنہ اور ہر افواہ کی برط اور اساس تھا اور اسلام اور نبی اسلام کے خلاف سازشوں کا علمبردار تھا، روایت ہے کہ اس منافق نے (اسلامی فوج کے اندر) جب حضرت صفوان بن اعطل کو ام المومنین کے ہوج کے پاس سے گزرتے دیکھا تو (اپنی قوم خزرج کی مجلس میں) پوچھنے لگا، یہ کون عورت ہے؟ انھوں نے کہا، حضرت عائشہ ہیں.... تو اس مجرم نے کہا خدا کی قسم نہ یہ اس سے بچی ہے اور نہ وہ اس سے بچلے اور کہنے لگا تمہارے نبی کی بیوی تے مرد کے ساتھ رات گزارنی چلی کہ اس نے صبح کی پھر وہ اسے لے آیا، اور یہ ایک نہایت بُری بات ہے جس کی ترویج میں رئیس المنافقین بڑی دوردہ تک کامیاب ہو گیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس منافق اور اس کی مجرم پارٹی کے پیچھے محیط نہ ہوتا تو قریب تھا، کہ سارا اسلامی معاشرہ اس بات سے قتل ہو جاتا، پس اس نے اپنے دین اور اپنے رسول کی حفاظت کی اور اس کی امت کی نگہبانی کی، اور اس منافق اور اس کی پارٹی کو قرآن میں رسوا کیا جسے ابدالآباد تک پڑھا جائے گا۔

اسے اس آیت سے حضرت ابوالیوب انصاری اور آپ کی بیوی مراد ہیں رضی اللہ عنہما، امام محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوالیوب — خالد بن زید سے — آپ کی بیوی ام ایوب نے پوچھا کیا آپ نے وہ بات نہیں سنی جو لوگ حضرت عائشہ کے بارے میں کرتے ہیں؟ (باقی اگلے صفحہ پر)

پس جب وہ گواہ نہ لائیں تو اللہ کے ہاں وہی مجھوٹے ہیں، اور اگر دنیا و آخرت میں تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا، تو جو کچھ تم نے کیا تھا اس کے بارے میں تمہیں عذاب عظیم ہوتا، جب تم اپنی زبانوں سے اسے لیتے تھے اور تم اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اسے معمولی بات کہتے تھے، حالانکہ اللہ کے ہاں وہ ایک عظیم بات تھی، اور کہیں نہ جس وقت تم نے اسے سُنا ہے، کہا کہ یہ بات ہمارے کرنے کے لائق نہیں، پاک ہے تو یہ ایک عظیم بہتان ہے، اللہ تمہیں دوبارہ ایسی بات کے کرنے کے بارے میں نصیحت کرتا ہے اور اللہ تمہارے واسطے نشانات کو کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جانتے والا اور حکمت والا ہے، بلاشبہ جو لوگ ایمانداروں میں بُرائی کے پھیلنے کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، اللہ اگر تم پر اللہ کا فضل و رحمت نہ ہوتا، اور یہ کہ اللہ شفقت کرتے والا مہربان ہے، اسے مومنو ! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو اور جو شیطان کے نقش قدم پر چلے بلاشبہ وہ

واقعی صفحہ گذشتہ) آپ نے کہا ہاں سنی ہے اور یہ جھوٹ ہے، اسے ام ایوب کیا آپ یہ کام کرنے والی ہیں اس نے کہا نہیں آپ نے کہا تو حضرت عائشہؓ آپ سے بہتر ہیں۔ امام زعفرانی کی تفسیر کشاف میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری نے ام ایوب سے کہا، جو کچھ کہا جا رہا ہے کیا تو اسے نہیں دیکھتی؟ وہ کہنے لگی اگر صفوان کی بجائے آپ ہوتے تو کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو بُرا خیال کرتے؟ آپ نے کہا نہیں، تو وہ کہنے لگی اگر۔۔۔ میں حضرت عائشہؓ کی بجائے ہوتی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کرتی اور حضرت عائشہؓ سے اور حضرت صفوان آپ سے بہتر ہیں اور لولا اذ سمعتموہا ظن المؤمنون سے اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے۔

بے حیائی اور ناپسندیدہ کاموں کا حکم دیتا ہے، اور اگر اللہ کا تم پر قصص و رحمت نہ ہوتا تو تم میں سے کبھی کوئی پاک نہ ہوتا لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے پاک کر رہا ہے اور اللہ سمیع و علیم ہے۔ اور تم میں سے بزرگی اور کشائش والے قسم نہ کھائیں اور قرابتداروں، مسکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو دیں اور معاف اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخشے اور اللہ بخشے والا اور مہربان ہے، بلاشبہ جو لوگ پاک دامن بے خیر مہمنات پر تہمت لگاتے ہیں، دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی گئی ہے اور ان پر بڑا عذاب ہے، اس دن ان کی زبانیں، ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے جوہ کیا کرتے تھے، اور اس ضمن میں اللہ ان کو ان کے حق کی پوری جزا دیگا اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ ہی حق بیان کرنے والا ہے، خبیث باتیں خبیثوں کے لیے اور خبیث لوگ خبیث باتوں کے لیے ہیں، اور پاکیزہ باتیں پاکیزہ لوگوں کے لیے اور پاکیزہ لوگ پاکیزہ باتوں کے لیے ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ اس سے برکتی ہیں اور ان کے لیے بخشش اور شاندار رزق ہے۔

یہ آیت (وَلَا يَأْتِلُ اُولَٰئِكَ اَصْحَابُ الْفِئْتَانِ) حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مسطح بن اثاثہ پر خرچ کیا کرتے تھے کیونکہ وہ آپ کا قرابتدار تھا، پھر آپ اس پر خرچ کرنے سے رُک گئے، اور قسم کھائی کہ آپ مسطح کو فائدہ نہیں دیں گے کیونکہ وہ حدیثِ انک میں حصہ لینے والوں میں شامل ہے بلکہ وہ ان میں شامل ہے جنہیں بدلہ دیا گیا اور ان پر حد ۸۰ کوڑے) قائم کی گئی، اور مسطح فقرا و مہاجرین میں سے تھا، لیکن لغزش کھانے والوں میں لغزش کھا گیا، اور قرآن کریم نے حضرت صدیق کو نصیحت کی ہے کہ مسطح سے درگزر کرنا اور اس پر مسلسل خرچ کرنا بہتر ہے پس صدیق اکبر نے ایسے ہی کیا اور جو کچھ ہوا اس کے باوجود آپ اس پر مسلسل خرچ کرتے رہے، یہ بات خاص طور پر امام المؤمنین حضرت عائشہ کے بارے میں ہے جن پر وہ تہمت لگائی گئی ہے جس سے وہ بری تھیں۔

فتنہ کا خاتمہ

یوں حدیث انک انجام کو پہنچی اور اس کا تباہ کن اثر ختم ہوا اور اس سوشل فتنے کا خاتمہ کر دیا گیا، جو مسلمانوں کی وحدت کو ختم اور فنا کر دینے کو تھا، بلکہ ان کے درمیان تباہ کن خانہ جنگی کو ہوا دینے لگا تھا، اور اس نئے دین کی بنیاد متزلزل ہو چکی تھی، اور قسم بچنا، حدیث انک کے بڑھلنے اور منظم طور پر اس کی اشاعت کرنے سے منافق گروہ کا مقصد، صرف یہ تھا، کہ مسلمانوں کے درمیان جھگڑے پیدا کر کے ان کے اتحاد کو پارا پارا کر دیا جائے، کیونکہ یہ خبیث گروہ جانتا تھا کہ اس قسم کی اہم بات کی اشاعت مسلمانوں کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کو بھڑکا دے گی، جو ان کو گالی گلوچ کرنے اور قدیم مخالفتوں تک پہنچا دے گا، جو دو قدیم مخالفتوں (اوس اور خزرج) کے درمیان قبائلی جنگ کے بھڑکانے کا سبب بن جائے گا، اور یہ جنگ عملاً ہو چکی تھی، اور اسی عظیم غرض کو منافقین کا گروہ پورا کرنا چاہتا تھا، جو حدیث انک کا علمبردار تھا، اور اسے شیخ در پیچ طریقوں سے) اس کی اشاعت کر رہا تھا، پس اس بات کا سبب (فی حد ذاتہ) وہ خبیث سیاسی سبب ہے جو دور دراز مقاصد رکھتا ہے، اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کی تائید کے لیے یہی کافی ہے کہ حدیث انک کے فتنے کے شرارے کا چھوڑنے والا رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بنی، جو اس وقت سے، جب سے رسول اعظم صل اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی زمین پر پاؤں رکھا ہے، آپ کے خلاف اور آپ کے لائے ہوئے دینِ توہم کے خلاف وسیسہ کاریوں اور سازشوں کے جال بن رہا ہے،

مفترین پر حد کا قیام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں قرآن کے نزول کے بعد ان لوگوں کی تحقیق شروع

ہوتی جنہوں نے حدیثِ انک کی اشاعت میں حصہ لیا، اور تحقیق نے صرف تین آدمیوں سے بدل لینا ثابت کیا۔ دوسرا اور ایک عورت — اور وہ حضرت حسان بن ثابت حنظلہ نبتِ عرش اور مسطح بن اثاثہ تھے۔ پس ان تینوں پر حدِ قذف رہا ایک کو ۸۰ کوڑے مارے گئے (قائم کی گئی)۔

اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ جن لوگوں کو کوڑوں کی سزا ملی ان میں سے ایک بھی منافق نہ تھا، بلکہ سب کے سب مسلمان تھے، جو افواہوں کی قوت سے متاثر ہو گئے، اور جھوٹی افواہوں کی لہر انہیں بہا لے گئی، اور انہوں نے وہ بات کی جس نے انہیں عقوبت کے شکنجے تلے ڈال دیا، کیونکہ انہوں نے اپنے پاک نبی کی بیوی کی عزت کے بارے میں صریح گفتگو کی تھی۔

اور عبداللہ بن ابی اور اس کی منافق پارٹی قذف کی سزا سے بچ گئی، کیونکہ قانوناً اس پر تہمت ثابت نہ ہوئی، حالانکہ لوگ اپنے دلوں کی تر سے جانتے اور سمجھتے تھے، اور ان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے، کہ حدیثِ انک کا محرک اول یہی منافق (ابن ابی اور اس کی پارٹی) ہے، لیکن شعور اور یقین اور چیز ہے، اور قانون اور اس کی قانونی کاروائیاں اور چیز ہیں — اس لیے رئیس المنایقین اور اس کی پارٹی سزا سے بچ گئے، (ان کوڑوں کی سزا سے جو دوسروں کو بطور حد لگے) کیونکہ اس منافق کو صریح قذف کی سزا کا علم تھا، اس لیے اس نے قانون کے شکنجے میں آنے سے احتیاط کی، حالانکہ اس نے انک کے بارے میں جو صریح بات کی تھی، اس کے سوا اسے کوئی ہوا دینے والا اور مشہور کرنے والا نہ تھا، لہذا وہ دوسروں کو مذاب میں ڈالنے کے بعد خود سزا سے بچ گیا۔

سب سے بڑا معرکہ حسین میں رسول کریم ﷺ نے حصہ لیا

فی ظلال القرآن میں بیان ہوا ہے کہ — انک کا واقعہ — ایک معرکہ تھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ لیا اور اس روز مسلم جماعت نے بھی اس میں حصہ لیا، ادا اسلام نے بھی اس میں حصہ لیا، یہ ایک بڑا معرکہ تھا، اور شاید یہ ان معرکوں میں سب سے بڑا معرکہ تھا، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ لیا ہے اور آپ اس سے فاتح ہو کر اور اس کے بڑے بڑے آلام کو پی کر اور اپنے وقارِ نفس، اور عظمتِ قلب اور اپنے صبرِ جمیل کو بچا کر باہر نکلے، آپ سے کوئی ایسی بات روایت نہیں کی گئی، جو آپ کے صبر کے خاتمہ اور آپ کی برداشت کی کمزوری پر دلالت کرتی ہو، اور جن آلام نے آپ کو پکڑا، شاید وہ ان سب آلام سے بڑے تھے، جن میں آپ اپنی زندگی میں گزرے — اور اسلام کو اس جھوٹ سے جو خطرہ ہوا وہ ان تمام خطرات سے سخت تھا، جو اسے اپنی تاریخ میں پیش آتے ہیں، اور انسان اس گناہی صورتِ حال کے سامنے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی دردناک گھڑی میں پیش آتی، اور ان گہرے آلام کے سامنے جو آپ کی مقرب بیوی حضرت عائشہ کو دکھ دینے والے تھے، بے چین ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے، حالانکہ آپ صرف سولہ سالہ چھوٹی بچی تھیں، یہ عریضہ احساسات اور تیز جذبات سے بھر پور ہوتی ہے — پس یہ ہیں حضرت عائشہ طیبہ طاہرہ اور یہ ہے آپ کی برأت اور روشن ضمیری اور آپ کی نظافتِ تصورات، اور یہ ہے آپ کی مستحکم عزت والی چیز، جس کے بارے میں آپ پر تہمت لگائی جاتی ہے، حالانکہ آپ کی محبت قابلِ اعتبار ہے، اور آپ اس عظیم دل کے قریب ہیں، پھر آپ کے ایمان پر تہمت لگائی جاتی ہے، حالانکہ آپ نے جس دن سے زندگی میں آنکھیں کھولی ہیں، آپ انہیں اسلام میں پرورش پانے والی مسلمان عورت ہیں اور

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔

دیکھو! آپ پر تہمت لگاتی جاتی ہے، سالانہ آپ بُری ہیں اور آپ کو اس بات کا علم ہی نہیں ہے، آپ کسی بات کی احتیاط نہیں کرتیں اور نہ کسی چیز کی توقع رکھتی ہیں، اور آپ اپنی بُرائی کے بارے میں صرف جنابِ الہی سے امید رکھتی ہیں اور اس بات کی منتظر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رڈیا دیکھیں جو آپ کو تہمت سے بُری کرے۔ لیکن حکمتِ الہی سے وحی پورے ایک ماہ تک رُکی رہی اور آپ اس قسم کے عذاب میں پڑی رہیں۔

اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ کو امِ مسطح سے اچانک خبر ملتی ہے، اور آپ بیماری سے کمزور ہو چکی ہوتی ہیں، اور دوبارہ آپ کو کُنجار ہو جاتا ہے، اور آپ اپنی والدہ کو دکھ سے کہتی ہیں سبحان اللہ! لوگوں نے یہ بات کی ہے اور ایک دوسری رعایت میں ہے کہ آپ پوچھتی ہیں کہ میرے باپ کو بھی اس کا علم ہو گیا ہے؟ اور آپ کی والدہ جواب دیتی ہیں، ہاں! آپ پوچھتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم ہو گیا ہے؟ تو آپ کی والدہ آپ کو جواب دیتی ہیں، ہاں!

اور تعجب کی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے وہ نبی ہیں جس پر آپ ایمان رکھتی ہیں، اور وہ شخص ہیں جن سے آپ محبت رکھتی ہیں، وہ آپ سے کہتے ہیں۔ مجھے آپ کے متعلق یہ بات پہنچی ہے، پس اگر تو بُری ہے تو عقریب اللہ تعالیٰ آپ کی بُرائی کرے گا، اور اگر آپ نے ارتکابِ گناہ کیا ہے تو اللہ سے استغفار کیجئے اور اس کے حضور توبہ کیجئے، بلاشبہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کو معاف کر دیتا ہے۔

پس آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کو ان کے بارے میں شک ہے اور آپ ان کی پاکیزگی پر یقین نہیں رکھتے، اور نہ ان کی تہمت کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں، اور

ابھی تک آپ کے رب نے بھی آپ کو اطلاع نہیں دی، اور نہ آپ پر ان کی برأت کو مانع کیا ہے، جسے آپ جانتی ہیں لیکن اس کے اثبات کی قدرت نہیں رکھتیں۔ اور آپ صبح شام اس حالت میں کرتی تھیں کہ آپ اس عظیم دل میں جس نے آپ سے محبت کی اور آپ کو اپنے سویدا میں آنا، مہتم تھیں۔

حضرت صدیق اکبر اور آپ کے اہل بیت کی آزمائش کا بیان

اور دیکھیے! یہ حضرت ابو بکر صدیق ہیں جنہیں اپنے وقار، احساس اور پاکیزگی النفس کے باوجود، دُکھ و تکلیف دے رہا ہے اور آپ کی بیٹی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے، کی عزت کے بارے میں آپ پر تہمت لگاتی جاتی ہے۔ حالانکہ آپ ان کے وہ ساتھی ہیں جن سے آپ محبت کرتے ہیں اور ان سے سکون حاصل کرتے ہیں اور وہ نبی ہیں جن پر آپ ایمان لاتے ہیں اور دلی طور پر آپ کے مصدق ہیں اور طرح سے آپ کے لیے کوئی دلیل طلب نہیں کرتے اور تکلیف کا ذکر بھی نہیں کرتے، زبان سے ہوتا ہے، اور آپ صابر اور محتسب ہیں اور تکلیف پر قابو رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں، خدا کی قسم جاہلیت میں بھی ہم پر یہ تہمت نہیں لگی، کیا ہم اسلام میں اسے پسند کر سکتے ہیں؟ یہ بات اپنے اندر بہت تلخی رکھتی ہے، حتیٰ کہ آپ کی مرعیتہ اور معذیہ بیٹی نے آپ سے کہا۔ میری جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجیئے، آپ نے خشک تلخی سے کہا۔ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟

اور ام رومان — حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی — اپنی دردمند اور مرعیتہ، اور گریہ کنال بیٹی کے سامنے سکڑی بیٹھی ہیں اور خیال کرتی ہے کہ رونا اس کے جگر کو پھاڑ دے گا، اور وہ اسے کہتی ہے اسے بیٹی اپنے دل سے اس بات کے غم

کو کم کر۔ قسم بخدا، کم ہی کوئی خوبصورت بیوی کسی مرد کے پاس ہوتی ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اس کی سونکین اس پر حملہ کر دیتی ہیں، لیکن یہ منبٹ بھی زائل ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہؓ انہیں کہتی ہیں، میری جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجیئے، وہ بھی وہی بات کہتی ہیں، جو ان کے خاوند نے قبل انہیں کہی تھی کہ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟

حضرت صفوان بن المعطل کا حضرت حسان کو تلوار مارنا

اور طیب و طاہر اور راہ خدا میں جہاد کرنے والے فوجوان حضرت صفوان بن المعطل جن پر اپنے نبی کی بیوی سے خیانت کرنے کی تہمت لگائی جا رہی تھی اور اس طرح آپ کے اسلام، آپ کی امانت، آپ کے شرف اور آپ کی غیرت اور ہر اس بات پر جس سے صحابی قوت پاتا ہے، تہمت لگائی جا رہی تھی، حالانکہ آپ ان سب باتوں سے بُری تھے، آپ پر ایسا نیک ظالمانہ اتہام لگایا جاتا ہے، حالانکہ آپ کا دل اس تصور سے بھی پاک ہے، آپ کہتے ہیں سبحان اللہ! میں نے کبھی کسی عورت کا کندھا بھی نہیں کھولا، اور آپ جانتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت آپ کے متعلق اس جھوٹ کو مشہور کر رہے ہیں۔

پس آپ ان کے سر پر تلوار کی ایسی ضرب لگاتے سے اپنے آپ کو تباہ نہیں رکھ سکتے، جو قریب تھا کہ ان کا کام تمام کر دیتی اور آپ کو ایک مسلمان شخص پر تلوار اٹھانے سے روکا گیا اور یہ بات آپ کو منع تھی، مگر تکلیف آپ کی طاقت سے بڑھ گئی، اور آپ اپنے زخمی دل کی لگام قابو نہ رکھ سکے۔

لے ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت صفوان بن المعطل کو اس بات کا پتہ چلا کہ باقی اگلے صفحہ پر،

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو آپ اللہ کے رسول ہیں اور بتی ہاشم کے چوٹی کے آدمی ہیں..... آپ کے گھر کے بارے میں تہمت لگائی جاتی ہے اور کس کے بارے میں؟ حضرت عائشہؓ کے بارے میں جو آپ کے دل میں بیسی کے مقام پر اور پیاری بیوی کے مقام پر ہیں، اور آپ پر آپ کے بستر کی پاکیزگی کے بارے میں تہمت لگائی جاتی ہے، حالانکہ آپ اپنی امت کی حرمات کی نگران ہیں، اور آپ پر اپنے رب کی حفاظت کے بارے میں تہمت لگائی جاتی ہے، حالانکہ آپ ہر بڑائی سے معصوم ہیں۔

حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے سے آپ پر ہر چیز کے بارے میں تہمت لگائی جاتی ہے، آپ پر آپ کے بستر، آپ کے دل اور آپ کی رسالت کے بارے میں تہمت لگائی جاتی ہے، ان سب باتوں سے متعلق آپ پر تہمت لگائی جاتی ہے، اور پورے ایک ماہ تک لوگ مدینہ میں آپ کے متعلق باتیں کرتے رہے اور آپ ان سب باتوں کو روکنے کی قوت نہ پاسکے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) جو حضرت حسان آپ کے بارے میں کہہ رہے تھے تو آپ حضرت حسان کو تلوار سے ملے اور حضرت حسان نے اشعار بھی کہے تھے، جن میں آپ نے حضرت ابن المطلب اور مضر میں سے مسلمان ہونے والوں پر تعریف کی تھی، حضرت صفوان نے آپ کو روک کر آپ کے تلوار ماری اور کہنے لگے، (تو مجھ سے تلوار کی دھار پائے گا بلاشبہ میں ایک جہان ہوں شاعر نہیں ہوں)

مگر حضرت حسان کے قبیلے کے لوگ حضرت صفوان کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، تو آپ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان، بھڑک اٹھنے والی جنگ کو اپنی حکمت سے سرور کر دیا۔ کیونکہ حضرت صفوان مہاجر تھے اور حضرت حسان انصاری تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے ماتحت اس بات کو پورے ایک ماہ تک چھوڑے رکھا وہ اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں کرتا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ دکھ برداشت کرتے رہے جو اس دردناک موقف پر انسان برداشت کرتا ہے، آپ عار برداشت کرتے رہے اور دل کی مصیبت برداشت کرتے رہے اور اس سے بڑھ کر بے خواب تنہائی کی تکلیف برداشت کرتے رہے، یہ تنہائی اس نور سے تھی جس سے آپ اپنا راستہ روشن کرنے کے عادی تھے۔

اور شک..... باوجودیکہ آپ کے اہل کی برأت کے بہت سے قرائن موجود تھے، لیکن آپ ان قرائن سے آخر تک مطمئن نہ تھے۔ آپ کے دل میں کام کر رہا تھا، اور جھوٹ مدینہ میں جوش مار رہا تھا، اور اپنی چھوٹی بیوی سے آپ کا محبت کرنے والا دل، شک سے عذاب پار رہا تھا، آپ شک کو دور کرنے کی قوت نہ پاتے تھے، کیونکہ آخر آپ بشر تھے اور بشر ان اثرات سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اور خاندان اپنے بستر کو چھونے کی طاقت نہیں پاتا، اور مرد اپنے دل میں شک کے ذرے کو بڑا سمجھتا ہے اور جب وہ اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتے، تو قطعی دلیل کے بغیر اس کا اکھیر پانا اس پر مشکل ہو جاتا ہے۔

اور دیکھو! یہ اکیلا بوجھ ہی آپ پر گرا ہوا ہے، آپ حضرت اسامہ بن زید جو آپ کے دل محبوب ہیں، کی طرف پیغام بھیجتے ہیں اور اپنے عمزاد اور سہارے حضرت علی بن ابی طالب کی طرف پیغام بھیجتے ہیں اور اپنے خاص امر میں ان دونوں سے مشورہ لیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انسانی دکھ اور تعلق میں۔ حضرت اسامہ کی بات سے مدد لیتے ہیں اور لونڈی کی شہادت سے مدد اور قوت حاصل کرتے ہیں، اور ان دونوں کے ساتھ مسجد میں لوگوں کا سامنا کرتے ہیں اور جنہوں نے آپ کی بے عزتی کی ہے اور آپ کے اہل پر تہمت تراشی ہے اور مسلمانوں کے ایک فاضل شخص پر جس

کی کوئی بُرائی کسی کو معلوم نہیں، تہمت تراشی ہے آپ ان سے عذر طلب کرتے ہیں، پس اوس اور خزرج کے درمیان — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں — سب و شتم شروع ہو جاتا ہے اور اس کا پتہ اس فضا سے لگتا ہے جو اس عجیب و غریب وقت میں مسلمان جماعت پر سایہ انگن تھی اور اس نے کمان کی تقلیدیں کو عبیب لگا دیا۔

اور اس بات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں شگاف ڈال دیا اور جس تور سے آپ مدد لینے کے عادی تھے، وہ آپ کے راستے کو روشن نہیں کرتا اور آپ اپنا مک حضرت عائشہؓ کے پاس جا کر ان سے صراحت کے ساتھ وہ بات کرتے ہیں، جو لوگ بیان کرتے ہیں اور ان سے آرام دینے والا شافی بیان طلب کرتے ہیں۔ اور جب اس طریق پر آلام اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو آپ کا رب آپ پر مہربانی فرماتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ کی برأت کے بارے میں اور نبوت کے بلند شان اور پاک گھرانے کی برأت کے بارے میں قرآن نازل ہوتا ہے اور ان منافقین کو رسوا کرتا ہے، جنہوں نے اس جھوٹ کے جال کو بُنا تھا، اور اس قسم کے عظیم کام کے مقابلے کے لیے مسلمان جماعت کے لیے راہِ مستقیم کی نشان دہی کرتا ہے۔



فصل دوم



- ————— مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے یہود کا منصوبہ
 - ————— عرب قبائل کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے ان کے درمیان زعمائے یہود کا چکر لگانا۔
 - ————— زعمائے عرب کو یہود کا رشوت دینا۔
 - ————— مدینہ پر قبضہ کرنے کے لیے احزاب (قریش، عطفان اور یہود) کے درمیان معاہدہ۔
 - ————— منصوبے بندیاں اور فیصلہ کن معرکے کے لیے فریقین کی تیاری۔
 - ————— دارالافتاء کے دفاع کے لیے اہم منصوبے کے طور پر مسلمانوں کا خندق کھودنا۔
- جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے مقدمے میں بیان کیا ہے کہ احزاب کی یہ جنگ اگرچہ بظاہر قرشی اور عطفانی جنگ تھی مگر اپنے دور دراز اور گہرے مقاصد کے لحاظ سے اور خون اور گوشت کے نقطہ نظر سے یہ یہودی جنگ تھی، پس وہ حقیقی ہاتھ جو اس خوفناک حملہ کے پس پردہ تھا، اور مسلمانوں کی کامل تباہی کے درپے تھا، وہ یہودی ہاتھ تھا۔

پس غزوہ احزاب جس کا مقصد، مدینہ پر قبضہ کرنا اور مسلمانوں کا خاتمہ کرنا اور سلام کو اس کے متن میں ایجاد کرنا تھا، اور وہ ان طے شدہ خاکوں کے مطابق تھا، جنہیں اسماعیلی مفکرین نے بنایا تھا، اور اس اہم حملہ کی مالی امداد میں یہود نے ڈیپلٹ ادا کیا۔ اور یہود ہر دور اور ہر زمانے میں فتنوں، پریشانیوں اور جنگوں کے بھڑکانے کا سرچشمہ رہے ہیں۔

انہوں نے ہی احزاب کی جنتھ بندی کی اور مدینہ سے جنگ کرتے اور اس میں

مسلمانوں کی بیخ کنی کے لیے جزیرہ عرب سے دس ہزار اعراب کو جمع کیا، اسی طرح قریش کا۔ جو مسلمانوں کے عربی تقلیدی دشمن تھے۔ اس جنگ کے منظم کرنے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنے اور اس نظریتے کو جو یہود کی طرف سے آیا تھا خوش آمدید کہنے میں بڑا ہاتھ تھا،

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے قریش کا نزاع، آنا ہی پڑا تھا ہے، جتنی کہ دعوت اسلام پڑانی ہے اور ان کی جنگ اسلام اور مسلمانوں کے خاتمہ کے لیے قدیم اور پڑانی ہے جس کا زمانہ ظہور اسلام کے عہد اول کی طرف لوٹتا ہے اور قریش نے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے۔ مسلمانوں کے ساتھ خونخوار جنگوں میں حصہ لیا جن میں سے پہلی جنگ، جنگ بدر تھی اور دوسری جنگ احد تھی۔ اگرچہ وقتی طور پر اس میں انہیں فتح ہوتی۔ جس میں ان کا مشہور مقصد پورا نہ ہوا۔ اور یہود اپنے سوا ہر بشر سے عداوت و کراہت رکھتے ہیں اور یہ بات ان کے دلوں میں جاگزیں ہے، پس اس کے متعلق تیرا کیا خیال ہے جو رسالت سماوی کا حامل ہو، جس میں ان یہود کے لیے پورا خطرہ ہو جن کی بنیاد دھوکے بازی، وسیعہ کاری، جنگ بازی اور نفع اندوزی پر ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود کا بعض

یہود (بلانزاع) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے اس قدر پوشیدہ بعض دھم دکتے تھے، جو قریش اور ان کے جزیرہ عرب کے اعلان کے پوشیدہ رکھنے سے بھی زیادہ گہرا تھا، اور یہود۔ اس وجہ سے۔ اعراب جزیرہ سے بھی بڑھ کر اسلام کے مٹانے اور مسلمانوں کے خاتمے کے خواہشمند تھے۔ قریش نے شروع شروع میں مکہ میں۔ اپنی قوت اور مسلمانوں کی کمزوری کی

وہ سے — انہیں سزا دینے کی قوت پاتی، اور ان میں سے بعض وسائل تعدیب کے تحت اپنے دین کے بارے میں فتنہ میں پڑ گئے، بلکہ انہوں نے آپ کے قتل کے مشورہ کی جرأت کر کے آپ کو اپنے اصل وطن مکہ کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

بلاشبہ یہود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے زیادہ سے زیادہ یہی کچھ کرنے کے خواہاں تھے، مگر جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس یثرب آگئے، تو اکیلے یہ کام کرنا ان کے مقدور میں نہ تھا۔

اس لیے کہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ نہیں پہنچے تھے کہ آپ نے یثرب میں تمام قحطانی قبائل (اوس اور خزرج) سے ایک زبردست فوجی محاذ بنانے میں سبقت لی، اور مزید اس میں وہ مہاجر مسلمان بھی شامل ہو گئے جنہوں نے اپنے دین کو ساتھ لے کر اپنا وطن چھوڑا اور یثرب کی چھاؤنی میں منضم ہو گئے، اور یہ طاقتور فوجی محاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھانے والی جنگی زرہ تھا، جس سے آپ اپنی حفاظت کرتے تھے۔

اس بات نے یہود کو ناراض کر دیا اور ان کو مغلوب کر دیا اور اس نے انہیں مسلمانوں کے خلاف، قریش کی طرح کوئی فوجی یا نیم فوجی کارروائی کرنے سے عاجز کر دیا، اس لیے کہ یہود باوجود جزیرہ میں اپنی قدامت کے عرب قوم کے پاس آئینہ الا اجنبی عنصر ہیں اور وہ ہزاروں سال سے عربوں کے درمیان رہنے کے باوجود اس قوم سے امتزاج نہیں کر سکے۔

اور یہودیوں نے — غزوہٴ احزاب سے قبل — یثرب میں جو کچھ بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا وہ جاسوسی کرنے اور مسلمانوں کے درمیان پرانگندگی پیدا کرنے کی کارروائیاں اور ان کے درمیان خانہ جنگی کی آگ بھڑکانے کی کوششیں اور تنگ دائرہ کی نافرمانی کی حرکات ہیں۔

اور آخر میں یہود نے جو بڑا تمذناہ کوشش کی، وہ بنی نضیر کی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو — جبکہ آپ ان کی فرودگاہوں کے درمیان تھے — قتل کرنے کی کوشش ہے

اور اس ناکام کوشش کا انجام یہ ہوا کہ بالآخر اس قبیلہ کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا گیا۔

اعزاب کی جتنے بندی میں یہود کی سوچ بچار

اس وجہ سے یہود کا بغض حضرت نبی کریمؐ سے بڑھ گیا اور ان کے زعماء کسی محکم منصوبے کی تیاری کے متعلق سوچ بچار کرنے لگے، جو بالآخر مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کر دے اور اسلام کے وجود کو بنیادوں سے گرا دے، اور اس یہودی سوچ بچار کے نتیجے میں یہ اہم غزوہٴ اعراب ہوا، جو عملاً اسلام اور مسلمانوں کے وجود کو برباد کیا جانتا تھا۔

منجبر میں بنی نضیر کے یہود کے زعماء کی اس پوزیشن کی تحقیق کے لیے مسلسل میسٹنگیں ہوئیں، جس کی طرف جزیرہٴ عرب کے یہود، مدینہ میں اپنے بڑے مرکز کے تباہ ہونے اور شہر میں اسلامی حکومت کے مضبوط قوت بن جانے کے بعد واپس لوٹے تھے۔ موضوع کے تمام پہلوؤں پر ہمہ گیر اور دقیق بحث کے بعد، قبیلہ کے یہود کی پارلیمنٹ نے مسلمانوں کے خلاف ایک ہمہ گیر، مل، تباہ کن اور مضبوط منصوبہ وضع کرنے کا فیصلہ کیا جس میں فاتح عرب قبائل کی زیادہ سے زیادہ تعداد شریک ہو، خصوصاً نجد، کنانہ اور قریش کے قبائل اس شرط پر شامل ہوں کہ اس جنگ کی دعوت اور تنظیم کی ذمہ داری، منجبر کے یہود میں اور اس کے مالی اخراجات کے بڑے حصے کو برداشت کریں۔

یہودی وفد کا اعراب کے درمیان چکر لگانا

اس اہم قرارداد کے نتیجے میں منجبر کی پارلیمنٹ نے اس اہم مہم کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے اپنے نمایاں ممبران کا ایک وفد تشکیل دینے، اور جن عرب قبائل سے اس جنگ کے لیے رابطہ کرنا مطلوب ہے ان سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا، یہ یہودی وفد یوں بنا۔

(۲) — سلام بن مشکم ————— ممبر

(۳) — کنانہ بن ابی الحقیق ————— ممبر

(۴) — ہوزہ بن قیس الحاتمی ————— ممبر

(۵) — ابو حاصر ناسق جو معرکہ اُحد میں مسلمانوں کے خلاف اوس کے

فدا دہتے کا قائد تھا، ————— ممبر

اور یہ یہودی وفد احوابل شعبان ۶۱۰ء میں مدینہ سے روانہ ہوا — یعنی معرکہ اُحد پر تقریباً ایک سال گزرنے کے بعد، اور مدینہ سے نبی نصیر کی جلا وطنی کے صرف چار ماہ بعد۔

یہودی وفد مکہ میں

اگرچہ غطفان کے نجدی قبائل — جو بعد ازاں غزوہ احوباب کی ریڑھ کی ہڈی بنے۔ کی منازل، حمازی قبائل کی نسبت الہا یہود سے نزدیک تھیں، مگر یہودی وفد سب سے پہلے مکہ گیا اور اس نے (سب سے پہلے) مکہ کے زعماء اور قائدین سے رابطہ کیا اور ان کے سامنے مدینہ سے جنگ کرنے اور مسلمانوں کی بیخ کنی کر کے ان کے اقتدار کو روکنے کے لیے ایک ممکن منصوبہ پیش کیا، جو عظیم قبائلی فوجی اتحاد بنانے کا حامل تھا،

اور یہودی منصوبے سے اطلاع پاتے ہی زعمائے مکہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اس منصوبے کی تیاری اور اس کی تنفیذ کی کوشش کے لیے یہودیوں کی عظیم کوششوں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اس سے اپنے کامل اتفاق اور اس کی تنفیذ کے لیے اپنی کامل تیاری کا اظہار کیا۔

یہودی وفد کی پارلیمنٹ میں

یہودی وفد کے مکہ پہنچنے پر اس کی پارلیمنٹ نے یہودی منصوبے پر بحث کے لیے

ایک خاص اجلاس منعقد کیا، جس کا موضوع اسلام سے جنگ کرنے اور مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے لیے ایک بُت پرست عربی اور یہودی اتحاد کا بنانا تھا، دارالاندوہ (مکی پارلیمنٹ) کے ممبران نے یہودی منصوبے کو سمجھ لیتے اہد اس کے تمام پہلوؤں کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم کر لیا کہ اس کی تنفیذ میں اسلام کی تباہی اور مسلمانوں کا خاتمہ ہوتا ہے، انہوں نے یہودی وفد کے سامنے اپنے عظیم سردار اہد اپنے مکمل اتفاق کا اظہار کیا، اہد مکی فوج کے سالار عام (ابو سفیان بن حرب) نے اس پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں مکر نے یہودی وفد کو اپنے خاص اجلاس میں حاضر ہونے کی اجازت دی تھی، کیونکہ وہ ان کے منصوبے کی بحث سے متعلق تھا جو دینیت سے جنگ کرنے کے بارے میں تھا،

ابو سفیان نے کھڑے ہو کر اپنی تقریر میں مکی پارلیمنٹ اہد اس کی فوج کی طرف سے اس یہودی نظریے کو خوش آمدید کہنے کا اعلان کیا، جو دینیت سے جنگ کرنے اور اس میں مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کرنے کے لیے، عربی یہودی فوجی اتحاد بنانے کی دعوت دیتا تھا، اس نے کہا یہود کو خوش آمدید کہو، جن لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت میں ہماری امداد کی ہے، یہ ہمیں ان سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

اہد مکی پارلیمنٹ کے اندر، مکر کے زعماء اور یہودی وفد کے ممبران کے درمیان اسلام اور بُت پرستی کے موضوع پر بحث و تمحیص ہوئی اور مکر کے بعض نائبین نے وفد کے یہودی علماء کے سامنے کچھ سوالات پیش کیے، جن میں انہوں نے لان کے اہل کتاب ہونے اور ان سے ادیان کی زیادہ واقفیت رکھنے کے باعث (محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین اور بُت پرستوں کے دین کے بارے میں پوچھا کہ ان دونوں میں سے کون اتباع

کے زیادہ ملحق ہے۔

ابن اسحاق — قریش کے ساتھ یہودی وفد کے مذاکرات کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر منحصر ہونے کے بارے میں تھے، اور یہودی ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف احراب کی حجتہ بندی کی اور باہر نکلے اور قریش مکہ کے پاس آئے۔

اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے انہیں دعوت دی اور کہنے لگے..... ہم آپ کے خلاف تمہارے ساتھ ہوں گے، حتیٰ کہ ہم آپ کی بیخ کنی کر دیں گے، قریش نے کہا، اسے گروہ یہود بلاشبہ تم پہلے اہل کتاب ہو اور جس بات میں ہم اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اختلاف رکھتے ہیں اس کا علم رکھنے والے ہو، کیا ہمارا دین بہتر ہے یا آپ کا دین؟

اس موقع پر یہودی کی فطرت میں جو جھوٹ اور تزویر و تحریف پائی جاتی ہے، واضح ہو گئی، اور انہوں نے یہود کو اس حقیقت کے جیسے وہ جانتے تھے، برعکس جواب دیا، انہوں نے قریش سے کہا..... بلکہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے اور تم اس سے بہتر مقدار ہو، کیونکہ تم اس گھر کی تعظیم کرتے ہو اور سقایہ کی نگرانی کرتے ہو، اور اونٹوں کو ذبح کرتے ہو اور اس کی عبادت کرتے ہو، جس کی عبادت تمہارے باپ دادا کرتے تھے، اور یہود نے اسی کذب و افتراء پر اکتفا نہ کیا بلکہ جب قریش نے ان کے قول کے بارے میں، جو انہوں نے نیت پرستی اور اسلام کے بارے میں کہا تھا، اطمینان حاصل کرنے کے لیے ان سے اصنام کو سجدہ کرنے کی اپیل کی، تو انہوں نے ان کی رضامندی کے لیے قریش کے اصنام کو سجدہ کیا۔

اور امین اسحاق نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس یہودی وفد کے بارے میں یہ آیت اتاری ہے کہ ا

المترسول الى الذين فلن تجد له نصيرًا
 (ترجمہ) کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کتاب سے حصہ دیا گیا، وہ بتوں اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں اور کفار سے کہتے ہیں، یہ ایمان لانے والوں کی نسبت زیادہ راہ ہدایت پر ہیں، ان لوگوں پر اللہ نے لعنت کی ہے اور میں پر اللہ لعنت کرے، تو ہرگز کوئی اس کا مددگار نہ پائے گا،

یہودی وفد و یار غطفان میں

جب یہودی وفد نے مدینہ سے جنگ کے منصوبے پر قریش کی موافقت حاصل کر لی تو اس کے بعد یہ شریروند، بحد میں دیار غطفان کی طرف ان قبائل کے زعماء کے سامنے اپنے منصوبے کو پیش کرنے کے لیے گیا، اور جب یہ غطفان کی منازل میں پہنچا تو اپنے خبیث منصوبے کے پروپیگنڈہ کے لیے اور اعراب کے دلوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھڑکانے کے لیے اور ان کے نفوس کو مسلمانوں کی نفرت سے بھرنے کے لیے ان کے خیموں میں گھومتے پھرنے لگا، پھر اس نے ان ضمیمہ قبائل کے زعماء سے اپنے مذاکرات کا آغاز کیا اور ان کے سامنے مدینہ سے جنگ کرنے کا منصوبہ پیش کیا اور اس جنگ کی سکیم سے بھی انہیں آگاہ کیا اور انہیں اس پر قریش کی موافقت سے بھی اطلاع دی، نیز یہ کہ وہ اس منصوبے کے مطابق مدینہ پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

یہودی وفد کے اہم مذاکرات عیینہ بن حصن فزازی سے ہوتے کیونکہ وہ قبائل غطفان کے درمیان سیکی طاقتور مطاع شخصیت تھی، اور اسی کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہم مطاع بیان کیا ہے، کیونکہ وہ اپنی حماقت کے باوجود مشہور اقواج کو لایا تھا اور دس لاکھ ہزار نیزے اس کے پیچھے تھے۔

اس طرح یہودی وفد کے مذاکرات میں قبائل غطفان کے زعماء میں سے بنی مرہ کا قائد الحدیث بن عوف اور بنی اہمیع کا قائد ابو مسعود بن رخیلہ اور بنی سلیم کا قائد صفیان بن عبد شمس

نہ عیینہ بن حصن بن بدر ابو ہنک، بنی خزاعہ کا سردار (یعنی فزازہ غطفان میں سے ہیں) ابن اسکن نے بیان کیا ہے کہ عیینہ کو صحبت حاصل ہے اور یہ مؤلفہ الغلوب میں سے تھا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فوج کر، حنین اور طائف میں شامل ہوا اور یہ اعراب کی درستی اور بدسلوکی میں متاثر تھا، میرانی نے روایت کی ہے کہ عیینہ بن حصن، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھیں، یہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اور کہنے لگا، آپ کے پیو میں یہ کون بیٹھی ہے؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے، کھنے لگا، کیا میں آپ کے پیو سے بہتر عورت یعنی اپنی بیوی سے دستبردار نہ ہو جاؤں؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا باہر جاؤ اور اجازت طلب کرو، کھنے لگا، میں نے قسم کھائی ہے کہ میں کسی مغری سے اجازت نہیں لوں گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت نبی کریم نے فرمایا یہ اہمیع مطاع ہے (یعنی اپنی قوم میں) اس کے لیے کہ وہ عملاً اپنی قوم میں مطاع تھا (اور جیسا کہ عرب میں مشہور ہے) وہی ہزار جاننازا کے سردار تھے، حضرت ابو بکر کے زمانے میں عیینہ بن حصن، مرتدین اسلام میں شامل تھا اور اس نے عیینہ بن نوید مدنی نبوت کی گمان میں مسلمانوں سے جنگ کی پھر اسلام سیرت واپس آگیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں رہا، میں بیان کرتے ہیں کہ آپ اللہ شامی کی کتاب الامام میں پڑھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب عیینہ بن حصن فزازی کو اس اہم واقعہ پر قتل کر دیا، اور امام شافعی کے سوا کسی دوسرے کو انہوں نے یہ بات بیان کرتے نہیں دیکھا، واللہ اعلم۔

اور جی اسد کا قائد، طلحہ بن خویلد شامل ہوتے۔

اور ان عطفانی قبائل نے زعمار نے یہودی منصوبے پر اتفاق کیا اور مدینہ سے جنگ کے طے شدہ منصوبے نے انہیں حیرت میں ڈال دیا اور ان کے اور یہود کے درمیان مکمل تنقید کے متعلق مکمل اتفاق ہو گیا۔

مسلمانوں کے خلاف اتحاد بنانے میں یہود کی کامیابی

اس طرح عطفانی قبائل کے ساتھ یہود کو اپنے مذاکرات میں بڑی کامیابی حاصل ہوتی، یہ قبائل بھی مسلمانوں کے خلاف عرب بُت پرست یہودی عسکری اتحاد کے قیام کے نظریہ میں قریش سے کم پُر جوش نہ تھے۔

ان قبائل عطفان نے مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ تنہا جنگ کرنے کی کتنی ہی کوششیں کیں، جو ناکام ہو گئیں، کیونکہ سالار بنی سلم اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے دیار میں (سرعت سے) مزب لگا کر ان کی کوششوں کو ناکام کر دیتے تھے۔ اور ان کی افواج کو حرکت کرنے سے قبل ہی پرانگندہ کر دیتے تھے، اس لیے جب یہود نے اپنے منصوبے میں ان قبائل کو قریش اور یہود کے ساتھ مل کر مدینہ سے جنگ کرنے میں مشارکت کی پیش کش کی، تو یہ ان قبائل کی وہ تمنا تھی جو تمنا یہ کیا کرتے تھے۔

اتحاد کا معاہدہ اور اس کی شروط

یہودی وفد نے اعراب عطفان کے زعمار کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف عرب بُت پرست یہودی عسکری اتحاد کا پختہ معاہدہ کیا، اس معاہدے کی اہم شروط یہ تھیں:

(۱) اتحادی فوج میں عطفان کی فوج چھ ہزار جاننازوں پر مشتمل ہوگی،

(۲) اسکے بالمقابل یہود، قبائل عطفان کو خمیر کی کھجوروں کے ایک سال کا پورا پورا پھل دیں گے۔

اس طرح یہ شہر یہ یہودی وفد قبائل قریش اور غطفان سے دس ہزار جانبا ندوں کو جمع کر کے واپس لوٹا اور انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کے لیے جمع کیا، اور یہ ایسی فوج ہے کہ اس سے قبل مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے میں اس جیسی فوج کا سامنا نہیں کرنا پڑا، اور یہودی وفد نے قریش کے قائدین کو اس معاہدہ کی تفصیل پہنچا دیں جو اس کے اور قبائل غطفان کے درمیان طے ہوا تھا، تاکہ اس کے مطابق جنگ منظم کی جاسکے، اور اس سے قریش کو بہت خوشی ہوئی۔

احزاب کی تیاری

احزاب کے قائدین تیاری میں لگ گئے، اور انہوں نے اپنی افواج کو اکٹھا کرنے اور ان کو منظم کرنے اور ان کا خرچ برداشت کرنے کے لیے بڑی کوششیں کیں تاکہ جنگ اپنے مقاصد کو پورا کرنے کا کامیاب مرکز ہو۔

اور قریش اپنے حلفاء سمیت چار ہزار جانبا ند جمع کر سکے اور اس جنگ میں ان کی فوج، تنظیمی مہارت، اسلحہ کی امداد اور خرچ کے لحاظ سے بہترین فوج تھی اور نقل و حمل کے ہتھیاروں میں سے قریش کے پاس پندرہ سو اونٹ اور تعاقب کے ہتھیاروں میں سے تین سو گھوڑے تھے۔

اور قریش نے دارالندوہ میں علم باندھا اور اسے انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور فوج کی کمان ابو سفیان بن حرب اموی کے سپرد کی گئی، اور خالد بن ولید مخزومی نے سواروں کی کمان سنبھالی اور یہ سب کچھ مکمل ہو گیا اور ایک دائمی نظام کے بموجب ہوا جس پر قریش دور دراز زمانوں سے اپنی جنگوں میں عمل پیرا ہیں۔ اور قبائل قریش کے درمیان یہ متفق علیہ نظام ہے کہ فوج کی کمان بنی امیہ

میں ہوا اور سقایہ اور رقادہ بنی ہاشم میں ہوا اور جنگوں میں بنو عبدالمطلب کی حاجت کے ساتھ علمبرداری سے مخصوص ہوں اور سوادوں کی کھانیاں (عام کھان کے ضمن میں) ہمیشہ بنی مخزوم میں ہو،

کعبہ کے پردوں کے پاس قریش کا عہد

اور قریش کو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر مزید پختہ کرنے کے ان کے قبائل کے بچپاس جہان حرم کی طرف گئے، اور انہوں نے باہم عہد و پیمان کیا، اور انہوں نے کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹک کر اپنے جگر اس کے ساتھ لگا دیتے اور اس حالت میں معاہدہ کیا کہ وہ ایک دوسرے کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے اور جب تک ان میں سے ایک شخص بھی باقی رہا، وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ایک ہاتھ ہوں گے

غطفانی لو جو انوں کا سالار

قبائل غطفان نے اپنے میں سے اور اپنے اصناف میں سے چھ ہزار جا نباز جمع کیے اور غطفان کا کوئی ایسا ثابت نظام نہ تھا، جس پر وہ جنگوں میں عمل کرتے، جیسا کہ ان قریش کا حال تھا، جس کی افواج کا سالار عام ہمیشہ بنی امیہ کا کوئی شخص ہوتا تھا، پس غطفان کی افواج نے پارکمانوں کے ماتحت مارچ کیا اور یہ غطفان کے بڑے قبائل کے مطابق تھیں۔

۱- بنو فزارہ — ان کا سالار (عیسہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر تھا،)

۲- بنو اسد — ان کا سالار (طلیحہ بن خویلد تھا،)

- ۳ - بنو اشجع - ان کا سالار، مسعود بن رخیدہ بن زبیرہ تھا۔
۴ - بنو مریہ - ان کا سالار، الحداد بن حوف تھا۔

مدنی موقوف

مدینہ بھی اس سے غافل نہ تھا، جو کچھ اس کے عقائد مکہ میں اور نجد میں بدوؤں کے خیالوں میں ہو رہا تھا، اس کی فوجی اینٹیلی جنس نہایت چوکس اور سرگرم تھی اور جب سے یہودی وفد خیبر سے مکہ گیا تھا، اس کے جہان اس کی حرکات کی ٹوہ نگار سے تھے، اور (اقلًا) جو کچھ یہودی وفد اور قریش کے درمیان، اور (ثانیًا) جو کچھ فطقان کے ساتھ ہوا انہیں اس کا پورا پورا علم تھا،

اور اینٹیلی جنس کے جہان احزاب کے مذاکرات کے بارے میں اپنی پہلی اہم معلومات کو پہلے بھیجتے تھے۔

پس مسلمان نہایت چوکسی اور چھان بینی کے ساتھ ان مساعی کے آخری نتائج کا انتظار کرنے لگے، جو خیبری وفد نے ان عرب قبائل میں، جو مسلمانوں کے دشمن تھے کہیں۔ صرف یہودی وفد کے قریش اور فطقان سے سفر یقینی فوجی اتحاد پر موافقت حاصل کرنے پر ہی جو یہود، فطقان اور قریش سے بنا تھا، مدینہ نے اپنی اینٹیلی جنس کے جہانوں سے یہ اہم خبر حاصل کی، اسی طرح اس کے بعد مدینہ نے احزاب کی افواج کی قوت اور ان کے سپاہیوں کی تعداد اور ان کے سالاروں کے نام اور مدینہ کی جانب ان کے مارچ کے مقررہ وقت کے متعلق ضروری دقیق معلومات اپنی فوج کی اینٹیلی جنس سے حاصل کیں۔

اور دشمن کے متعلق یہ معلومات حاصل کرتے ہی فوراً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری لازمی دفاعی اقدامات شروع کر دیئے، اور ایک فوری میٹنگ بلائی جس میں

مہاجرین اور انصار میں سے آپ کی فوج کے بڑے بڑے قائدین شامل ہوئے اور آپ نے اس میں ان کے ساتھ اس اہم موقف کے بارے میں گفتگو کی جو یہود کی خبیثتِ مساعی سے نمایاں ہوا تھا۔

مدینہ کے دفاع کا منصوبہ

چونکہ معلومات سے یہ یقین ہو گیا تھا کہ جنگ کا بڑا مقصد، مدینہ پر قبضہ کرنا ہے اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی میٹنگ میں دارالافتاء کے دفاع کے لیے ضروری افعال اور فیصلہ کن اقدامات اختیار کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی، نیز یہ کہ کیا مسلمان مدینہ سے باہر احزاب سے جنگ کرنے کے لیے نکلیں، جیسا کہ انہوں نے غزوہ اُحد میں کیا تھا، یا مدینہ کے اندر ہی قلعہ بند ہو کر رہیں؟

بالآخر فیصلہ ہوا کہ مسلمان مدینہ کے دفاع کے لیے مدینہ میں قلعہ بند رہیں خصوصاً اس لیے بھی کہ جو فوج ان سے جنگ کرنے آئی ہے، وہ دس ہزار جاننازوں سے کم نہیں جبکہ مدنی فوج (بڑے سے بڑے انداز سے کے مطابق) تین ہزار جاننازوں سے زیادہ نہیں جن میں وہ بہت سے منافقین بھی تھے، جن کی طرف سے (جنگ کے وقت) اطمینان نہ تھا، اور مدینہ کے شمالی منطقہ کو دفاع کی بڑی لائن کے طور پر منتخب کیا گیا۔

بڑی الجھن

باوجودیکہ اسلامی کمان نے مدینہ کے دفاع کے لیے اس جگہ کے انتخاب میں اتفاق کیا تھا، اور جنگ کرنے والوں کے سامنے ڈٹ جانے کے لیے اس سے بہتر جگہ موجود نہ تھی لیکن (منصوبہ بندی کے وقت) ایک الجھن مسلمان قائدین کے لیے روکاؤٹ بن گئی، اور اس نے ان کے دلوں کو بے چین کر دیا۔ اور وہ یہ تھی، کہ انہوں نے (مدینہ کے دفاع کا

منصوبہ بناتے وقت) سوچا کہ اترتاب کی جہاز افواج کے سامنے ان کے لیے ثابت قدم رہنا کیسے ممکن ہوگا؟ اور جب وہ یکبارگی ان پر حملہ کریں گے اور اس وسیع جگہ پر جو مدینہ کے شمالی راستوں کے پاس ہے، ان کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ میں برسر پیکار ہونگے تو وہ انہیں مدینہ پر قبضہ کرنے سے کیسے روکیں گے؟

اسلامی فوج کے جوان اگر چہ بے مثال شجاعت میں ممتاز تھے، جو سچے عقیدہ سے پیدا ہوتی تھی، مگر تباہ کن کثرتِ تعداد، جس میں دشمن کی فوج کو برتری حاصل تھی، اس کا اندازہ عقل سے لگانا ضروری تھا، کیونکہ کثرت، اکثر اوقات، شجاعت پر غالب آجاتی ہے (جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں)

نظریہ خندق کا پیش کرنا

اس لیے مسلمان (مدینہ کے دفاع کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے) کسی ایسے فعال وسیلے کے ایجاد کرنے کے متعلق سوچ رہے تھے، جس سے وہ اترتاب کی جہاز افواج کے ساتھ جو سامانِ امداد میں برتری رکھتی تھیں فیصلہ کن معرکہ میں ہمہ گیری، فوجی جنگ سے کنارہ کشی کریں تاکہ انہیں اس وسیع حرکت سے جو وہ کرنا چاہتی ہیں، روک دیں۔ اور اس موضوع پر گفتگو کے وقت، حضرت سلمان فارسی بھی اسلامی فوج کے جنگی بورڈ میں مشورہ کے لیے موجود تھے، آپ نے سالارِ اعلیٰ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عظیم اور اہم منصوبہ پیش کیا جس سے حضور علیہ السلام نے اتفاق کیا اور قائدین جو آپ کے صحابہ کرام میں سے تھے، اس سے خوش ہو گئے۔

امد اس دفاعی منصوبہ کی تنفیذ سے اترتاب کی افواج کی سرگرمیوں کے حامی کرنے اور ان کی حرکات کے سشل کرنے پر بڑا اثر ہوا۔ پھر بالآخر جنگ ناکام ہو گئی۔

خندق مدینہ کے دفاع کا سب سے بڑا منصوبہ تھا

حضرت سلمان فارسی نے تجویز پیش کی کہ مسلمان ایک عمیق خندق کے کھودنے میں جلدی کریں، جو اس تمام منطقہ پر حاوی ہو، جس میں سے احزاب کی افواج کے مدینہ میں داخل ہونے کی توقع ہو اور اس خندق کی کھدائی، احزاب کی افواج کے اس جگہ پر پہنچنے سے پہلے ہو جائے، جس پر مدینہ کی کمان تے اکتفا کیلئے اور اس نے اس جگہ پہنچنے کا فیصلہ کیا ہے، اور وہ، وہ میدان ہے جو مدینہ کے شمال مغرب میں واقع ہے۔

حضرت سلمان فارسی نے — اپنا منصوبہ پیش کرتے کے بعد — کہا یا رسول اللہ ہم سر زمین ایران میں جب سواروں سے خوف کھاتے تھے تو اپنے گرد خندق بنا لیتے تھے۔

دفاعی منصوبہ کی تفصیل

۱۔ یوں اسلامی فوج کے قائدین کے درمیان مدینہ کے دفاعی منصوبہ پر مکمل اتفاق ہو گیا اور وہ مندرجہ ذیل صورت میں تھا۔

۱۔ مسلمان مدینہ کے دفاع کے لیے، مدینہ میں موجود رہیں اور مدینہ سے باہر احزاب سے مقابلہ کے لیے نہ جائیں،

۲۔ دفاع کی بڑی لائنیں مدینہ کی شمالی طرف ہوں اور جہل سلع کے آگے ہوں تاکہ یہ پہاڑ اسلامی کمان کی پشت کے پیچھے ہو۔

۳۔ مسلمان ایک عمیق خندق کھودنے کے لیے تیار ہو جائیں جو ان کے اور احزاب کی افواج کے درمیان روکاؤٹ ہو۔

۴۔ مسلمان مدینہ کو عورتوں، بچوں اور ناکارہ لوگوں سے خالی کریں اور انہیں دشمن سے دور محفوظ قلعوں میں اکٹھا کر دیں تاکہ ان کے بجائے میں آسانی ہو اور خصوصاً

بنی قریظہ کے یہود سے جن کی متانت مدینہ میں ہیں اور مسلمان ان کی جانب سے
مطلب نہیں ہیں،

۵۔۔۔۔۔ اسلامی گشتی دستے مسلسل رات بھر صبح تک مدینہ کی نگرانی کریں۔

اسلامی فوج کے اترنیکی جگہ کی فوجی حکمت عملی

مدینہ کے شمالی منطقہ کو اسلامی فوج کے اترنے کے لیے منتخب کرنا ایک ایسا انتخاب
تھا، جو فوجی حکمت عملی کے مطابق تھا، یہ جگہ سب سے بہتر جگہ تھی، اور جو شخص مدینہ
کا دفاع کرنا چاہتا ہے اسے اسی میں پھنسا کرنا واجب ہے۔ کیونکہ یہی وہ واحد کھلی
جگہ ہے کہ جو جنگ باز مدینہ پر قبضہ کرنے کا خواہاں ہے اس پر اس کی طرف آنا واجب ہے۔
اس لیے کہ اطراف مدینہ کی دوسری جہات گھور کے درختوں اور دیگر گھٹی کھیتوں اور ایک
دوسرے سے ملی ہوئی بلڈنگوں اور تدرتی مشکل روکاٹوں سے گھری ہوتی ہیں، جو احزاب
کی عظیم افواج کو اپنی مرضی کے مطابق وسیع دائرے میں جنگ کی کوئی کاروائی کرنے کی
اجازت نہیں دیتیں، اس بات نے احزاب کے قائدین کو ایسا بتا دیا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے
کے لیے ان جہات سے آنے کے بارے میں غور ہی نہ کرتے تھے،

پس وسیع دائرے میں جنگ کے مناسب حال واحد جانب (جیسا کہ احزاب کے
قائدین چاہتے تھے) مدینہ کی شمالی جانب ہی تھی، جہاں کسی قابل ذکر طبعی روکاؤ
کے بغیر وسیع رستے اور کھلے میدان ہیں، اور اسی جانب اسلامی کمان نے خندق کھودنے
کا فیصلہ کیا۔

خندق کہاں اور کیسے کھودی گئی؟

حضرت سلمان فارسی کے منصوبے کی اساس پر خندق کھودنے کے لیے جو نقشہ بنایا،

گیا، وہ ایک بڑی خندق کے کھودنے کا مقصد مانی تھا، جو غزنی جانب سے سلج پہاڑ سے لے کر (حرۃ الوبرہ) کی جانب تک امتد ہو، جو غزنی جانب سے مدینہ کو ڈھانچے ہوتے ہے، اس طرح پر یہ خندق حرۃ مذکورہ کی مشرقی طرف سے کمان کی شکل میں گذرے، پھر جبل سلج کے آگے خط مستقیم کی مانند مشرق کی جانب (حرۃ دائم) کی اطراف تک پھیل جائے، جو مشرقی جانب سے مدینہ کو ڈھانچے ہوتے ہے اور مکمل طور پر اعزاب کے پڑاؤ کے درمیان جو شمالی جانب (احد اور مجمع الاسیال) کے گرد واقع ہے اور اسلامی پڑاؤ کے درمیان جو جبل سلج سے آگے اور مدینہ کے شمالی راستوں کے پاس، حرمین کے درمیان واقع ہے، رو کا ٹ ڈال دے۔

اسی طرح یہ منصوبہ ثانوی بزدی خندقوں کی کھدائی پر بھی حاوی تھا، جو ایک دوسرے سے ربط رکھتی تھیں اور بڑی خندق کی طرف سے جبل سلج کی مغربی طرف تک امتد تھیں، اور جنوب کو وادی بلمان اور رانونا کے اکٹھا ہونے کی جگہ تک یوں جلی جاتی تھیں کہ یہ مترابط خندقیں مغربی جانب سے مسجد نبوی کے پیچھے آجاتی تھیں،

خندق کے تیار کردہ نقشے کے مطابق فوج کے جوازوں نے فوراً اسے کھودنا شروع کر دیا اور سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھدائی میں ان کے ساتھ شامل تھے، اور آپ بھی ایک مسلمان فرد کی طرح کام کرتے تھے، حتیٰ کہ خندق کی کھدائی ختم ہو گئی۔

اسلامی فوج نے سنجیدگی، دلچسپی اور مداومت کے ساتھ کھدائی کا کام کیا اور مدینہ کی کمان نے اعزاب کی افواج سے مدینہ کی نواح میں پہنچنے سے قبل خندق کی کھدائی کی تکمیل کے لیے کوشش صرف کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اس لیے کہ یہ خندق مغرب و اتر طرف کے دفاع کی بڑی لائن بننے والی تھی اس لیے اس کا دشمن کی فوج کے پہنچنے سے قبل مکمل

کرنا ضروری تھا۔

فوج نے ہی خندق کھودی

اسلامی فوج کے افراد ہی خندق کھودنے والے تھے (جن میں سلاار نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے) کیونکہ ان کے پاس (دوسری قوموں کی طرح) خادم اور غلام نہیں تھے، جن سے وہ اس مشکل فوجی کام میں بیگار لیتے۔

باوجودیکہ بنی قریظہ کے یہود، جو مدینہ کے باشندے تھے (ان کے اور مسلمانوں کے درمیان طے شدہ معاہدہ کے مطابق) خندق کی کھدائی میں مشارکت کے پابند تھے، لیکن ان یہودیوں میں سے کسی ایک شخص نے بھی خندق کی کھدائی کی کاروائی میں شمولیت نہیں کی، اور یہ پہلا (بے محبت) اور نصوص معاہدہ کے خلاف عمل تھا، جو بنی قریظہ کے یہود نے کیا۔ اور خندق کی کھدائی کی (احزاب کی افواج سے پہنچنے سے قبل) تکمیل کے لیے فوج نے بڑا کام کیا، وہ دن بھر کھدائی کا کام کرتے اور صرف رات کو آرام کرتے اور سلاار نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود کھدائی کے کام کی نگرانی کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ اپنے دست مبارک سے کام کرتے، حتیٰ کہ خندق کی تکمیل ہوتی،

کمٹن حالات

اور اس پر مستزاد یہ کہ خندق کی کھدائی کی کاروائی (جس کا طول پانچ ہزار یا تھوڑے کم نہ تھا) فی حد ذاتہ بڑی مشکل کاروائی تھی اور جن معاشی حالات میں مسلمانوں نے خندق کی کھدائی کا کام کیا وہ نہایت کمٹن حالات تھے۔

یہ سال (مسلمانوں کی نسبت سے) بھوک کا سال تھا، اور اکثر مسلمان جو کھدائی کا کام کر رہے تھے اپنی بھوک مٹانے کے لیے ضروری خوراک بھی نہ پاتے تھے، اور

اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے، جو کھدائی کا کام کرتے ہوئے تھے، جھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے، اور بڑا کھانا جو انہیں ملتا تھا، وہ صرف کھجوریں تھیں،

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان خندق کی کھدائی کے وقت سخت معاشی حالات میں مبتلا تھے اور سخت جھوک کی حالت میں تھے، — اسے ابن اسحاق نے بحوالہ سعید بن مینا بیان کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ یثیر بن سعد کی بیٹی — حضرت نعمان بن بثیر کی ہمشیرہ — نے بیان کیا کہ میری ماں عمرہ بنت رفاعہ نے مجھے بلا کر ایک لپ کھجوریں میرے کپڑے میں مجھے دیں، پھر کہنے لگیں اسے بیٹی! اپنے باپ اور اپنے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس ان کا صبح کا کھانا لے جا، میں وہ کھجوریں لے کر چل دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذری اور میں اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کر رہی تھی، آپ نے فرمایا بیٹی ادھر آؤ، آپ کے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ کھجوریں ہیں، جو میری ماں نے مجھے دے کر میرے باپ یثیر بن سعد اور میرے ماموں عبداللہ بن رواحہ کے پاس بھیجا ہے، وہ ان سے صبح کا کھانا کھائیں گے، آپ نے فرمایا انہیں لاؤ، میں نے وہ کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیوں میں ڈال دیں اور وہ ہتھیلیاں ان سے پھرنے ہوئیں، پھر آپ نے کپڑا لانے کا حکم دیا اور اسے آپ کے لیے بچھایا گیا، پھر آپ نے اس پر کھجوریں منگوائیں اور وہ کپڑے کے اوپر بکھر گئیں، پھر آپ نے ایک شخص سے جو آپ کے پاس تھا، فرمایا اہل خندق کو آواز دو کہ وہ صبح کے کھانے کے لیے آجائیں، پس اہل خندق اس پر جمع ہو گئے، اور اس سے کھانے لگے، اور وہ بڑھتے لگیں، حتیٰ کہ اہل خندق کھا کر واپس چلے گئے، اور وہ کپڑے کے کناروں سے گر رہی تھیں۔

اور خندق کی کھدائی کے وقت مسلمان جس شدید جھوک کی حالت میں تھے اس پر

مستزاد یہ کہ سرحدی سونت تکلیف دہ تھی، اور سونت آندھیاں چل رہی تھیں،

امام بخاریؒ نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آپ نے بیان کیا ہے کہ ہم خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ مٹی کھودتے تھے اور ہم اپنے کندھوں پر مٹی اٹھاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللهم لا عيش الا عيش الاخوة فافضوا الانصار والمهاجرة ...
 اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی ہے۔ تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

اور اسی طرح بخاری میں حضرت انس کی روایت ہے کہ ایک ٹھنڈی صبح کو انصار اور مہاجرین کھدائی کر رہے اور ان کے پاس کوئی غلام نہ تھے، جو ان کی خاطر یہ کام کرتے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تھکاوٹ اور بھوک کو دیکھا تو آپ نے فرمایا:

اللهم لا عيش الا عيش الاخوة فافضوا الانصار والمهاجرة
 تو انہوں نے آپ کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

عن الذي بايعوا محمداً على الجهاد ما بقينا ا بدأ
 ہم لوگوں نے، جب تک زندہ ہیں جہاد پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے۔

خندق میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹی اٹھانا

سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی کھدائی کا کام کرتے تھے اور فوج کے ایک چوکس سپاہی کی طرح اپنی پشت پر مٹی اٹھاتے تھے، بخاری نے حضرت البراء کی حدیث کے حوالے سے بیان کیا کہ آپ نے بیان کیا کہ:

جب احباب اور خندق کا پل بننا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق سے

مٹی اٹھاتے دیکھا، حتیٰ کہ غبار نے آپ کے پیٹ کی کھال کو مجھ سے پوشیدہ کر دیا، اور آپ کے بال بہت تھے اور میں نے آپ کو مٹی اٹھاتے ہوتے حضرت ابن رواحہ کا شعر پڑھتے سنا، آپ کہہ رہے تھے

اللهم لولا انت ما هتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا
فانزلن سكينتنا علينا وان اُسر ادوافقتنا ابينا
اسے اللہ اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ
نماز پڑھتے، پس تو ہم پر سکینت نازل فرما، اور اگر وہ فتنہ کا ارادہ
کریں تو ہم انکار کریں۔

وہ چٹان جسے رسول اللہ ﷺ نے ٹوڑا

مسیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ ہم خندق کے روز کھدائی کر رہے تھے کہ سخت ٹھوس ٹکڑا آ گیا اور نساقی میں ہے کہ چٹان آگئی جسے کدالیں توڑ نہ سکتی تھیں، تو صحابہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگے یہ ایک سخت ٹکڑا ہے جو خندق میں آ گیا ہے، آپ اٹھے اور بھوک کے باعث آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ اور ہم نے تین دن سے کچھ نہ چکھا تھا۔ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لے کر ماری، تو وہ سخت اور ٹھوس ٹکڑا) ریت کا کرنے والا ٹیڈ بن گیا۔

اور احمد اور نساقی میں ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی شکایت کی تو آپ نے آکر کدال ل اور فرمایا بسم اللہ اور ایک ضرب لگائی اور اس کے تیسرے حصے کو بکھیر دیا اور فرمایا اللہ اکبر، مجھے شام کی گنیاں عطا کی گئی ہیں۔ اور قسم بخدا میں اس وقت اس کے سُرخ معدات کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپ نے

دوسری منزل لگائی تو اس کا دوسرا ٹمٹ کاٹ دیا اور فرمایا اللہ اکبر، مجھے ایمان کے خزانے عطا کیے گئے ہیں، اور قسم بخدا میں اب مدائن کے قصرِ اسمین کو دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے تیسری منزل لگائی اور فرمایا بسم اللہ اور بقیہ پیچھ کر آپ نے توڑ دیا۔ اور فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کے خزانے عطا کیے گئے، اور قسم بخدا میں اس وقت اپنی اس جگہ سے مندر کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں۔

اور بعد کے واقعات نے اس قولِ نبوی کی صداقت کو ثابت کر دیا اور یہ ان علاماتِ نبوت میں سے بن گیا جو خطا نہیں جاتیں، اور خندق میں چٹان کے توڑنے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مقامات کا ذکر کیا کہ آپ کو ان کی جاییاں دی گئی ہیں، اب سب مقامات پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہوا (شام، یمن، ایران اور اس کے دارالغناذ مدائن اور اس کے قصرِ اسمین پر) اور یہ سب کے سب دونوں خلیفوں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں مکمل طور پر فتح ہوئے۔

اور خوف اور رمب اور گھبراہٹ کی فضا کے باوجود، جو اس منطقہ کا احاطہ کیے ہوئے تھے، جو سارے کا سارا ان احزاب کی افواج کے پہنچنے کے لیے کان بنا ہوا تھا میں سے اہل مدینہ کو ڈرانے اور خوفزدہ کرنے کے سیلابِ سبقت کر گئے تھے اور سب باتوں کے باوجود مسلمان، اعتماد، اطمینان اور ثبات کے ساتھ خندق کی کھدائی کا کام کر رہے تھے، اور اس میں نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بڑا نمود تھے، جو ان کے ساتھ کام کر رہے تھے، اور ان کے ساتھ شہر میں اور محبت کرنے والے دل کے ساتھ مزاح اور خوش طبعی کر رہے تھے، جس دل کا مالک صرف حق بات ہی کہتا ہے۔

بلاشبہ یہ ایک خوبصورت منظر ہے کہ محمد بن عبد اللہ نبی اور سالارِ خندق میں کدال سے مٹی کھود رہے ہیں اور کلہاڑا اور کدال چلا رہے ہیں اور مٹی کے کھودنے کے لیے جھکتے ہیں اور ٹوکری میں ڈال کر اسے اپنی پشت پر اٹھاتے ہیں اور اپنے اصحاب سے

یوں بل جُل جاتے ہیں کہ گویا انہیں میں سے ایک ہیں، اور اشعار پڑھنے والوں کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے ہیں اور وہ کام کے دوران شعر پڑھتے ہوئے اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہیں اور حلق میں آواز گھمانے میں ان کے ساتھ مشاکت کرتے ہیں اور وہ رواں واقعات کے اشارے سے سادہ اشعار گاتے تھے۔

وہاں ایک مسلمان شخص تھا جس کا نام جمیل تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نام کو ناپسند کیا اور اس کا نام عمر رکھ دیا اور خندق میں کام کرنے والے خوشی سے یہ سادہ شعر اکٹھے ہو کر پڑھنے لگے۔

فسماعہ من بعد جمیل عمرا و کان لبائس یوما ظہمنا
آپ نے جمیل کے بعد اس کا نام عمر رکھ دیا اور کسی دن وہ تنگ دست کے لیے مددگار ہو گا۔

اور جب اپنی دہرائی میں لفظ عمر سے گزرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتا فرماتے اور جب وہ لفظ ظہم سے گزرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہم فرماتے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس قصا کا تصور کریں، جس میں مسلمان کام کر رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان کھٹاڑا چلا رہے تھے اور کدال سے کھڈائی کر رہے تھے اور ٹوکری میں مٹی اٹھا رہے تھے، اور اس گیت کو راکر اس کا نام گیت رکھنا صحیح ہو، بار بار دہرا رہے تھے، اور ہمارے لیے اس بات کا تصور کرنا ضروری ہے کہ کونسی طاقت اس قضا میں ان کی اعراج کو طاقت دے رہی تھی اور کونسا چشمہ ان کے وجود میں رضامندی، بہادری، اعتماد اور عتر از سے بھوٹ رہا تھا۔ یہ سبیدہ قضا خوش طبعی اور مزاج سے خالی نہیں ہوتی، حضرت زید بن ثابت چھوٹے بچے تھے۔ اور آپ بھی خندق

میں مٹی اٹھانے والوں میں شامل تھے اور حبیب حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو (کم سنی کے باوجود) خندق میں کام کرتے دیکھا تو فرمایا، اسے یہ تو بہت اچھا بچہ ہے۔

اور غلام رحمت زید کو نیند آگئی، اور آپ — گرمی محسوس کرنے کے بعد — خندق میں سو گئے، اور سردی بہت تھی، اور عمارہ بن حزام نے (مزاح کرتے ہوئے) آپ کا ہتھیار لے لیا، اور آپ کو پتہ ہی نہ تھا، اور جب وہ بچہ اٹھا تو اس نے اپنا ہتھیار نہ پایا تو وہ گھبرا گیا اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے، آپ نے اسے (مزاح کرتے ہوئے) فرمایا اسے نیند کے باپ تو سو گیا اور تیرا ہتھیار جاتا رہا، پھر آپ نے فرمایا اس بچے کے ہتھیار کا کسے علم ہے؟ عمارہ نے کہا یا رسول اللہ وہ میرے پاس ہے، آپ نے فرمایا اسے واپس کرو، اور آپ نے مسلمان کو خوفزدہ کرنے اور مزاح کے طور پر پاس کا سامان لینے سے منع فرما دیا۔

اور خوش طبعی اور لطف کی یہ رُوح کس قدر شیریں ہے جس سے نبی اعظم اور سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھوٹے بچے سے مزاح کیا، جسے کام کے دوران نیند آگئی تھی اور وہ سو گیا تھا، حتیٰ کہ اس سے اس کا ہتھیار لے لیا گیا۔ اسے نیند کے باپ تو سو گیا اور تیرا ہتھیار جاتا رہا۔ اور شیریں اور شفقانہ خوش طبعی کی آواز، اس بات — اسے نیند کے باپ — میں نمایاں ہے، جس سے سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھوٹے بچے سے خوش طبعی کی اور اللہ تعالیٰ نے اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحیح فرمایا ہے:

وانك لعلى خلق عظيم اور بلاشبہ آپ عظیم اخلاق کے حامل ہیں

خندق میں منافقین کی تخریبی کارروائی

حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص اصحاب کی جانب سے خندق

کی کھدائی کا کام سنجیدگی، سرگرمی، کوشش اور اہتمام سے ہو رہا تھا، اور باوجودیکہ مدینہ کی کمان، خندق کی کھدائی کی تکمیل، احزاب کی افواج کے پہنچنے سے قبل کرنا چاہتی تھی، اسے (پہلے لمحہ ہی سے) ان پارٹیوں کی طرف سے جو اسلام کی طرف منسوب ہوتی تھیں، حالانکہ ان کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا، اور وہ منافقین تھے، ان پر لیشانیوں اور کاروائیوں کا سامنا کرنا پڑا جن پر تخریب کاری اور تفرقہ بازی کی چھاپ تھی اور انہوں نے معرکہ خندق کی تیاریوں کے آغاز ہی سے، ایسے کردار ادا کیتے جو بُرے اور گھٹیا تھے۔

پس احزاب کے پہنچنے سے قبل اور خندق کی کھدائی کے دوران یہ منافقین (جو ظاہری حکم کے مطابق اسلامی فوج کا حصہ تھے) کام میں سہل انگاری کرتے، اور اگر فوج کے ساتھ کام کرتے تو تھوڑا سا کام کرتے اور اس سہل انگاری پر مستزاد یہ کہ وہ تخریبی کاروائیاں کرتے اور ان کے ذریعے خندق میں کام کرنے میں سستی اختیار کرنے پر کمزوریوں کی اس خواہش پر حوصلہ افزائی کرتے کہ خندق کی تکمیل میں تاخیر ہو جاتے، اور احزاب کی فوجیں پہنچ جائیں۔

اور یہ منافقین ان سخت فوجی احکام کے باوجود جو اس بات کا تعاقب کرتے تھے کہ کوئی شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم کے بغیر خندق میں اپنے کام کی جگہ کو نہ چھوڑے، کام کو چھوڑ دیتے اور سلاہ رسول کی اجازت کے بغیر کام سے کھسک کر اپنے اہل کے پاس چلے جاتے اور ان کی ان تخریبی کاروائیوں کا خندق کی کھدائی کے کام کے جاری رکھنے پر بُرا اثر پڑا۔

اور سچے مسلمان ان اہم استثنائی حالات کا اندازہ کر رہے تھے، جو ممکن حد تک سرعت کے ساتھ خندق کی تکمیل کے لیے مسلسل کھدائی جاری رکھنے کو مستلزم تھے، اس لیے وہ خندق میں کام کرنے کو انتہائی ضرورت پر ہی چھوڑتے تھے، جو ترک عمل

کی مستعدی ہو، اس کے باوجود جب انہیں کسی ضرورت کی مصیبت پڑ جاتی جس سے چارہ نہ ہوتا تو وہ اسے پورا کرنے کے لیے حکم الہی کی بجا آوری کرتے ہوتے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص اجازت لیے بغیر کام نہ چھوڑتے، جس کے متعلق بیان ہوا ہے کہ — انما المؤمنون ان اللہ عقوبہم رحیم

(ترجمہ) مومن صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب وہ کسی امر جامع میں اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو اس سے اجازت حاصل کیے بغیر نہیں جاتے بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، پس جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جسے چاہیں اجازت دیں اور ان کے لیے اللہ سے بخشش طلب کریں، بلاشبہ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی حاجت کے پورا کرنے کی اجازت دیتے اور جب وہ اسے پورا کر لیتے تو بھلائی کی رعیت اور اپنے نبی کریم کی اطاعت کی حرم میں نہایت سرعت کے ساتھ خندق میں اپنے کام پر واپس آجاتے۔

اور منافقین خندق سے کھسک جاتے اور اس میں کام کرتا ترک کر دیتے، اور سالار بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے بغیر جہاں چاہتے چلے جاتے اور یہ کام وہ تحریب و تاخیر کے ارادے سے کرتے) اور وہ بظاہر اسلام اور آپ کی فوج میں شمولیت

کے باوجود نہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور نہ اس چیز پر جس کی طرف آپ دعوت دیتے تھے، اپنے دل کی شہ سے ایمان لاتے تھے اور یہ ظاہر بھی صرف تقیہ کے طور پر تھا، جس سے وہ مقیم سلم کے حقوق سے متمتع ہوتے تھے، حالانکہ حقیقتاً وہ مسلمان نہ تھے

اس لیے یہ منافقین اپنے دلوں کی گہرائیوں سے جانتے تھے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے پابند نہیں ہیں اور اس شعور کی اساس پر خندق کی کھدائی کی کاروائی

قرآن کریم کا منافقین کے میووب بیان کرنا

اور قرآن کریم نے ان منافقین کے میووب کو بیان کیا ہے جو تخریبی جذبے سے خندق میں کام کو سالار بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کیے بغیر چھوڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ أَوْ يَصِيبَهُمْ عَذَابَ الْيُسُفَىٰ

(ترجمہ) تم رسول کی پکار کو اپنے درمیان اس طرح نہ بناؤ جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اللہ ان کو جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر کھسک جاتے ہیں، پس وہ لوگ جو آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کو فتنہ پہنچے یا ان کو دردناک عذاب پہنچے۔

اور منافقین کی تخریبی کاروائیوں اور خندق کے کام میں ان کی سہل انکاری کے باوجود ان کے اس غیثت عمل نے کھدائی کی کاروائی کے تسلسل پر کوئی زیادہ اثر نہیں ڈالا اور صحابہ نے کام میں خوب مشقت اٹھائی، سستی کر خندق کی کھدائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق، احزاب کی افواج کے پہنچنے سے کئی دن قبل مکمل ہو گئی، ممکن حد تک سرعت سے خندق کی کھدائی کی تکمیل میں عام کمان کی دلچسپی نے، مسلمانوں کے درمیان کھدائی میں ایک اچھے مقابلے کی روح چھونک دی۔

خندق کی لمبائی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان پیمائش تقسیم کر دی جس سے مطلوب خندق کا کھودنا تھا، آپ نے ہر دس صحابہ کو چالیس ہاتھ کھودنے کو دیتے، اور ان پر لازم قرار دیا کہ وہ اس کھدائی کو (اس گہرائی اور چوڑائی کے مطابق،

جو کمان نے ان کے لیے مقرر کی تھی) ممکن حد تک سرعت سے مکمل کریں۔
خندق کی لمبائی تقریباً پانچ ہزار باغھ تھی، اور اس کی گہرائی سات باغھ سے کم
ہونا ممکن نہیں۔ اور اسی طرح چوڑائی بھی نو باغھ سے کم ہونا ممکن نہیں اس لیے کہ
گھوڑے اس سے کم فاصلہ میں داخل ہو سکتے ہیں، — اور خندق کی کھدائی میں،
(جیسا کہ ابن قیم نے الہدی النبوی میں بیان کیا ہے) پورا ایک ماہ صرف ہوا۔

مدینہ کے دفاع میں خندق کا اثر

خندق کی کھدائی کے بعد، مدینہ اس محفوظ قلعہ کی طرح ہو گیا، جس تک صرف خود
کشاد جانتا زیوں اور عظیم پُرمشقت قربانیوں کے بعد ہی پہنچنا ممکن تھا، اور مدینہ —
خندق کے علاوہ جو بڑی دفاعی لائن تھی — ایک دوسرے سے ہیوست مکانوں
اور کھجور کے گھنے درختوں اور دروازہ فاصلوں، اور کھجور کے درختوں کے علاوہ دوسری
کھیتیوں سے گھرا ہوا تھا، اور مزید یہ کہ اس میں بڑی دشوار طبعی رکاوٹیں بھی تھیں
اور تین حرار بھی مدینہ کو اس کی تین اطراف سے گھیرے ہوئے تھے ایک حرہ جنوب
میں تھا، اور مشرق میں حرہ واقم اور مغرب میں حرہ الوبرہ تھا۔

اور منطقہ مدینہ میں حمار، مؤثر قدرتی رکاوٹیں بناتے ہیں، جن سے کوئی حمار
یا پیادہ) بڑی صعوبت سے گزر سکتا ہے، کیونکہ وہ سیاہ جلے ہوئے پتھروں سے
مکاشت شدہ ہیں، جن کے اکثر سرے، تیز دھار آلات کے کناروں کی طرح زخمی کر
دینے والے ہیں۔

یوں خندق کی کھدائی سے اسلامی فوج کی کمان نے اسلامی فوج کے اکٹھے کے مقام سے جو

لے حرہ، سیاہ پتھروں والی زمین کو کہتے ہیں، مترجم

مدینہ کا دفاع کرنے والی تھی، دشمن کی فوج کو مکمل طور پر علیحدہ کر دیا اور وہ اس کے اور مدینہ کے راستوں کے درمیان اس کی من مرنعتی کے مطابق گھسنے میں شامل ہو گئی، کیونکہ یہ راستے خندق کو دوڑنے کے بعد اس کے پیچھے اس سے محفوظ ہو گئے، اور خندق دو فوجوں کے درمیان اور کس بھر گیر جنگ کے درمیان شامل ہو گئی، اور یہی اسلامی کمان کا مقصد تھا، اور احزاب کی فوجوں کی کمان بھی اس کے حدود کو پسند نہ کرتی تھی، جس سے یہ افواج، جنگی مشن جزیرہ نے نہ دیکھی تھی، صرف فیصلہ کن مرکز میں مسلمانوں کے ساتھ گھسنے کے لیے جمع کی تھیں اور اس کے پس پردہ اس کا مقصد یہ تھا، کہ اسلامی وجود کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا جائے۔

مسلمان اس وسیع و عمیق خندق کے پیچھے قلعہ بند ہو گئے، جس کی لمبائی تقریباً دو کلو میٹر تھی اور اس خندق میں گھسنے کی جرات صرف دنیا سے بے رغبتی کرنے والا یکتا سوار ہی کر سکتا تھا، اور اب رہے پیادہ لوگ تو ان کے لیے ابد تک اس میں گھسنے کا کوئی راستہ نہ تھا اور اسلامی فوج نے جبل سلع کی مضبوطی سے بھی استفادہ کیا۔ جسے اس نے اپنی لپٹ کے پیچھے رکھا ہوا تھا، اور اس کے پیچھے مدینہ اور اس کی ایک دوسرے سے پوسٹ بلڈنجیں اور حرہ کے ساتھ اس کے ملے ہوئے کھجور کے درخت تھے، اور اس کے دونوں بازو حرین سے محفوظ تھے، جو خندق کا ایک جزو تھے۔ اور اس کے سامنے کے حصے سے اس نے احزاب کی ان افواج سے مقابلہ کیا جن کے درمیان اور اس کے درمیان، خندق حدِ قاصد تھی۔

یوں دفاع کا وہ منصوبہ مکمل طور پر کامیاب ہو گیا جسے مسلمانوں نے اختیار کیا اور وہ اس کی تطبیق کے بعد ایک محفوظ قلعہ میں ہو گئے، اور جس شخص کو خندق کی شمالی جانب سے اس کے قریب آنے کی سوجھ بوجھ، اس کا انجام موت ہو گا، اور احزاب کی افواج کے لیے اس کے راستے ہی سے وسیع دائرے میں کوئی جنگ کرنا ممکن تھا۔

مسلمانوں نے مدینہ پر احزاب کے حملے کو ناکام کرتے کے لیے جو دفاعی کارروائیاں کیں، خندق ان میں سب سے بڑی دفاعی کارروائی تھی اور احزاب کے قائدین نے اس جنگ کو جس کی انہوں نے حد بندی کی تھی اپنے بڑے حملے کا ٹارگٹ پایا، اور وہ مدینہ کے وسیع ماحول سے جو حریم کے درمیان واقع تھے، انہوں نے اس جنگ کو دیکھا، جس میں اسلامی افواج عیسق خندق کے پیچھے اپنے شیروں کو باندھے ہوئے پڑاؤ کیے ہوئے ہیں، پس ان کی آرزو میں فیل ہو گئیں اور ان کے وہ منصوبے بنیاد سے گر پڑے جو انہوں نے مدینہ میں داخل ہونے کے لیے بنائے تھے۔





فصل سوم

○ اوزاب کی افواج کا مدینہ کے بلند مقام پر پہنچنا۔

○ مدینہ کا محاصرہ کرنا۔

○ نبی قریش کا عہد شکنی کرنا اور پیچھے سے مسلمانوں کو ضرب لگانے کی کوشش کرنا

○ اسلامی فوج سے منافقین کا ریٹائرمنٹ کرنا اور مسلمانوں کے خلاف بڑی

○ افواہیں اڑانا۔

○ گلا گھٹنے کی حد تک محاصرے میں شدت اختیار کرنا

○ سواروں کا خندق میں گھستا اور قریش کے سوار کا قتل ہونا۔

○ مصیبت کا شدت اختیار کرنا اور دلوں کا گلوں تک پہنچنا۔

○ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غطفان کے ساتھ الگ صلح کرنے کی کوشش کرنا

○ اور انہیں مدینہ کے پھلوں کے ثلث کی پیشکش کرنا۔

○ انصار کا اس صلح کے نظریے کو مسترد کرنا اور آخر تک مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرنا

○ مدینہ کے ارد گرد اپنی خندق کی تکمیل کرنے کے بعد مسلمانوں کی افواج اس کے پیچھے

○ کی افواج کے انتظار میں جو کس ہو کر پھاؤ کیے ہوتے تھیں، اسی دوران میں ان

○ مسلح گشتی دستے بھیج کر مدینہ کے بلند مقامات کا چکر لگانے گئے، اور مدینہ کو کسی اپنا

○ سے بچانے کے لیے زور سے تکبیر و تہلیل کہنے لگے، خصوصاً بنی قریظہ کے یہود کی جانب (ان

○ اور مسلمانوں کے درمیان طے شدہ معاہدہ کے باوجود) جن سے مسلمان جنگ

○ توقع رکھتے تھے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کا اپنی فوج کا جائزہ لینا

خندق کی کھدائی کے بعد، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کا جائزہ لیا اور اس کی تنظیم کی (جیسا کہ آپ کا دستور تھا) اور آپ نے فوج کو دو پارٹیوں میں تقسیم کر دیا۔

(۱) مہاجرین: آپ نے ان کا جھنڈا اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ کو عطا فرمایا

(۲) انصار: آپ نے ان کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ کو عطا فرمایا۔

اور فوج کی اکثریت دستور کے مطابق (انصار پر مشتمل تھی)۔

اور فوج کے جائزہ کے وقت آپ کے سامنے ان نوجوان مسلمانوں کو پیش کیا گیا جنہوں نے مدینہ کے دفاعی معرکہ میں شامل ہونے کی کوشش کی تھی، ان کے جائزہ کے بعد، آپ نے حکم دیا کہ جو پندرہ سال کی عمر کو نہیں پہنچا وہ اپنے اہل کے پاس واپس چلا جائے، اور آپ نے اسے فوج میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی اور جو پندرہ سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے ان کو شمولیت کی اجازت دے دی، اور جن لوگوں کو آپ نے معرکہ میں شمولیت کی اجازت دی ان میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوسعید خدری، اور حضرت ابراہیم عازب شامل تھے۔

مدینہ کا نائب امیر

جیسا کہ معرکوں میں حصہ لینے کے عزم کے موقع پر آپ کا دستور تھا، آپ نے ایک سرکلر جاری کیا جس کے بموجب آپ نے حضرت ابن ام مکتوم کو معرکہ احزاب کے

لے آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھیے،

لے ان چاروں کے حالات ہماری کتاب غزوہ احد میں دیکھیے۔ آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ احد میں دیکھیے۔

انتقام تک مدینہ کا امیر مقرر کیا۔

اسی طرح آپ نے مدینہ کی حفاظت کے لیے ایک خاص فوج منتخب کی، جسے دوسرے دنوں میں تقسیم کیا، ایک دستے کی کمان حضرت زید بن حارثہ کو عطا فرمائی، اور دوسرے کی کمان حضرت سلمہ بن اسلم کو عطا فرمائی، اور ان دونوں دستوں کو حکم دیا کہ وہ مدینہ کے اندر اور اس کے بلند مقامات پر اور خصوصاً جنوب کی جانب جہاں بنی قریظہ کی فرود گاہیں ہیں، گشتی کاروائیاں کریں، کیونکہ مسلمان فریقین کے درمیان فوجی معاہدہ کے باوجود ان پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔

اور مسلمانوں کو بنی قریظہ کے یہود سے زیادہ خوف یہ تھا کہ وہ عورتوں اور بچوں سے تعرض کریں گے اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عورتوں اور بچوں کو تلووں میں بھیج دیا جائے، تاکہ وہ ان میں محفوظ ہو جائیں،

مدینہ کی جانب احزاب کا مارچ

احزاب کی افواج نے جب اپنے اکٹھے اور تیاری کو مکمل کر لیا تو اس کے بعد ان کے قائدین نے ان کے ساتھ مدینہ کی طرف مارچ کر دیا، پس غطفان اور اس کے احلاف کے دیار سے چھ ہزار جانناز روانہ ہوتے جن کی کمان ان کے چار زعماء کر رہے تھے، اور وہ بعدیا کہ بیجان ہو چکا ہے) عیینہ بن حصن قائد بنی فزارہ، علی بن خویلد الاسدی، قائد بنی اسد، مسعود بن رخید، قائد بنی اشجع اور الحدیث بن عوف قائد بنی مرہ تھے۔ اسی طرح قریش کے اور ان کے احلاف کے دیار سے چار ہزار جانناز روانہ ہوئے

لے سلمہ بن اسلم خزیمہ، الاصاہب میں ہے کہ ابن عبدالبر نے آپ کا ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ آپ ایران میں جنگ جبر میں قتل ہو کر شہید ہوئے۔

جن کی کمان ابو سفیان بن حرب کر رہا تھا، اور (قرشی فوج کے اندر) بنی سلیم کے سات سو جاہناز بھی تھے، جن کی کمان بنی امیہ کا حلیف سفیان بن عبد شمس کر رہا تھا، اور یہ اپنی اس فوج کے ساتھ قریش کو مرالظہران^۱ میں جا ملا۔ اب رہے یہود، تو ان کی فوج کے متعلق یہودی وفد اور قریش کے درمیان یہ متفق علیہ بات تھی کہ وہ اہزاب کی افواج کے ساتھ مشترک کرے گی اور وہ بنی قریظہ کی فوج تھی جو مدینہ کی جنوبی طرف تھی۔ جس کے متعلق جی بن انطرب نے اہزاب کے قائدین سے وعدہ کیا تھا، کہ وہ صفر کی گھڑی میں مسلمانوں کو پیچھے سے کارگر ضرب لگاتے گی،

اہزاب کی افواج کا سالار عام

اہزاب کی افواج کے قائدین نے سب افواج کی کمان ابو سفیان (صحز بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف) کے سپرد کرنے پر اتفاق کیا اور اہزاب کے قائدین کے درمیان مدینہ کے گرد جمع ہونے کا معقودہ وقت ماہ شوال ۳ھ تھا، اس مہینے کے شروع میں مدینہ کے گرد اہزاب کی افواج کا اکٹھا مکمل ہو گیا اور وہاں پر قریش اور ان کے اہلکار اور عطفان اور ان کے اہلکار کے دس ہزار جاہنازوں نے پڑاؤ کر لیا، جن کی امداد مدینہ کے اندر اور باہر تقریباً دو ہزار یہودی کر رہے تھے، وہ ان کے لیے یہ ہندو فوج بھی گئے، جبکہ بڑے سے بڑے انداز سے کے مطابق مسلمانوں کی تعداد تین ہزار جاہنازوں سے زیادہ نہ تھی،

۱۔ اس قبیلہ کے حالات ہماری کتاب غزوہ احد میں دیکھتے سہے مراد اطلاق میں ہے کہ مرالظہران، مکر سے ایکسٹر مل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے۔

مسلمانوں کی افواج کی تعداد کی حقیقت

ابن حزم نے اپنی کتاب (جو مع السیرة) کے صفحہ ۱۸۶ پر بیان کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ غزوہ احزاب میں مسلمانوں کی فوج نو سو سے زیادہ تھی۔ میں کہتا ہوں یہ اقرب الی الصواب ہے خصوصاً ان منافقین کی جو فوج کا بڑا حصہ تھے، واپسی پر اور ان کے مسلمانوں کو مصیبت کے سخت ہو جانے اور حالت کے تنگ ہو جانے پر چھوڑ دینے کے بعد اور امام ابن حزم کی راستے کو ہمارا صحیح قرار دینا مندرجہ ذیل منطقی امور پر اعتماد کرنے کے باعث ہے۔

دہلی وہ فوج جو معرکہ اُحد میں شامل ہوئی (مدینہ میں حکومت کے پاس وہی ساری فوج تھی) وہ سات سو جانباڑوں سے زیادہ نہ تھی، اس طرح پر کہ جو شخص ہتھیار اٹھا سکتا تھا، وہ معرکہ اُحد سے بچھے نہیں رہا۔

دب) اور یہ یقینی بات ہے کہ معرکہ احزاب اور معرکہ اُحد کی درمیانی مدت ایک سال سے زیادہ نہیں ہے ادا اس سال اسلام اور نبوت پرستی کے درمیان جبرئیلؑ عرب کی تمام اطراف میں سخت جنگ کا زمانہ تھا، اور خصوصاً ان علاقوں میں، جو مدینہ کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔

لہذا صحابہ منازہ و میر نے غزوہ احزاب کی تاریخ کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ یہ معرکہ شوال ۳ھ میں ہوا تھا، اور یہی تصریح دیگر مؤرخین نے کی ہے، لیکن بخاری نے جسے ترجیح دی ہے اور جس کی طرف آپ کا میلان ہے وہ ابوسلمی بن عقبہ کا قول ہے کہ یہ معرکہ شوال ۳ھ میں ہوا تھا اور امام ابن حزم نے امام بخاری کے خیال کو ترجیح دی ہے کہ یہ غزوہ چوتھے سال میں ہوا تھا، نہ کہ پانچویں سال میں، اور امام بخاری اور آپ کے پیروکاروں نے (باقی اگلے صفحہ پر)

(ج) اس لیے یہ یقینی بات ہے کہ اس مدت میں اسلام میں داخل ہونے والے لوگ بہت قلیل ہوں گے اس لیے یہ مستبعد ہے کہ اس سخت جنگ کے زمانے میں اسلامی فوج کی تعداد سات سو جانبا زوں سے تین ہزار جانبا زوں تک بڑھ جائے (۵) اور امام ابن حزم کی راستے کو یہ بات بھی تقویت دیتی ہے کہ تاریخچی مصاد نے (جیسے کہ البدایہ والنہایہ میں حضرت حذیفہ بن الیمان کی حدیث ہے) بیان کیا ہے کہ جو خندق کی آخری فیصلہ کن راتوں میں احزاب کے مقابلہ میں خندق کے آگے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواتے تین سو جانبا زوں کے اور کوئی باقی نہ رہا تھا،

رہن اگر مسلمانوں کی فوج خندق کی طویل راتوں میں احزاب کے سامنے ڈٹی رہتی، جو تین سو جانبا ز تھے، تو مسلمان اس شدید خوف سے نہ ڈرتے جو بھونچال کی حد تک پہنچ گیا تھا اور دل گلوں تک پہنچ گئے تھے، جیسا کہ قرآن کریم نے اس کی طرف

ابقیہ موعہ گذشتہ اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ یہ معرکہ چوتھے سال ہوا ہے امدیہ قول حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب کا ہے جو آپ سے صحیح سند سے روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فوجانوں کا جائزہ لیا جنہوں نے معرکہ اُحد میں شامل ہونے کا ارادہ کیا تھا (وہ ہجرت کا تیسرا سال تھا) آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر کو واپس کر دیا اور آپ کو اجازت نہ دی، کیونکہ آپ کی عمر چودہ سال تھی، امد خندق کے روز آپ پندرہ سال کی عمر میں آپ کے سامنے پیش ہوتے تو آپ نے انہیں سن رشد کو پہنچنے کی وجہ سے جنگ میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔

اس لحاظ سے غزوہ اُحد اور غزوہ احزاب کے درمیان ایک سال کی مدت بنتی ہے اور غزوہ اُحد تیسرے سال ہوا تھا، اور غزوہ احزاب یقیناً چوتھے سال ہوا تھا، لہٰذا ابھی اس کتاب میں حضرت حذیفہ بن الیمان کی حدیث مفصل بیان ہوگی انشاء اللہ

اشارہ کیا ہے۔

و اذ شاعت الابصاس و سائلوا من لواء الشديدا (الاحزاب ۱۱)
 (ترجمہ) اور جب نگاہیں پھرتیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے متعلق
 طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس جگہ مومنین آزماتے گئے اور انہیں
 شدید جھٹکے دیتے گئے،

اور یہ بات یوں ہے کہ جب غزوہ اہزاب میں مسلمانوں کی فوج تین ہزار
 جاننازوں پر مشتمل ہو تو مسلمانوں کی نسبت تقریباً تین کے مقابلے میں ایک بنتی
 ہے، اور یہ پہلی بار نہیں ہوا، جس میں مسلمان سپاہیوں کی نسبت تین مشرکین کے
 مقابلے میں ایک ہو، معرکہ احد میں اس سے بھی کم نسبت تھی، یعنی ایک مسلمان تقریباً
 چار مشرکین کے مقابلے میں تھا، اور وہ مدینہ سے سات سو جانناز نکلے، اور وہ کھلے
 میدان میں (جہاں انہیں بچانے کے لیے نہ خندق تھی نہ مکانات تھے اور نہ حرا
 تھے) تین ہزار جاننازوں سے لڑ گئے، اور پہلے حملہ میں انہیں بڑی طرح شکست
 دی اور اگر تیرا اندازوں کی غلطی نہ ہوتی تو وہ شکست تقریباً تباہ کن ہوتی۔

پس مسلمانوں کا خوف اس درجہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے جبکہ وہ مدینہ کے
 اندر قلعہ بند ہوں گویا کہ وہ محفوظ قلعے میں ہیں، اور احزاب کے سپاہیوں کی نسبت
 فقط ایک اور تین کی ہو، اور ان کی یہ نسبت، معرکہ احد کی نسبت سے بڑی ہے، جس
 میں انہوں نے خوف اور گھبراہٹ کے احساس کے بغیر دشمن کی فوج سے مقابلہ کیا۔

کیا معرکہ احد کے بعد مسلمانوں کی شجاعت و ثبات اور اقدام کی نسبت کم ہو گئی
 تھی، کہ معرکہ احزاب میں خوف اور گھبراہٹ انہیں اس حد تک لے گیا اور اس میں احزاب
 کی فوج کے مقابلے میں ان کی مقدار کی نسبت اس نسبت کے مقابلے میں زیادہ تھی، جو
 معرکہ احد میں کی فوج کے مقابلے میں تھی؟ اس کا صحیح جواب قطعی نفی میں ہے، معرکہ

اُحد کے بعد مسلمان شجاعت و شہادت اور اقدام و قربانی میں بڑھے ہیں۔

پس جب ثابت ہو گیا کہ غزوہ اہزاب میں مسلمانوں کا خوف و گھبراہٹ، بھونچال کی حد تک اور دل گلوں تک پہنچ گئے تھے، تو یہ بات مزید ہی ہے (یا کم از کم اسے ترجیح حاصل ہے) کہ اس خوف اور گھبراہٹ کا بنیادی سرچشمہ یہ ہے کہ مسلمان (اپنی شجاعت کے باوجود) اس چھوٹے جزیروہ کی مانند تھے (دشمن کی کثرت اور اپنی قلت کی وجہ سے) جسے پُر جوش سمندر گھیرے ہوتے ہو اور ہر لحظہ اسے نکلنے کے دھمکیاں دے رہا ہو۔

بلاشبہ جتنا باز دشمن کی خوفناک کثرت جس میں ایک مسلمان کی نسبت دس مشرکین کے مقابلہ تک پہنچ گئی ہو اور اس کے ساتھ یہود کا گردشوں کا منتظر رہنا اور مسلمانوں کا ان سے نفعین عہد کرنے کی اور پیچھے سے ضرب لگانے کی توقع رکھنا اور اس کے ساتھ فوج کے اندر منافقین کا بُری افواہیں اُڑانا ہی اس خوف اور گھبراہٹ کا سب سے بڑا سبب ہے جو مسلمانوں کو ایسی صورت میں لاتی ہو، جس کی پہلے کوئی مثال موجود نہیں۔

اس لحاظ سے امام ابن حزم کے قول کو ترجیح دینا مزوری ہے کہ مسلمانوں کی جس فوج نے خندق کے پیچھے پڑاؤ کیا اور اہزاب کی افواج کے دس ہزار جاننازوں کے سامنے ڈٹ گئی وہ نو سو جاننازوں سے زیادہ نہ تھی۔

اور کوئی مستبعد نہیں کہ شروع شروع میں اسلامی فوج کی تعداد — جب منافقین اس کا جزو تھے — دو ہزار یا اس سے زیادہ تک پہنچ گئی ہو، اور جب اہزاب کی افواج نے منطقہ تک پہنچنا شروع کیا تو ان کے کھسکنے سے اس میں صرف وہ نو سو بچے مسلمان رہ گئے ہوں جن کے دلوں تک شک راہ نہیں پاسکتا۔ پس یہ بات صحیح ہے کہ جس اسلامی فوج نے جنگ اہزاب میں دشمنوں کا سامنا کیا

وہ تو سو جانتا زوں سے زیادہ نہ تھی، جیسا کہ امام ابن حزم نے اس بات کو مضبوطی سے بیان کیا ہے، اور صرف اس بات سے ہمیں اس شدید خوف کی تسلی بخش تفسیر ملی سکتی ہے، جو دونوں کو گلوں تک لے گیا تھا،

مسلمانوں کے پہلے دو شہید

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کی فوج کے پہنچنے سے قبل، اسلامی فوج کی اینٹلی مینس کے دو جوانوں کو دشمن کی حرکات اور اس کے بارے میں کافی معلومات حاصل کرنے کے لیے روانہ فرمایا، اور یہ دو جوان (سلیط اور سفیان بن عوف تھے، یہ دونوں جوان، دشمن کے قبضے میں آگئے، جہاں اسٹلکشیانی کاروائیاں کرتے ہوئے ان کی ڈبھیڑ، احزاب کی افواج کے ایک بڑے مسلح گشتی (RECCLE) دستے سے ہو گئی، گشتی دستے کے جوانوں نے ان دونوں کو گھیر لیا، پھر انہیں گرفتار کر لیا، پھر انہیں احزاب کی کمان کے سپرد کر دیا، اور اس کمان نے صرف اس علم پر کہ یہ دونوں شخص، مدنی پڑاؤ کے جاسوس ہیں، انہیں فوراً قتل کرنے کا حکم دیدیا اور مسلمانوں نے ان دونوں شہیدوں کے جتنوں کو مدینہ لے آنے کی قوت پائی، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا، اور یہ دونوں پہلے شہید تھے، جو معرکہ احزاب میں قتل ہوئے،

احزاب کی فوج کہاں ہے؟

احزاب کی افواج کے مدینہ پہنچ جانے کے بعد، انکی فوج نے رومہ کے مجمع الاسیال میں پڑاؤ کر لیا، جو الجرف اور زغابہ کے درمیان ہے اور عطفان نے اپنی فوجوں کے ساتھ زنب نعیمی میں، جبل اُمد کی عربی جانب پڑاؤ کیا، اور احزاب کی جہتہ بندی

کرنے والا، عظیم یہودی لیڈر جی بی بنی امیہ، احزاب کے ساتھ دونوں پہلوؤں کے درمیان موجود تھا، اور وہ فریقین (مظفان اور قریش) کے لیڈروں کے ساتھ منصوبے بناتے ہوئے اور مشورے دیتے ہوئے مسلسل رابطہ کیے ہوتے تھے،

مدینہ پر قبضہ کرنے کیلئے احزاب کا منصوبہ

قائدین احزاب نے (قائدین یہود کے مشورہ سے) مدینہ پر قبضہ کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا، اس کا تقاضا تھا کہ احزاب کی افواج کی مدینہ پر چڑھائی شمالی جانب سے قوس کی سہیلت پر ہو، جو شمال مغرب سے شمال مغرب تک منند ہو اور یہ قوس سریش اور تباہ کن حملہ میں۔ اسلامی فوج پر جو مدینہ کے شمالی راستوں پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے چھا جاتے۔ اور صفحہ کی گھڑی میں۔ (جیسا کہ زعمائے یہود اور قائدین احزاب کے درمیان طے پاچکا تھا) یہودی بنی قریظہ (جو مسلمانوں کے حلیف تھے) کے نوسو جاتبا، جو مدینہ کی جنوبی جانب اور اسلامی فوج کی پشت کے پیچھے تھے، مارچ کر دیں، اور جنگ کے وقت۔ پیچھے سے اسلام کی چھوٹی سی فوج کو مجمع قاتلانہ ضرب لگائیں، اور اس سے احزاب کی کمان کے تصور کے مطابق) سہولت کے ساتھ مسلمانوں کی بیخ کنی کی تکمیل ہو جاتے گی،

مسلمانوں اور یہود کے درمیان معاہدہ

اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں اور یہود بنی قریظہ کے درمیان۔ احزاب کی افواج پہنچنے تک۔ فوجی معاہدہ اور مشترک دفاع کا معاہدہ قائم تھا، مگر خیبر کے زعمیم اور سردار جی بی بنی امیہ نے بنی قریظہ کے یہود کو اس عہد کے توڑنے اور صفحہ کی گھڑی میں پیچھے سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے پر رضامند کر لیا، جیسا کہ ابھی اس کی

تفصیل بیان ہوگی، انشاء اللہ

خندق نے اجزاب کے منصوبے کو قیل کر دیا

اجزاب کا منصوبہ، دقیق، خوفناک اور مضبوط تھا، اور اگر اللہ تعالیٰ خندق کی کھدائی کے متعلق مسلمانوں کی راہنمائی نہ کرتا تو ممکن تھا اگر یہ منصوبہ کامیاب ہو جاتا کہ جنگ اپنے مقاصد کو پورا کر لیتی اور اجزاب کی کمان (سہولت سے) مسلمانوں کے تباہ کرنے اور ان کی بیخ کنی کرنے سے اس منصوبے کے پھل چن لیتی۔

اور اگر یہ خندق نہ ہوتی تو گیارہ ہزار جاننازوں کے لیے، جو نوسو جاننازوں کو ہر جانب سے گھیرے ہوئے تھے، فیصد کن معرکہ میں، ان نوسو جاننازوں کو جھڑپ کے وقت ختم کرنا آسان تھا، اور خصوصاً اس وقت جب یہ نوسو جانناز ان لوگوں کے درمیان تھے، جو ان کے متعلق گردشوں کے منتظر تھے، اور منافقین ان کی صفوں کے درمیان شکست کی رُدرج پھیل رہے تھے، جیسا کہ مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوا۔ لیکن مسلمانوں نے خندق کی کھدائی سے اجزاب کے طے شدہ جنگی منصوبہ کو (جیسا کہ وہ چاہتے تھے اور جیسا کہ معرکہ کے لیے پہلے منصوبہ بنایا گیا تھا) بنیاد سے اڑا دیا اور اس کے اثر کو بیکار کر دیا، جبکہ یہ خندق فیصد کن معرکہ میں اجزاب کی افواج کے درمیان اور اسلامی فوج کے ساتھ جنگ کرنے کے درمیان حائل ہو گئی۔

اجزاب کے قائدین اس فیصلہ کن معرکہ (خندق) کے سامنے حیران ہو کر کھڑے ہو گئے، یہ تدبیر نہ عرب اختیار کیا کرتے تھے اور نہ وہ اپنی طویل تاریخ میں اس کے متعلق کچھ جانتے تھے۔

اجزاب کی افواج کی سرگرمیوں کا سروہوتا

اس خندق کے وجود نے ان ہزاروں لوگوں کی سرگرمیوں کو سرد کر دیا، جو ان اجزاب

کی افواج میں جمع تھے، جو (جیسا کہ ہم ابھی مفصل بیان کریں گے) مسلمانوں کے ساتھ خندق کے کنارے پر صرف خفیہ خودکشاز حرکات سے ہی جنگ کر سکے اور ان حرکات پر اقدام کا نتیجہ یا قتل تھا یا فرار، جیسا کہ عمرو بن ود کے ان سواروں کے ساتھ ہوا، جو اپنے گھوڑوں سمیت خندق میں گھس آتے تھے، جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی

انشاء اللہ

قائدین احزاب اور ان کے ساتھ اس فتنہ کا سرخیل اور اس جنگ کی آندھیوں کو اٹھانے والا (یحییٰ بن اخطب) بھی گیا، یہ لوگ مدینہ پر عام حملہ کرنے کے مقاصد کی تلاش و انتخاب میں خود گتے، تاکہ اس انتخاب کی اساس پر حملے کے وقت فوجوں کو تقسیم کر دیں۔

وہ تدبیر جو عرب نہیں کیا کرتے تھے

لیکن انہوں نے اپنے آپ کو اچانک ایک فوجی اور نبیٰ حربی تدبیر کے آگے پایا جس سے وہ حیران رہ گئے اور غمشل کھا گئے، انہوں نے خندق کے سامنے اپنے آپ کو یوں پایا گو یا وہ اردو ہا ہے جو مدینہ کو اس کی تمام نواح سمیت لپیٹ لے گا۔

پس یہ قائدین شرمندہ ہو گئے اور اپنے گھوڑوں کے ساتھ (حیرت اور حقے میں) خندق کے گرد چکر لگانے لگے، تاکہ اس سے آگاہی حاصل کر سکیں، مگر انہوں نے اسے مضبوط ترین دفاعی لائن پایا، جسے مسلمانوں نے ان کے مقابلہ میں قائم کیا تھا۔

پس وہ اس عظیم حربی تدبیر کے بارے میں ششدر رہ گئے جو ان کے منصوبے کو سرے سے الٹ دینے کا سبب بن گئی، اور ان کی وہ وسیع حرکات بھی شل ہو کر رہ گئیں جن کے قیام کا وہ ارادہ کیئے ہوئے تھے، اور جو مدینہ پر چھا جانے اور اس میں مسلمانوں کو تباہ کر دینے کے لیے ان کی امیدوں کا دار و مدار تھیں۔

اس کتاب میں معرکہ کے عام نقشے میں خندق کے مقام کو دیکھئے،

احزاب کے قائدین کو خندق کے تمام نواح میں گھومنے کے بعد یقین ہو گیا کہ اس میں گھسٹا مشکل ہے اور وہ اس کے کناروں پر کھڑے ہو کر کہنے لگے (اور وہ فستے سے بھر پور تھے) یہ وہ تدبیر ہے جو عرب نہیں کیا کرتے تھے..... اور عملاً خندق کی کاروائی ایک نئی حربی کاروائی تھی، جس سے عرب اپنی طویل تاریخ میں واقف نہ تھے، حالانکہ وہ جب سے مشہور ہوئے ہیں ایک جنگجو قوم ہیں،

لیکن مشرکین نے باوجودیکہ خندق نے ان کی افواج کی حرکت کو شل کر دیا تھا اور وہ اس کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے تھے، ٹھہرنے اور مدینہ کا سمت محاصرہ کرنے اور مسلمانوں کو تکلیف میں ڈالنے کے لیے باری باری رات اور دن میں ان سے مسلسل جنگ کرنے اور مدینہ میں داخل ہونے کے لیے موافق موقع کے انتظار کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ خصوصاً وہ یہود سے مسلمانوں کو پیچھے سے حربہ لگانے کی توقع رکھتے تھے۔

اور مسلمان اس خندق کے پیچھے قلعہ بند ہونے کے باوجود، جو بہترین اور محفوظ تر دفاعی لائن تھی جسے انہوں نے احزاب کی ہزار اور جانباز افواج کے سامنے قائم کیا تھا محتاط اور خائف رہے، کیونکہ وہ بنی قریظہ کے یہود کی خیانت سے ڈرتے تھے، جن کے قلعے ان کی لائنوں کے پیچھے تھے، اس طرح وہ ان منافقین کے تاخیری اور افواہی حملوں سے بھی ڈرتے تھے، جو ان کے درمیان موجود تھے، اور وہ ان حملوں کے ذریعے ان کمزور ایمان لوگوں میں، جو فوج کے اندر موجود تھے، شکست کی روح پھیلاتے تھے،

یہود کی خیانت سے مسلمانوں کا خوف

مدنی فوج کے قائدین (داخلی طور پر) سب زیادہ جس بات سے خائف تھے، وہ حالات کی نزاکت کے موقع پر بنی قریظہ کے یہود کی خیانت تھی، اس لیے کہ اس کا مقصد سارے اسلامی وجود کو شدید تر خطرے کے سامنے پیش کرنا تھا، کیونکہ بنی قریظہ کے یہود کا

غصام، جن کی فوج ساری اسلامی فوج کے برابر تھی، مسلمانوں کو دو آگوں کے درمیان
ال دیتا تھا، یہود ان لائنوں کے پیچھے تھے اور احزاب — دس ہزار فوج کے ساتھ
— ان کے آگے تھے۔

اور بنی قریظہ کا معرکہ میں مسلمانوں کے خلاف شامل ہونا اور پیچھے سے انہیں ضرب
لگانا، احزاب کی افواج کے لیے، خندق کی اہمیت کو نسبتہ کم کر دیتا ہے اس لیے
خندق مدینہ کے دفاع کی نسبت سے اہمیت رکھتی تھی، جبکہ وہاں مسلمانوں کی کافی
فوج کسی بھی فوج کو، جو گھوڑوں کے ساتھ پھلانگنے کے طریق سے یا بلبلہ کے طریق
سے اس میں گھسنے کے لیے جاننازی کی کوشش کرے، ضرب لگانے کے لیے اس
کے درمیان دن چکر لگاتی رہے۔

پس بنی قریظہ نے پیچھے سے مسلمانوں کو ضرب لگاتی اور وہ (یعنی بنی قریظہ)
مذہبی قوت نہ تھے، وہ مسلمانوں کو مجبور کر سکتے تھے، یا وہ ان کی اس فوج کا بڑا حصہ
تھے، جو خندق کے کناروں پر احزاب کے سامنے پڑاؤ کیے ہوئے تھی، اور وہ انہیں
خندق کے ارد گرد پیچھے سے آنے والے یہودی حملے کے مقابلے کے لیے اپنے مراکز
کو چھوڑنے پر مجبور کر سکتے تھے،

اور بلاشبہ یہ بات احزاب کی افواج کے لیے بڑی تعداد میں مسلمانوں کی جانب
خندق پار کرنے کو آسان کر دیتی تھی، خواہ وہ گھوڑوں کے ساتھ پھلانگنے کے طریق سے
یا کسی مقامات سے خندق کو بلبلہ سے پُر کرنے کے طریق سے ہو، احزاب کے جوان
مسلمانوں کی کسی قابل ذکر مقاومت کے بغیر اسے بلبلہ سے پُر کرنے کی طاقت رکھتے
کیونکہ یہودی حملے کے بعد ان کے جوانوں نے نہایت کم ہو جانا تھا، جس نے خندق
کرائی اور اس کی مؤثر حفاظت کو ایک مشکل امر بنا دینا تھا، خصوصاً اس لیے کہ
خندق کا طول تقریباً دو ہزار میٹر تھا اور مدنی کمان نے تقریباً اپنی ساری فوج کو اس

کی نگرانی اور اس کے کناروں کی حفاظت کے لیے بھرتی کیا تھا،

اور مسلمان جس بات کے دُعا ہوئے کی توقع رکھتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے، وہ دُعا ہو کر رہی، خواہ وہ یہود کے نقصان اور احزاب کی افواج کے ساتھ ان کے انضمام سے ہوتی ہو، اور خواہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد سے منافقین کے منتشر ہو جانے اور شدت کے وقت ان کے فوج کے چوری چھپے کھسک جانے اور افواجی اور تاخیری کارروائیاں کرنے اور مسلمان سپاہیوں کے درمیان شکست کی روح کو پھیلانے سے ہوتی ہو۔

یہود نے کیسے عہد شکنی کی؟

اسلامی فوج کی ایشیائی جنس بنی قریظہ کے علاقوں کی زبردست نگرانی کر رہی تھی۔ اور ان کی حرکات و سکنات کی ٹوہ لگا رہی تھی، تاکہ اسے جو نئی خبر ملے وہ اسے سب سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے تاکہ مسلمان غفلت میں نہ پکڑے جائیں۔

جیوش احزاب کے پہنچنے کے وقت، اسلامی کمان مدینہ میں نہایت تنگ حالت میں اور اس کا موقف دور دراز حدود تک کمزور ہو چکا تھا، اور مدنی فوج کے قائدین اس یقین پر قائم تھے کہ بنی نضیر کا شہنشاہ (یحییٰ بن اخطب) بنی قریظہ کو نقصان عہد پر لگائے اور جیوش احزاب کے ساتھ انضمام کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے ان سے رابطہ کرے گا،

اور اصحابِ معاذی و سیر نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بنی قریظہ کے یہود کا زعمیم (کعب بن اسد) اس عہد کے توڑنے کی طرف (مطلقاً) راجح نہ تھا، جو اس کے اور مسلمانوں کے درمیان تھا، اور نہ اسے ان سے خیانت کرنے کی کوئی رغبت تھی اُسے

ان تنگ حالات میں، جن میں مسلمانوں کی حالت انتہائی نازک اور کمزور درجے تک پہنچ گئی تھی، — عہد شکنی کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرنے پر مرتب ہونے والے خوفناک نتائج کا یہود کے بارے میں خوف تھا، اس لیے کہ یہود کو، اہزاب کے مسلمانوں پر متغلب ہونے کا یقین نہ تھا،

خیبر کا شیطان بنی قریظہ کے قلعوں میں

لیکن خیبر کا شیطان اور اسلام اور مسلمانوں کا دشمن نمبر ایک — جیہی بن اخطب — جس نے قریش اور مطلقان کے قائدین سے — جب اس نے ان کی جھٹکہ بندی کی، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے پر ان کی حوصلہ افزائی کی — وعدہ کیا تھا، وہ بنی قریظہ کے پاس انہیں جو پیش اہزاب کی موجودگی کے موقع سے فائدہ اٹھانے کی دعوت دینے گیا، اور اس نے انہیں مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرنے اور ان کی بیخ کنی کے لیے اہزاب کے ساتھ شمولیت کرنا، خوبصورت کر دکھایا، اور یہ بیخ کنی ایسی تھی، جس کی کارروائی کی کامیابی میں خیبر کا کینہ پرور یہودی سردار ایک لحظہ بھی شک نہ کرتا تھا۔

ابو بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اس اہم کوشش کا طویل مقابلہ کیا، اور اس نے جیہی بن اخطب کو اس نظریے کی قیامت ثنائی، جس سے وہ مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی دعوت دے رہا تھا، اور اس نے اسے وہ مضر عواقب بھی یاد دلائے، جو اس خیانت کے نتیجہ میں جس کے سرانجام دینے پر، جیہی بن اخطب، اصرار کر رہا تھا، بنی قریظہ کی قوم کو عنقریب پیش آنے والے تھے،

عہد شکنی کے بارے میں قرینہ کے سردار کی روکاوٹ

سنی کہ اس کعب نے جب اسے علم ہوا کہ جی بی بنی قریظہ کی ملاقات کو بنی قریظہ کی طرف آ رہا ہے اس نے اس کے سامنے قلعے کے دروازے کو بند کرنے کا حکم دیا اور شروع شروع میں اس کی ملاقات سے انکار کر دیا اس سے کہا کہ وہ بنی قریظہ کے دیار کو چھوڑ دے اور جہاں سے آیا ہے واپس چلا جائے، کیونکہ اسے علم تھا کہ اس کی آمد بنی قریظہ کو عہد شکنی کرنے پر آمادہ مسلمانوں سے خیانت کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے ہے، اور اس کعب کو اس شدید عداوت کا بھی علم تھا، جو جی بی بنی قریظہ خاص طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھتا تھا،

لیکن یہ شریک ہوئی (جی بی بنی قریظہ) باوجودیکہ اس کے سامنے دروازہ بند کر دیا گیا اور اسے دیار بنی قریظہ کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا (مگر وجہ خیانت کے ساتھ) بنی قریظہ کے سردار کے قلعے کے دروازے سے چپکارا ہوا اور اس سے اصرار کے ساتھ مطالبہ کر رہا کہ وہ اس کے لیے قلعے کا دروازہ کھول دے تاکہ وہ اس سے گفتگو کرے، جی بی نے اپنی سمت کلامی سے شرمندہ ہو کر اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔

دو پہوادی سرداروں کے درمیان مناقشہ

بنی نصیر کے سردار اور بنی قریظہ کے سردار کے درمیان اس اہم موضوع پر چند ذیل گفتگو ہوتی، جب جی بی بنی قریظہ دروازے پر کھڑا ہوا تو اس نے کعب بنی قریظہ کو آواز دی اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کے لیے دروازہ کھول دے اور اسے روک کر کہا:

اے کعب تو ہلاک ہو جاتے..... میرے لیے دروازہ کھول دے۔

کعب نے اسے کہا اسے جی تو ہلاک ہو جاتے تو ایک منحوس آدمی ہے اور میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معاہدہ کیا ہے، اور میرے اور آپ کے درمیان جو معاہدہ ہے میں اسے توڑنے کا نہیں اور میں نے آپ سے صرف صدق و وفا ہی دیکھی ہے۔ جی نے کہا تو ہلاک ہو جائے میرے لیے دروازہ کھول دے میں تجھ سے گفتگو کروں گا۔

اس نے کہا میں دروازہ نہیں کھولوں گا، اس بات نے جی کو غصہ دلا دیا اور وہ کعب سے کہنے لگا خدا کی قسم تو نے اپنی موٹی پسائی والی گندم کے خوف سے میرے آگے دروازہ بند کر دیا ہے کہ میں تیرے ساتھ اس سے کھاؤں گا، پس کعب نے (اس تکلیف دہ گفتگو کے بعد) زچ ہو کر اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔

تو جی نے اس سے کہا اسے کعب تو ہلاک ہو جاتے، میں تیرے پاس دمانے کی عزت لایا ہوں، میں تیرے پاس قریش کو لایا ہوں، حتیٰ کہ میں نے انہیں جمع الاسیال میں اتار دیا ہے اور غطفان کو لایا ہوں اور میں نے انہیں اُمد کے پہلو میں اتار دیا ہے، انہوں نے مجھ سے عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے ساتھیوں کی بیخ کنی کیے بغیر نہیں ٹکیں گے۔

کعب نے اسے کہا خدا کی قسم تو میرے پاس زمانے کی دولت لایا ہے اور ہر قابل خوف چیز لایا ہے، میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں صرف صدق و وفا دیکھی ہے، اسے جی! تو میرے پاس بے بادل بارش لایا ہے جس کا پانی گر چکا ہے اور وہ گر تبا اور چمکتا ہے اور اس میں کوئی چیز نہیں ہے، اس سے کعب کی مراد یہ تھی، کہ اعراب کی اپنی کثرت اور عظمت کے باوجود اس عظیم بادل کی طرح ہیں، جس کی لڑک کانوں کو بند کر دیتی ہے اور اس کی چمک آنکھوں کو اچک لیتی ہے اور اس میں

پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوتا ،

پھر بعد ازاں کعب نے اسے کہا — اسے جی تو ہلاک ہو جاتے ، مجھے اور جس بات پر میں قائم ہوں ، اس پر چھوڑ دے ، میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے صرف صدق و وفا ہی دیکھی ہے —

اور جب جی بنی بنی نے اپنے بات پر اصرار کیا اور اپنے فریب کارانہ طریق پر چل کر لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہونے لگا ، تو بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے ایک میٹنگ بلائی جس میں بنی قریظہ کے تمام زعماء اور قائدین اس معاملے میں مشورہ کے لیے ، اور بنی نضیر کے سردار نے انہیں جو پیش از انزاب کے ساتھ انصاف کرنے اور بنی قریظہ اور مسلمانوں کے درمیان جو عہد ہے اس کے توڑنے کی جو پیشکش کی تھی ، اس پر بحث کرنے کے لیے حاضر ہوئے ۔

یہود کے اس زعمیم کا عہد شکنی سے اقباء کرتا

اس مجلس میں ان کے ایک دانشمند قائد عمرو بن سعدی نے گفتگو کی اور بنی قریظہ کو نصیحت کی اور عہد شکنی کے انجام سے انہیں اقباء کیا اور انہیں ان کے معاملے میں ہمیشہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدق و وفا اختیار کرنے کی یاد دہانی کرائی ، اور یہ کہ وہ آپ کی جانب ہو کر جنگ کرنے کے پابند ہیں ، پس ان کے لیے اس کی بجائے آپ کے مقابلے میں ہتھیار سونپنا ، اور آپ کے خلاف آپ کے دشمن کی مدد کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے ؟ پھر اس نے ان سے عہد پر ثابت قدم رہنے کی اپیل کی اور یہ کہ وہ جی بنی بنی کی باتوں پر کان نہ دھریں ، بلکہ اس نے ان سے اپیل کی کہ وہ مسلمانوں کی جانب سے ہتھیار اٹھائیں ، جیسا کہ باہم معاہدہ ان پر یہ بات فرض کرتا ہے اور عمرو بن سعدی نے اس مجلس میں اپنی قوم سے اپیل کی کہ جب وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی مدد نہیں کرتے، تو کم از کم غیر جانبدار ہی رہیں،
اس نے کہا۔۔۔ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہیں کرتے تو اسے اور اس
کے دشمن کو چھوڑ دو۔۔۔

لیکن جیمی بن اخطب کے دساؤں اور اثرات ہر معاہدہ سے قوی تر تھے اور وہ
ابن اسحاق کے بیان کے مطابق۔۔۔ مسلسل بنی قریظہ کے زعماء کو قریب کرتا رہا
اور کعب کو فریب دینے کے لیے چکر لگاتا رہا، حتیٰ کہ انہوں نے اس کے مطالبہ کو قبول
کر لیا، اور مسلمانوں سے عہد شکنی کرنے اور جیوش احزاب کے ساتھ انضمام کرنے پر
اتفاق کر لیا۔

اور اس سے پہلے انہوں نے بنی نضیر کے سردار عیاد بن اخطب سے عہد و شتیاق
لیا کہ وہ ان کے قلعوں میں ان کے ساتھ رہے گا تاکہ جب قریش اور غطفان اسلامی
جیوش کا خاتمہ کیے بغیر واپس جائیں تو جو تکلیف انہیں پہنچے اسے بھی پہنچے اور اس آہستگی
میں قریظہ کے جیمی بن اخطب سے عہد لینے کے بعد ان کے زعمیم کعب بن اسد نے اپنی
عہد شکنی کا اعلان کر دیا اور جو کچھ اس کے اور حضرت بنی کریم کے درمیان تھا، اسی سے
معاملی حاصل کر لی۔

مسلمانوں کے ساتھ قریظہ کی عہد شکنی کا اعلان

پھر کعب نے بنی قریظہ کے زعماء کو بلایا، جن میں زبیر بن باطا، عزال بن میمون،
شامس بن تیس، عقبہ بن زید، اور عمرو بن سعدی شامل تھے، اور اس نے وہ دستاویز
پیش کی جو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور بنی قریظہ کے یہود کے درمیان
طے شدہ معاہدہ کی عبارت کو متضمن تھی، اور اس نے ان سے نقض عہد کرنے، اور
احزاب کے ساتھ انضمام کرنے کا اعلان کرنے کے لیے اس کے پھاڑنے پر اتفاق کرنے

کی اپیل کی۔

اور قرظی زبیم (عمرو بن سعدی) کے سوا سب نے اس سے اتفاق کر لیا، اس نے اس بات سے انکار کیا اور عہد شکنی کے جرم میں مشارکت کرنے سے انکار کا اعلان کیا، اس نے کہا،

خدا کی قسم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کبھی عہد شکنی نہیں کروں گا۔
اور وہ اپنے عہد پر قائم رہا اور اس کے اس شریفانہ موقف میں ان تین یہودیوں نے اس کی مدد کی، اور وہ یہ تھے،

سعید کے بیٹے ثعلبہ اور اسید اور اسد بن سعید

اور حیب بن قریظہ کے یہود کو ان کی بڑی تقدیر نے گھیر لیا اور مدینہ سے احزاب کے واپس چلے جانے کے بعد مسلمانوں نے ان کو قتل کیا تو عمرو بن سعدی یہودی کا یہ موقف اس کی نجات کا سبب بن گیا اور دوسرے تین اشخاص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے، اور انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا، جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی، انشاء اللہ۔

معاهدہ کی دستاویز کو بھاڑنا

کعب بن اسد کا اوجھاپن اس کی عقل و دانش پر غالب آ گیا اور اس نے زعمائے قریظہ کے ساتھ مسلمانوں سے عہد شکنی کرنے پر اصرار کیا، پس انہوں نے اس دستاویز کو لے کر بھاڑ دیا، جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ کی عبارت کو متضمن تھی، اس طرح وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرتے ہوئے اور احزاب کی افواج کا ایک جز بن گئے،

چونکہ بنی قریظہ کے دیار، اسلامی اینٹلی جنس کے جوانوں کی بھڑائی میں تھے ان

جو انوں کو اس اہم واقعہ کا علم ہو گیا، جو غدار قرظیہ نے کیا تھا، پس انہوں نے سالار رسول تک خبر پہنچانے میں سرعت سے کام لیا، وہ آپ کے پاس آئے، آپ خندق کے پیچھے اپنے پڑاؤ میں تھے، انہوں نے (خینہ مود پر) یہ اہم خبر آپ تک پہنچائی، آپ کو یہ بات بہت گراں گزری، مگر آپ نے خبر کو پوشیدہ رکھا اور حکم دیا کہ اس میں سے کوئی بات مشہور نہ ہو۔

حضرت نبی کریم ﷺ کا وفد بنی قرظیہ کے پاس

پھر آپ نے بنی قرظیہ کے حلیف اور اس کے سردار (حضرت سعد بن معاذ) کو بلایا آپ نے جو ان تھے اور ابھی چالیس سال کی عمر کو نہیں پہنچے تھے، اسی طرح آپ نے خورج کے سردار (حضرت سعد بن عبادہ) کو بلایا، یہ دونوں انصار کے سردار تھے اور حضرت عبداللہ بن رماحہ اور حضرت اسید بن حنینر کو بھی بلایا، یہ سب انصار میں سے تھے اور ان کے حاضر ہونے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنی قرظیہ کے پاس جانے کی تکلیف دی اور انہیں حکم دیا کہ وہ قانونی طور پر ان یہود کے زعماد سے رابطہ کریں اور ان کی عہد شکنی کی جو خبر ان کے پاس پہنچی ہے اس کے متعلق ان سے دریافت کریں۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کے جو انوں کو حکم دیا کہ جب یہ خبر درست ثابت ہو کہ بنی قرظیہ کے یہود نے عہد شکنی کی ہے اور اعلان جنگ کر دیا ہے تو وہ اسے فوج سے پوشیدہ رکھیں تاکہ یہ اہم..... خبر اسلامی فوج کے مجال پر اثر انداز نہ ہو، جو خندق کے کناروں پر رات دن احزاب کے مقابلے کی دھڑ سے تکلیف اور تشنگی کی حالت میں ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا — جاؤ اور دیکھو کہ ان لوگوں کے متعلق جو خبر ہمیں ملی ہے، وہ سچی ہے یا نہیں، اگر سچی ہو تو مجھے اشد سے کٹائے میں بتا دینا

میں دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر اسے سمجھ جاؤں گا، اور لوگوں کی قوت کو کمزور نہ کرنا، اور اگر وہ اس مہم کے پورا کرنے پر قائم ہوں، جو ہمارے امدان کے درمیان ہے تو اسے لوگوں کو بلند آواز سے بتا دینا، پس نبوی وفد، حقیقت معلوم کرنے اور یہود سے گفتگو کرنے اور جب وہ مہم شکنی کر چکے ہوں تو ان کو دوبارہ راہ صواب کی طرف واپس لانے کے لیے نئی قرینہ کی فرود گا ہوں کی طرف گیا۔

وفد نبوی اور بنی قریظہ کے درمیان مقابلہ

جب نبوی وفد پہنچا تو بنی قریظہ کے زعمارانے اس کا استقبال کیا اور وہ ان کے ساتھ ان کے قلعے میں داخل ہوا اور وہاں انہوں نے مذاکرات کا آغاز کیا، اسلامی وفد نے ان مذاکرات کا آغاز بنی قریظہ کو اس معاہدہ کی توثیق کی دعوت دینے سے کیا، جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان تھا۔ یا کم از کم وہ مصالحت کے ساتھ غیر جانبداری پر قائم رہیں، لیکن یہ صرف حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور معاہدے کے متعلق بات سنتے ہی (بد تہذیبی اور بے شرمی سے) کہنے لگے، — یہ اللہ کا رسول کون ہے؟ — پھر بعد ازاں وفد نبوی سے کہنے لگے — ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں، اور وفد سے کہنے لگے (اور یہ ہودگی ان پر چھائی ہوئی تھی) جس کا مفہوم یہ تھا — اب تم ہم سے اس معاہدے کی وفا کا مطالبہ کرتے آتے ہو، جو ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ہے، اسی نے ہمارا بازو توڑا ہے اور ہمارے بھائیوں، بنی نضیر کو نکالا ہے؟ چلے جاؤ، ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے —

اس موقع پر فرزندِ رح کے سردار، حضرت سعد بن عبادہ غصے میں آگئے (اور آپ کی طبیعت میں تیزی تھی) اور یہود کو گالیاں دینے لگے، پس انہوں نے آپ کو گالیاں

دیں اور آپ کو بہت غصے کر دیا، مگر اُدس کے نوجوان سردار اور ان یہود کے حلیف (حضرت سعد بن معاذ) نے اس معاملے میں دخل اندازی کی اور حضرت سعد بن معاذ سے کہا کہ وہ اپنے اعصاب پر کنٹرول کریں — آپ نے کہا —

ان کو گالیاں دینا چھوڑ دو، ہمارے اور ان کے درمیان جو بات ہے وہ گالی گلوچ سے بڑھی ہوئی ہے۔

حضرت سعد بن معاذ کا اپنے حلیف یہودیوں کو نصیحت کرنا

پھر حضرت سعد بن معاذ (آخری کوشش میں) انہیں ان کی گمراہی سے باز آنے کی نصیحت کرتے ہوئے امدان خونخوار جو اقب سے جو نقص عہد پر ان کے اصرار سے عنقریب مرتب ہوں گے، انتباہ کرتے ہوئے، اپنے حلفاء کے پاس گئے، حضرت سعد بن معاذ نے بنی قریظہ کے یہود سے کہا — اے بنی قریظہ! جو عہد ہمارے امد تمہارے درمیان ہے اس کا تمہیں علم ہی ہے امد میں تمہارے بارے میں بنی نضیر کے دن کی مثل یا اس سے بھی زیادہ سخت دن سے ڈرتا ہوں۔

ان یہود نے اپنے خیر خواہ حلیف کو جو جواب دیا وہ ان کی طبیعت کی کینٹکی اور عاقبت کی سطح کے مطابق تھا۔ انہوں نے حضرت سعد کی نصیحت کا مذاق اڑاتے ہوئے، آپ سے کہا — تو اپنے باپ کا کا گیا ہے۔

حضرت سعد نے انہیں کہا (آپ بڑے بڑبڑاتے تھے) اے بنی قریظہ اس کے علاوہ بھی کوئی بات اچھی لگے تو کہہ لو۔

پس بنو قریظہ اپنی گمراہی میں بڑھنے لگے، اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے لگے، اس موقع پر حضرت سعد بن معاذ اپنے حلفاء کے راہِ راست پر واپس آنے سے باز ہو گئے، امد اسلامی وفد، حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، یہود کی خیانت

اور ان کی عہد شکنی کا یقین حاصل کر کے واپس آ گیا۔

حضرت نبی کریم ﷺ اور وفد کے درمیان حقیقہ الفاظ

وفد نے خندق کے پیچھے پڑاؤ میں پہنچنے پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا اور آپ کو حقیقہ الفاظ کے ذریعے (موقوف کی حقیقت سے اطلاع دی، نیز یہ کہ بنی قریظہ کے یہود نے (عملاً) فریب کاری اور عہد شکنی کی ہے اور جن الفاظ کے ذریعے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رعبیر اس کے کہ پڑاؤ میں سے کسی شخص کو اس کا علم ہو) یہ پریشان کن خبر پہنچائی گئی وہ — عضل اور القارہ — تھے اور میں وفد کے صرف یہ الفاظ کہنے سے ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت حال کو معلوم کر لیا۔ کہ یہود نے فریب کاری اور عہد شکنی کی ہے،

عضل اور القارہ، ہذیل کے دو قبیلے ہیں، جنہوں نے قبل ازیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے حجاز کے علاقے میں ذات الرجم میں عہد شکنی کی تھی، جبکہ وہ ان قبائل کو اصول دین اسلام کی تعلیم دینے کے لیے اپنے راستے میں تھے، جیسا کہ ہم اسے اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

یہود کی عہد شکنی کے بعد کا موقف

احزاب کی فوجی سرگرمیاں — قریظہ کے اس عہد توڑنے سے قبل جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان تھا — ایک حد تک کمزور تھیں، اور سواروں کے معلوماتی اور پریشان کن اور خوفزدہ کرنے والے چکروں کے سوا، وہاں اور کوئی قابل ذکر فوجی کارروائی نہ تھی اس لیے کہ مشرکین بہت بڑی تعداد کے ساتھ جو انہیں مدنی فوج کے

ساتھ فیصد کن معرکے میں جنگ کی قدرت دے، خندق عبور کرنے کی امید کھو بیٹھے تھے، اس لیے کہ یہ ساری کی ساری فوج گشتی کاروائیاں کر رہی تھی، اور خندق کے کناروں کی حفاظت کر رہی تھی۔

لیکن جو نہی اہزاب کو (سرکاری طور پر) یہودی بنی قرینہ کے اپنے ساتھ منضم ہونے کی خبر ملی، نوان کی فوجی سرگرمیاں بڑھ گئیں اور وہ خندق کے گرد اپنے محلوں اور فائدہ بخش چڑھائیوں کو بڑھانے لگے اور انہیں خندق کے پیچھے مسلمانوں کی جگہوں میں بہت بڑی تعداد میں سہولت کے ساتھ گھسنے کی دوبارہ امید پیدا ہو گئی، اس لیے کہ بنی قرینہ کا ان کے ساتھ انضمام کرنا، عنقریب اسلامی فوج کی اکثریت کو ان مقامات کے چھوڑنے پر مجبور کر دے گا، جن میں وہ خندق کے کناروں کی حفاظت کے لیے، پڑاؤ کیے ہوئے تھے، اور جب یہودی فوجیں — جن کے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان خندق وغیرہ کی کوئی بوک نہیں ہے — پیچھے سے مسلمانوں کے پڑاؤ پر حملہ کریں گی جیسا کہ قریش، غطفان اور یہود کے درمیان طے ہوا تھا، تو یہ حملہ مسلم افواج کی بہت بڑی تعداد کو مشغول کر دے گا۔

مسلمانوں کی حالت کا گرتا

اہزاب کی افواج کے پہنچنے پر — اور یہود کی عمدہ شکنی سے قبل — اسلامی افواج کا موقف (بلاشبہ) نازک موقع تھا، اس لیے کہ خواہ پہلی دفاعی لائن (خندق) کو جس قدر بھی مضبوط کہا جائے، اور مسلمان خواہ کس شجاعت و ثبات اور دلیری سے تیار ہوں، پھر بھی ان نو مسلمان جانباڑوں کا وجود، دس ہزار جانباڑوں کے آگے جو سب کے سب مسلمانوں سے غفہ و بغض رکھتے تھے اور ان کے نکلنے کو یوں تیار تھے جیسے بوجزن ممد، جو نہایت چھوٹے سے بزیرے کو گھیرے ہوئے ہو اسے نکلنے کو

کو تیار ہوتا ہے۔ اور یہ ایک اہم امر تھا، اس لحاظ سے کہ اس نے مسلمانوں کی چھوٹی سی فوج کے مرکز کو اس نازک مقام میں ڈال دیا، جس نے اس فوج کی ذمہ دار کمان کی نیندیں حرام کر دیں اور انجام کے لحاظ سے اسے نازک مرکز میں ڈال دیا۔ علاوہ انہیں احزاب کے پٹاؤ کے ساتھ یہود بنی قریظہ کے انضمام نے، اسلامی پٹاؤ کے اندر پوزیشن کو اُلجھا دیا۔ اور اس میں حالت بد سے بدتر ہونے لگی، حالت تنگی اور نزاکت کے بلند درجات تک پہنچ گئی، اور سارے اسلامی وجود کا انجام آندھیوں کی زد میں آ گیا۔

دلوں کا حلق تک پہنچنا

قرآن کریم نے اس نزاکت اور گراؤ کی حالت کو بیان کیا ہے اور مسلمان اس خوفناک آزمائش میں، جس خوف اور گھبراہٹ تک پہنچے تھے اس کی صحیح کیفیت کو بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ سورہ احزاب میں فرماتا ہے

اذ جلعوكم ورنزلوا اولنا لئلا تشدبدا (احزاب، ۱۰-۱۱)

(ترجمہ) جب وہ تمہارے اوپر نیچے سے تمہارے پاس آگئے، اور جب نکالیں کج ہو گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے، وہاں مومنین آزمائے گئے اور انہیں شدید جھٹکے دیے گئے۔

پس مسلمانوں کی مصیبت بڑھ گئی اور اتنا بھی بڑھ گیا اور خوف سخت ہو گیا اور تقریباً سب دلوں میں گھبراہٹ آگئی، اور چھوٹی فوج کے افراد کی گھبراہٹ (جیسا کہ قرآن کریم نے ہم سے بیان کیا ہے) جھٹکوں کی حد تک پہنچ گئی، اور یہود کی عہد شکنی کے بعد اسلام کی یہ چھوٹی سی فوج دو آگوں کے درمیان آگئی، احزاب آگے سے اور یہود پیچھے سے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اس عظیم مصیبت سے اس نئی امت کی آزمائش کی جس کے کندھوں پر وہ تاریخ کی مشہور عظیم تر حکومت کو بنانے والا تھا، اور دنیا کے مشہور، بلند شان عقیدہ کی نشر و اشاعت کی مہم اس کے سپرد کرنے والا تھا اور اس عظیم آزمائش سے، طیب، خبیث سے، اور صادق کاذب سے نمایاں ہو گیا، مومنین تو اپنے ایمان پر قائم رہے اور حالت کی سختی اور موقوف کی گراوٹ نے انہیں اپنے دین سے تمسک کرنے اور اپنے نبی کے گرد سمٹ آنے میں بڑھا دیا۔

مدنی فوج کے اندر منافقین کا ظہور

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی اور جو اسلام کے بارے کے پیچھے چھپے ہوئے تھے، ان اہم انقلابات نے ان کو نمایاں کر دیا اور — اس عظیم آزمائش میں — ان کی حقیقت واضح ہو گئی، کہ وہ کذاب اور فریب کار تھے اور وہ اس بات کا اظہار کرتے تھے، جو ان کے باطن میں نہیں تھی۔

اور اس خبیث نوع کی جماعتیں (دفعہ کالم کی طرح) اسلامی فوج کے اندر تھیں یہ لوگ اسلام کا اظہار کرتے اور — حقیقت میں — یہ اسلام کے خلاف کام کرتے اور مسلمانوں کے زوال کی تمنا کرتے اور یہی منافقین ہیں،

اس خبیث نوع کی حقیقت ظاہر ہو گئی، بلکہ اسلامی فوج کے اندر، اہزاب کی

سطح۔ اظہار الحامس، عراق میں اس پر الرتل الحامس کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے یہ لوگوں کی وہ جماعت ہے جو (ظاہری طور پر) تمہارے ساتھ ہوں گے اور (خفیہ طور پر) تمہارے دشمن کے ساتھ ہوں گے، سب سے پہلے اسے ہسپانیہ کی خانہ جنگی میں ایک طرف سے وطن پرستوں اور کمیونسٹوں کے درمیان استعمال کیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرانکو کی فوج غالب آگئی۔

جانب اس کا میلان اور دشمن کے سامنے مسلمانوں کے ڈٹ جانے کے خلاف اس کا
افواہیں اڑانا بھی ظاہر ہو گیا، ان سب باتوں نے مسلمانوں کی مصیبت کو دوگنا کر دیا
اور چھوٹی سی مدنی فوج کی آزمائش اپنے حلقوں کو مضبوط کرنے لگی،

اسلامی فوج کے اندر ایک جماعت ظاہر ہوتی جو اس کی تاریخ کی ان فیصلہ
کن گھڑیوں میں اس کی کمان سے دشمنی رکھتی ہے اور اس کے خلاف تہمید اختیار کرتی
ہے اور یہ سب خطروں سے جن کا مقابلہ جنگجو افواج کر رہی ہوتی ہیں، اور وہ انہیں
تباہی کی دھمکیاں دے رہے ہیں، بڑا خطرہ ہوتا ہے۔ خواہ وہ افواج بہت
بڑی ہی ہوں۔ پس اس چھوٹی سی فوج کی کیا حالت ہوگی جس کے سپاہیوں
کی نسبت اپنے گھیراؤ کرنے والے دشمنوں کے مقابلہ میں ایک اور گیارہ کی ہے۔

اسلامی فوج کے اندر موجود منافقین کی جماعت سے خیال کیا۔ خصوصاً قرظظہ
کی عہد شکنی اور احزاب کے ساتھ انضمام کے بعد۔ کہ اسلامی وجود دو کمانوں کے
قریب یا اس سے بھی گرنے کے قریب تر ہو گیا ہے، اس لیے اس منافق جماعت نے
جرات کی اور۔ اس فوج کی صفوں کے درمیان جس پر آزمائش کے حلقے مضبوط
ہو گئے تھے، گھیراؤ پھیلانے اور مورال کو تباہ کرنے کے لیے۔ اسلامی پڑاؤ کے
اندر۔ اس کی شان کے متعلق خطرناک باتیں کرنے لگے۔

منافقین کی گفتگو

ان منافقین میں سے ایک نے اسلامی پڑاؤ کے اندر کھڑے ہو کر۔ ٹھٹھے اور
مذاق میں۔ کہا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے وعدہ کیا کرتے تھے کہ ہم قیصر و
کسریٰ کے خزانوں کو کھائیں گے اور آج ہم میں سے ایک بھی پاخانہ جانے کے لیے
اپنے آپ کو محفوظ نہیں پاتا، اللہ اور اس کے رسول نے مجھ کو وعدہ ہی کیا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جس نے یہ بُری بات کہی وہ معتب بن قشیر، بنی عمرو بن عوف کا بھائی تھا، علاوہ ازیں یہ ایک واضح بات ہے کہ یہ معتب بن قشیر بدر پر لڑنے سے تھا، اور خود ابن اسحاق نے اس کا نام ان میں بیان کیا ہے، اس لیے سیرت کے راوی ابن ہشام نے ابن اسحاق کے قول کو غلط بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ..... مجھے ایک قابل اعتماد اہل علم نے بتایا ہے کہ معتب بن قشیر منافقین میں سے نہ تھا اور اس نے اس بات سے حجت پکڑی ہے کہ وہ اہل بدر میں سے تھا۔ اور بالعموم منافقین نے یہ بات کہی اور قرآن کریم نے یہ بات کہنے والوں کی طرف اشارہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاذِيقُوا الْمُنْفِقِينَ... .. (احزاب، ۱۲)

ترجمہ: اور جب منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جھوٹا وعدہ ہی کیا ہے۔ اور یوں اسلامی فوج کے اندر، منافقین کی جماعتوں کا موجود ہونا تیسرا ابتلاء ہے، جتنا ہے، جس سے مسلمان آزمائے گئے،

مسلمانوں کے خلاف تیسری قوت

یہ منافقین — احزاب اور یہودی قرظیہ کی قوت کے ساتھ مل کر اسلامی پیمانوں کے خلاف تیسری قوت تھے، جو ارادۂ اور اصرار سے — خصوصاً یہود کی عہد شکنی کے بعد — مسلمانوں کی صفوں کے اندر تخریبی کاروائیاں کرتے تھے، جن سے معاہدہ بگڑ گیا اور اسلامی فوج کی ہائی کمان کی پریشانیاں بڑھ گئیں۔

اور یہ منافقین (خصوصاً یہود کی عہد شکنی اور مسلمانوں کی تنگ حالی کے بعد) تقریباً اعلانیہ صورت میں مدنی فوج کی صفوں کے اندر گھبراہٹ، کمزوری اور مایوسی کی رُوح

پھر کہنے لگے،

فوج سے منافقین کی واپسی

اور منافقین کی جماعتوں نے صرف اسلام کے متعلق افرائیں اُڑانے، مذاق کرنے اور منفی فوج کی صفوں میں شکست کی رُوح کے پھیلانے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ وہ اس سے بھی دُور تک چلے گئے، اور انہوں نے اس نازک وقت میں، جس سے سارا اسلامی وجود گزر رہا تھا، احزاب کی امداد کے ارادے سے اور ان کی مہم کو غیر فوری طریق سے سہولت دینے کے لیے، اور یہود بنی قریظہ کے حملوں سے اپنے گھروں کو بچانے کے پردہ میں، فوج سے واپس جانا شروع کر دیا اور وہ فوج سے واپس جانے کی ترغیب دینے لگے۔

اس حالت میں، جس میں مسلمانوں کا موقف انتہائی تنگ ہو گیا تھا، اسلامی فوج میں موجود منافقین میں سے ایک نے آگے بڑھ کر — اپنی قوم کے اشراف کے نام سے — گزارش کی کہ سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس پڑاؤ سے جو خندق کے دروازوں پر احزاب کا سامنا کر رہا ہے، واپس جانے کی اجازت دیں، اور یہ محبت پیش کی کہ انہیں اپنے کھلے گھروں کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ جو مدینہ کی اطراف میں واقع ہیں — اور ان منافقین کا مقصد اپنے گھروں کی حفاظت نہ تھا، بلکہ ان کا مقصد فرار اختیار کرنا تھا، اور پھر اس چھوٹی سی اسلامی فوج کے اندر جسے ہر جگہ سے اس کے دشمن نے گھیرا ہوا تھا، گھیرا ہوا تھا، شکست اور طامت کی رُوح پھیلاتا تھا،

اُدس بن قینیل نے — جو بنی حارثہ بن الماریث تھا — کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! گھر دشمن کے لیے خالی ہیں (اور یہ بات اس نے اپنی قوم کے اشراف کی موجودگی میں کہی)

ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم باہر نکل کر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں، وہ مدینہ کے باہر ہیں، اور قرآن کریم نے ان منافقین کو دسوا کیلہ ہے اور صراحت کی ہے کہ اس نذک وقت میں ان کا فوج سے واپس جانے کا مطالبہ اپنے گھروں کی حفاظت کے لیے نہ تھا بلکہ اس سے ان کا مقصد فرار اختیار کرنا اور فوج کی وحدت کو پاپا پارا کرنا اور سپاہیوں کے دلوں میں مزید خوف اور گھبراہٹ پیدا کرنا تھا، ان کے گھر خالی نہ تھے (جیسا کہ ان کا خیال تھا) وہ کاذب اور منافق تھے، خصوصاً اس لیے کہ مسلمانوں کے گشتی دستوں کو مدینہ کے اندر ان کے گھروں کی حفاظت کا مکلف کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَإِذْ تَأْتِي السَّطَانَةُ ان یؤیدونک الّا فو سراً (احزاب، ۱۲)

ترجمہ: اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا، اسے اہل یشرب تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں واپس چلے جاؤ، اور ان میں سے ایک فریق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگنے لگا، وہ کہتے ہمارے گھر خالی ہیں، مالاکنہ وہ خالی نہ تھے، وہ صرف فرار اختیار کرنا چاہتے تھے:

اس طرح ان منافقین کی جماعتوں کے اکتشاف کے بعد جن کی حقیقت اسلامی فوج کے اندر لایاں ہو گئی تھی، مسلمانوں کی حالت مزید کمزور ہو گئی اور ان کے موقف کی تنگی میں اضافہ ہو گیا، اور وہ مسلمانوں سے مذاق کرنے لگے، اور ان کی صفوں میں شکست اور نابودی کی روح پھیلانے لگے،

اگرچہ خندق نے احزاب کی افواج کی سرگرمیوں کو سرد کر دیا تھا اور انہیں کسی وسیع دائرہ تہمت حملہ کرنے سے عاجز کر دیا تھا، پھر بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (خصوصاً روکی عہد شکنی اور احزاب کے ساتھ ان کے انقہام اور اسلامی فوج کے اندر منافقین کی شبیہاں پیدا ہوجانے کے بعد) اپنی فوج کے مرکز کی تنگی کو سمجھتے تھے، اور اس کے بدلے اس کے جوانوں کی قلت تعداد کے باوجود — اس خوفناک زنبور کے دونوں

جبڑوں کے درمیان آجانے سے ڈرتے تھے جس کی نمائندگی احزاب کی افواج اور
 بنی قریظہ کر رہے تھے، اس زنبور نے — خصوصاً یہود بنی قریظہ کی عمد شکنی کے بعد
 — سختی سے مدنی فوج کی گردن پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا جو خندق کے پیچھے پڑاؤ
 کیے ہوئے تھی..... اور اس پر مستزاد یہ کہ خود اس مدنی فوج کا مورال گر گیا تھا
 جس کی مغولوں میں منافقین کی جماعتیں نمایاں ہو کر رکاوٹ پیدا کر رہی تھیں، اور
 علیحدگی کی ترغیب دے رہی تھیں اور اس چھوٹی سی فوج کے اندر جس کی اپنے دشمنوں
 کے مقابل ایک اور گیارہ کی نسبت تھی شکست اور فزانی کی روح کی اشاعت
 کر رہی تھیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی غطفان کے ساتھ الگ صلح کرنیکی کوشش

ان سخت حالات میں جس میں اسلامی فوج کی تنگی اور خطرہ جوشی ٹھیک پہنچ گیا تھا
 سالہ راہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مزیدی تھا کہ آپ کسی وسیلے کے
 بارے میں سوچتے، جس سے دکھ از کم، وہ سخت دباؤ کم ہو جاتا جس سے آپ کی چھوٹی
 سی فوج دوچار تھی اور جو اس بات کی منتظر تھی کہ جب خندق قریظہ نے احزاب سے
 اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کی افواج نے اس اسلامی فوج پر پیچھے سے حملہ کر دیا، جس
 اپنی تمام محدود طاقتوں کو خندق کے پیچھے پڑاؤ کرنے اور احزاب کو اس خندق سے
 پار کرنے سے روکتے ہو چھ کر دیا ہے تو اسے مزید ہلادینے والے خطرات سے دور
 ہونا پڑے گا۔

اس لیے قبل اس کے کہ قریظہ مسلمانوں پر کوئی عملی حملہ کریں — رسول کریم
 اللہ علیہ وسلم نے — فوجی اور سیاسی لیڈر کی طرح — کسی ایسے کام کے کرنے
 بارے میں سوچا، جس سے آپ احزاب کے قائدین کے درمیان اختلاف پیدا کر

تاکہ مدینہ کے سخت محاصرہ کے دباؤ کی شدت کو کم کریں اور یہود کی قوت کو کمزور کر دیں تاکہ (کم از کم) وہ پیچھے سے مسلمانوں کو مارنے کی کاروائی کو مؤخر کر دیں، اور یہ وہ خوفناک کاروائی تھی جس کی ہر لحظہ اسلامی فوج توقع رکھتی تھی۔

عطفان کی کمان کے ساتھ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رابطہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (خفیہ طور پر) عطفان کے دو لیڈروں (حمینہ بن حصن الغزازی اور الحداد بن عوث المرسی) سے رابطہ کیا اور آپ نے تاریخی میں، اپنی اینٹلی جنس کے ایک امین اور ذہین جوان کو بھیجا کہ وہ ان دونوں کی اطلاع دے کر آپ خندق کے پیچھے اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں (خفیہ طور پر) ان دونوں سے ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں۔

اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم — ایک ذمہ دار سالار اعلیٰ کی طرح اور ایک تجربہ کار ہوشیار سیاستدان کی طرح — جوانوں کی نفسیات کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور آپ کو ان تمام قائدین اور ذمہ داروں کے اہداف و مقاصد کا مکمل علم تھا جو اس خطرناک اور تباہ کن جنگ کی کمان کر رہے تھے،

مثلاً آپ کو معلوم تھا کہ عطفان اور ان کے قائدین اس جنگ میں اشتراک کے پس پردہ کوئی سیاسی مقصد نہیں رکھتے، جسے وہ پورا کرنا چاہتے ہیں اور نہ ان کا کوئی عقائدی سبب ہے جس کے جذبے تلے وہ جنگ کرنے ہیں اور اس عظیم جنگ میں ان کے اشتراک کا پہلا اور آخری مقصد، مدینہ پر قبضہ کے وقت، مل کا حصول تھا، یعنی مدینہ پر قبضہ کے وقت جب مقصد وہ اس کی بہترین چیزوں پر قبضہ کر سکتے ہیں، کر لیں۔

یہی وجہ ہے کہ سالار اور تجربہ کار سیاستدان رسول نے انہیں کے یہودی قائدین (جیسے حمینہ بن اخطب) اور کتانہ بن الربیع) یا قریش کے قائدین جیسے ابوسفیان

بن حروب سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ ان کا بڑا مقصد مال نہ تھا، بلکہ ان کا مقصد سیاسی اور عقائدی تھا، جس کا پورا ہونا اور اس تک پہنچنا، اسلامی وجود کے بنیاد سے تباہ کرنے پر متوقف تھا، اس لیے آپ نے فقط عطفان کے ان قائدین سے رابطہ کیا جنہوں نے (عملاً) اس پیشکش کے قبول کرنے میں، جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیش کیا تھا، تردد نہ کیا۔ دونوں عطفانی لیڈروں (عیبیدہ بن جحش اور الحارث بن عوف) نے سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گزارش کو قبول کیا اور دونوں اپنے اپنے مددگاروں کے ساتھ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے سپید کوارٹر میں حاضر ہوئے اور انہوں نے خفیہ طور پر بغیر اس کے کہ کسی کو ان دونوں کے متعلق علم ہو، خندق کے پیچھے آپ سے ملاقات کی۔

مجوزہ صلح کی شروط

ان دونوں کے پہنچتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مذاکرات شروع کیے یہ مذاکرات زیادہ تر۔۔۔ اسی پیشکش کے گرد گھومتے رہے، جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا، جس میں آپ نے اپنے اور عطفان کے درمیان ایک الگ صلح طے کرنے کی دعوت دی۔ اور اس مجوزہ معاہدہ کی اہم شروط یہ ہیں۔

(۱) احزاب کی افواج کے اندر موجود عطفانیوں اور مسلمانوں کے درمیان الگ صلح کا معاہدہ ہو۔

(۲) عطفانی مسلمانوں سے صلح کریں اور ان کے خلاف کسی عربی کاروائی کے کرنے سے رکیں (خصوصاً اسی وقت میں)۔

(۳) عطفانی مدینہ کا حصار چھوڑ دیں اور اپنی افواج کے ساتھ اپنے علاقوں کی طرف ریٹائرمنٹ کر جائیں

(۴) مسلمان (اس کے بالمقابل) غطفانیوں کو مدینہ کے مختلف انواع کے تمام پھلوں کا تیسرا حصہ دیں گے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرط ایک سال کے لیے تھی۔ غطفان کے لیڈروں (عبید بن جحش اور الحارث بن عوف) نے اس پیشکش سے مکمل اتفاق کیا، مگر انہوں نے تہائی کی بجائے، مدینہ کے نصف پھلوں کا مطالبہ کیا، لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس پہلی گفتگو میں) تہائی پر اصرار کیا، تو غطفان نے اسے قبول کر لیا، اور مدینہ کے پھلوں کے تہائی حصے سے راضی ہو گئے، اور (ابتدائی طور پر) معاہدہ صلح پر اتفاق ہو گیا، اور عداوت معاہدہ کو لکھا گیا اور اس کی شرط کو ریکارڈ کیا گیا اور اس معاہدہ کے کاتب حضرت عثمان بن عفان تھے اور اس کے نفاذ پر صرف طرفین کے دستخط اور گواہوں کی گواہی دینی ہی باقی رہ گئی۔

انصار سے مشورہ طلب کرنا

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ پر انصار میں سے اوس اور خزرج کے سرداروں کی موافقت کی شرط لگائی تاکہ اس کا نفاذ مؤثر ہو، کیونکہ مدینہ کے بھلی، صرف انصار کی ملکیت تھی اور ان پھلوں کے مالکوں کی موافقت کے بغیر ان میں سے کسی کو کچھ دینے کا معاہدہ ہو ہی نہ سکتا تھا، خصوصاً جبکہ وہ بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاسی اجتہاد ہو، نہ کہ آسمانی وحی۔

اس معاہدہ پر دستخط کرتے سے قبل — حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ اور خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کو بلایا، اور ان دونوں کو — عبید بن جحش اور الحارث بن عوف کی موجودگی میں — وہ بات کھول کر بتائی، جو آپ کے اور ان دونوں لیڈروں کے درمیان ہوتی تھی، اور جو ان دونوں کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا، جس کے بموجب غطفان کے تمام قبائل (جو اس عظیم جنگ کے

ریڑھ کی ہڈی ہیں) مدینہ کے پھلوں کے تہائی حصے کی ادائیگی پر مدینہ کا محاصرہ چھوڑ دیں گے، اور ریٹائرمنٹ کر جائیں گے۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں سعید بن (حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ) سے مشورہ طلب کیا، خصوصاً اس شرط کے متعلق، جو غطفان کو مدینہ کے پھلوں کا تہائی حصہ دینے سے تعلق رکھتی تھی، اور آپ نے ان دونوں سے مطالبہ کیا کہ وہ اس معاہدہ کے متعلق اپنی آخری رائے کا اظہار کریں۔

انصار کے سرداروں کا صلح کو مسترد کرنا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے اور معاہدہ کی شرط سے مطلع ہو جانے کے بعد ان دونوں کو وہ شرط پسند نہ آئی، جو غطفان کو مدینہ کے پھلوں کا تہائی حصہ دینے سے متعلق تھی اور ان کے دلوں نے یہ بات قبول نہ کی بلکہ انہوں نے اسے بڑی بات خیال کیا، مگر وہ سچے مومنوں کی طرح اپنے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خروج کرنا جائز نہ سمجھتے تھے۔ خواہ اس میں ان کی ہلاکت ہو۔ ان دونوں نے تمام انصار کے نام سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی کہ اگر یہ بات ابراہیم سے ہے یا اس کی طرف سے وحی ہوتی ہے تو وہ اس پورے معاہدے سے مکمل اتفاق پر تیار ہیں۔ اور اگر یہ بات صرف ایک رائے ہے تو اس میں قبول و رد کی گنجائش موجود ہے، اور دونوں کی رائے وہ نہ تھی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، اور وہ دونوں (مراختہ) اس صورت میں غطفان کے قبائل کو مدینہ کے پھلوں سے ایک کجور بھی دینے سے انکاری تھے۔ سعید بن نے کہا..... یا رسول اللہ آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں تو اسے کر لیں یا اس کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے، تو ہمارے لیے اس پر عمل کرنا ضروری ہے، یا آپ

اسے ہمارے لیے کر رہے ہیں، پس اگر یہ آسمانی حکم ہے تو اسے گزرتیے، اور اگر یہ ایسی بات ہے جس کا آپ کو حکم نہیں دیا گیا اور آپ کو اس سے رغبت ہے تو ہم صبح و اطاعت کریں گے، اگر یہ صرف ایک راستے ہے تو ہمارے پاس ان کے لیے صرف تلوار ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... اگر اللہ مجھے حکم دیتا تو میں تم دونوں سے مشورہ نہ کرتا، خدا کی قسم میں یہ صرف اس لیے کر رہا ہوں کہ میں نے عربوں کو دیکھا ہے کہ وہ تمہارے خلاف متحد ہو گئے، میں اور انہوں نے ہر جانب سے تمہیں تنگ کیا ہے پس میں نے ان کی قوت کو کسی حد تک توڑنے کا ارادہ کیا ہے۔

خدا کی قسم ہم صرف انہیں تلوار دینگے

اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ نے آپ سے کہا.... آپ تو جوان تھے اور ابھی چالیس سال کی عمر کو نہیں پہنچے تھے، یہ رسول اللہ! ہم ادا یہ لوگ۔ یعنی غطفان۔ اللہ کا شرک کرنے اور بتوں کی عبادت کرنے پر قائم تھے، ہم نہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور نہ اُسے جانتے تھے، اور وہ ہم سے صرف ہمان نوازی کے طور پر یا خرید کر کھوریں کھانے کی امید رکھتے تھے، خواہ وہ جاہلیت میں قحط میں چرطے کے خون سے ملی ہوئی اُلوں کھائیں۔

پھر حضرت سعد بن معاذ نے اس معاہدے پر جس کا ابھی ذکر ہوا ہے اعتراض کرتے ہوئے کہا.... کیا اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام سے سرفراز فرمایا ہے اور اس کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور آپ کے ذریعے اور اسلام کے ذریعے ہمیں عزت دی ہے، ہم انہیں اپنے اموال کا حصہ دیں، ہمیں اس کی کچھ ضرورت نہیں خدا کی قسم ہم صرف انہیں تلوار دیں گے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان

کے درمیان فیصلہ کر دیئے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تحریر پر معاہدہ سے انصار کے دونوں سرداروں کے معارضہ کو دیکھا اور صرف اس پر دستخط کرنا اور گواہوں کی گواہی ڈالنا ہی باقی رہ گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے سے عدول کر لیا اور سعد بن کی رائے کی طرف مائل ہو گئے، اور حضرت سعد بن معاذ سے جو مناقشہ کے لیے مستعد تھے، فرمایا... آپ اور وہ جانیں۔

اس موقع پر اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ نے اس دستاویز کو جس میں معاہدہ صلح لکھا جا چکا تھا لے کر سہاڑ دیا، پھر غطفان کے سردار ول عیینہ بن حصن الحارث بن عوف کی طرف روئے سخن کر کے کہنے لگے۔ اور چیلنج میں آپ کی آواز بلند ہو گئی، — واپس چلے جاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف تلوار فیصلہ کرے گی

۱۷۔ سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۳۳، اور سیرت حبیبہ جلد ۲ ص ۳۱ اور اس کے بعد کے صفحات، ۱۸۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں پر مصیبت سخت ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جیسا کہ حاصم بن عمر بن قتادہ نے اور اس شخص نے جس پر میں اتہام نہیں لگاتا جو اب محمد بن سلیم بن عبد اللہ بن شہاب الزہری نے مجھ سے بیان کیا) عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر اور الحارث بن عوف بن ابی حارث المری کی طرف آئی بھیجا یہ دونوں غطفان کے لیڈر تھے اور ان دونوں کو پکڑنے کی اگر گروہ اپنے ساتھیوں سمیت آپ کو اور آپ کے اصحاب کو چھوڑ کر واپس چلے جائیں تو انہیں مدینہ کے پہلو کا تیسرا حصہ دیا جائے گا پس آپ کے اوصان دونوں کے درمیان صلح ہو گئی تھی مگر انہوں نے دستاویز لکھی اور ابھی گواہی نہیں پڑی تھی اور صلح پختہ ہوئی تھی صرف بات چیت ہوئی تھی پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کرنی چاہی تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن معاذ کی طرف پیغام بھیجا اور دونوں سے اس بات کا ذکر کیا اور اس بارے میں ان سے مشورہ مانگا... یہاں تک کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ بالآخر مذکورہ معاہدہ سے سعد بن معاذ نے اتفاق نہ کیا۔

پس وہ دونوں احزاب کی کمان میں اپنی اپنی کمان کے ہیڈ کو اڑھڑ میں واپس چلے گئے۔ اس طرح مسلمانوں کی مصیبت میں اضافہ ہو گیا، اور انصار کے سرداروں نے مدینہ کے پھلوں کے تیسرے حصے کی ادائیگی کے مقابل پر عطفقان کے ساتھ الگ صلح کرنے کے نظریے کو پُر زور انداز میں مسترد کر دیا۔ اور اس انکار نے مسلمانوں کی فوجی پزیرائی میں اضافہ کر دیا اور ان پر جو دباؤ تھا اس کی کمی کی امید کو توڑ دیا اور عطفقان کو مصالحت کی دعوت دینے میں یہی تخفیف مقصود تھی۔

مگر ایک دوسرے پہلو سے اس انکار نے دونوں طرف کے ذمہ دار لیڈروں پر ثابت کر دیا کہ اسلام کی چھوٹی سی فوج کے اندر کچھ ایسے جوان بھی ہیں جو ہزاروں کے مقابل شمار کیے جاتے ہیں اور آزمائشیں ان کی قوت میں اضافہ کرتی ہیں، اور معائب ان کے ایمان و ثبات اور اپنے نبی کے ساتھ تمسک کرنے اور اس کے گرد جمع ہونے میں اضافہ کرتے ہیں۔

پس اس سخت موقف سے مومنین صادقین کا مورال بلند ہو گیا اور عطفقان کے قائدین، چھوٹی فوج کے پڑاؤ سے باہر نکل گئے، اور یہ بھاڑنے والے شیر جو زبردست اور طاقتور فوج کے قائدین سے، جس کے جوانوں سے ان کے جوانوں کی نسبت ایک اور گیارہ کی تھی، کھڑے ہو کر کہنے لگے، ہاں اس فوج کے قائدین سے (جہن کی فوجیں ان کو غرق کرنے کے لیے ہر جگہ موجیں مار رہی تھیں) کھڑے ہو کر (چیلنج اور استحقاق کے انداز میں) کہنے لگے... خدا کی قسم ہم ضیافت کے سوا، تمہیں مدینہ کے پھلوں میں سے ایک کھجور بھی نہیں دیں گے، بس جو بات تمہیں اچھی لگے کر لو۔

شاندار موقف

پھر عطفقان کے قائدین، مسلمانوں کے پڑاؤ سے واپس آ گئے اور انہوں نے اس

حقیقت کا ادراک کر لیا، جس سے وہ مکمل طور پر نوا واقف تھے اور وہ یہ کہ جو چیز، حقیقی فتوحات بناتی ہے اور جنگ کے وقت۔ دلوں میں امن و سکون پیدا کرتی ہے، وہ افواج کی کثرت اور ان کی قوت سے نہیں ہے، یہ سب کچھ عقیدے کی قوت اور ایمان باللہ کی مضبوطی بناتی ہے، غطفان کے قائدین، جھوٹی فوج کے پڑاؤ سے واپس آگئے اور یہ باتیں ان کے کانوں میں رعد کی طرح گونجتی رہیں،

”یا رسول اللہ، ہم اور یہ لوگ اللہ کا شرک کرنے اور بتوں کی عبادت کرنے پر قائم تھے، ہم نہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور نہ اسے جانتے تھے، اور وہ ہم سے صرف مہمان نوازی کے طور پر یا تزیید کر کھجوریں کھانے کی امید رکھتے تھے، کیا اس وقت جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام سے سرفراز فرمایا ہے اور اس کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور آپ کے ذریعے اور اسلام کے ذریعے ہمیں عزت دی ہے، ہم انہیں اپنے اموال کا حصہ دیں؟ خدا کی قسم ہمیں اس کی کچھ ضرورت نہیں، خدا کی قسم ہم صرف انہیں تلوار دیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔

یہ باتیں اوس کے سردار، حضرت سعد بن معاذ نے۔ غطفان کے قائدین کے سامنے۔ اس نازک اور تنگ وقت میں کہیں جس میں مسلمانوں کے دل شدت کرب پے در پے آزمائشوں اور مصائب کے مسلسل برستے سے گلوں تک پہنچ گئے تھے۔ (اگر ایمان صادق نہ ہوتا) تو یہ باتیں اس زبردست فوج کے قائدین کے سامنے وہی شخص کر سکتا تھا، جو کم از کم بیس ہزار جاننازوں کا کمانڈر ہوتا۔

لیکن اس جگہ عجیب بات یہ ہے کہ جس شخص نے یہ باتیں کہی ہیں، جن سے جوانمردی، شجاعت، غیرت، ایمان اور حد درجہ اعتماد نفس کے چشمے پھوٹتے ہیں، اس کے پیچھے تو سو سے زیادہ جانناز نہ تھے، جن کے بالمقابل دشمن کی جانب گیارہ ہزار جانناز تھے اور ان کے پیچھے تیسرا درمیزہ میں ریزہ فوج بھی تھی، جو تین ہزار جاننازوں سے

خم نہ تھی۔

اور شاید یہ بات، جو حضرت سعد بن معاذ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غطفان کے قائدین کی موجودگی میں کہی، سب سے بڑا سبب تھی، جس نے ان قبائل کے لیڈروں کو، اپنے دشمنانہ منصوبے پر بار بار غور فکر کرنے کی طرف مائل کر دیا اور وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں جان پر کھیلنے کی اہمیت کو کم خیال کرتے گئے اور یہ بات بیان کرنے کے قابل ہے کہ مسلمانوں کے پڑاؤ سے عیینہ بن حصین اور الحارث بن عوف المری کے واپس جانے اور جو کچھ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے سنا تھا، اس کے سننے کے بعد غطفان کا مسلمانوں کے خلاف کوئی حربی کردار نہ تھا، اور ان قبائل کی افواج اپنے اپنے پڑاؤ میں پڑاؤ کیسے رہیں حتیٰ کہ سالار عامر ابو سفیان نے کوچ کا اعلان کر دیا اور احزاب نے مدینہ کا محاصرہ چھوڑ دیا۔

حالات کی سنگینی اور دو چند جو کسی

اس بات میں کوئی نزاع نہیں کہ قرظیظہ کے عہد شکنی کرنے اور غطفان کے ساتھ حضورؐ کی تجویز کے مطابق الگ صلح کرنے کے نظریے کو، انصار کے رد کرنے کے بعد، حالات کی سنگینی چوٹی کو پہنچ گئی، اور جنگی حالات کا اندازہ کرتے ہوئے، جن کے مسلمان ان اہم انقلابات کے نتیجے میں رونما ہونے کے منتظر تھے، مسلمانوں نے اپنی جو کسی اور تیاری کو دو چند کر دیا۔ اور اپنے وجود کے دفاع کے لیے لگاتار کام میں اپنی جانوں کو کھپانے لگے۔

مدنی کمان نے، خندق کی تنگ جگہوں کو — جی سے احزاب کے سواروں کے گھس آنے کا احتمال تھا، اس خوف سے مسلسل شدید نگرانی کے تحت رکھا کہ احزاب کے ساتھ یہود کے انضمام کی خوشی کا نشہ ان کے بعض جوانوں کو گھوڑوں کے ساتھ خندق

پھلانگنے کی طرف لے آئے گا،

حتیٰ کہ سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے خطرناک پوائنٹ پر، جس سے مسلمان، احزاب کے سواروں کے گھسنے کی توقع رکھتے تھے، خود پڑاؤ کیا، اسی طرح نبوی کمان نے خندق کی لمبائی پر گشتی نگران دستوں کی سرگرمیوں کو دوچند کر دیا اور اسی طرح انہوں نے اپنی ایک دوسری ریزرو فوج کو اپنی پچھلی لائنوں کے پیچھے بہود کی نگرانی کے لیے، اور جب وہ حملے کا اراادہ کریں تو ان کے سامنے ڈٹ جانے کے لیے پڑاؤ کرنے کا مکلف کیا۔

اور خوف دوچند ہو گیا اور گھبراہٹ سخت ہو گئی، اور دل پہلوؤں کے درمیان (خوف اور گھبراہٹ) سے دھڑک کر گلوں تک پہنچ گئے، اور — ان خوفناک راتوں میں جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف مصائب سے معاہدہ کیا ہوا تھا اور انہوں نے ان میں ان کے خلاف مصائب کو مسلسل برسایا تھا۔ یہ منافقین اسلامی فوج کی صفوں کے اندر سے اپنی جگہوں سے بھاگنے کے لیے کھسکنے لگے اور اس چھوٹی سی فوج کو، اس کے انجام پر چھوڑنے لگے، جو ان آندھیوں کی زد میں تھا، جن کی چوبائی جوائیں ایسی سختی سے اسے گرفت میں لے ہوئے تھیں جس سے دل اکھڑ جاتے ہیں۔

مومن گروہ کا ثبات

ان سخت اور آزمائشوں اور مصیبتوں سے بوجہل راتوں میں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص اور نیک صحابہ عظیم سالار رسول کے پہلو میں اس انتظار میں ڈٹے رہے کہ ان راتوں سے کیا کیا خطرناک اور پریشان کن واقعات جنم لیتے ہیں، جن کی اتہا کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور خاص طور پر مسلمان اس متوقع حملے کے منتظر

ہے، جو غدار قرظیہ نے اسلامی فوج پر ہیکھے سے کرنا تھا، جیسا کہ یہ یہود اور احزاب کاٹے شدہ منصوبہ تھا۔

معرکہ میں فوجی نقطہ نگاہ سے اقلابی پوزیشن

قرظیہ کے عہد شکنی کرنے اور احزاب سے مل جانے کے بعد عملاً جنگ پہلے سے بھی سخت مراحل میں داخل ہو گئی، خندق جو مدینہ کی پہلی دفاعی لائن تھی کھودنے سے ہدفی کمان نے احزاب کی کمان کو اچانک سخت صدمہ پہنچایا، جس سے احزاب کے قائدین طے شدہ منصوبہ کے مطابق فیصد کن معرکہ میں مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں تباہ کرنے کی امید کو کھولنے لگے، لیکن جب انہیں سرکاری طور پر یہود بتی قرظیہ کی جانب سے اپنی طرف سمدٹ آنے اور ہیکھے سے مسلمانوں کو ضرب لگانے کے لیے ان کے تیار ہونے کی اطلاع ملی تو اس کے بعد فیصد کن معرکہ میں مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں تباہ کرنے کی امید، احزاب کے قائدین کے دلوں میں دوبارہ پیدا ہونے لگی اور وہ خندق میں داخل ہونے اور اسے عبور کر کے مسلمانوں کی جانب کے لیے اپنی کوششوں اور تیاریوں کو دگنا کرنے لگے، اور انہوں نے فیصد کن وقت کے حصول کے لیے، جس میں انہوں نے یہود بتی قرظیہ کے اشتراک سے مجوزہ عام حملہ کرنا تھا، مسلمانوں کو ڈرانے اور ان کے موال کو تباہ کرنے کے لیے خندق کی لمبائی پر، اپنے مضطرب کرنے والے گشتی دستوں کو دوگنا کر دیا۔

اور اس کے لیے قریش کے قائدین (الوسفیان بن حرب، خالد بن ولید، عمرو بن العاص، ضرار بن الخطاب، الفہری، عکرمہ بن ابو جہیل، ہبیرہ بن ابو ہبیرہ اور نوقل بن عبد اللہ) نے اس امر پر اتفاق کیا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے اور ان کو پریشان کرنے کی کاروائی کی کمان خود کریں، اور ان قائدین نے اس امر پر بھی اتفاق کیا کہ ان میں سے ہر ایک کا

ایک دن مقرر ہو گا، جس میں وہ خندق کے کناروں کی لمبائی پر گھبرانے اور حملہ کرنے کی کاروائیوں کی کمان کرے گا اور ان تمام قائدین میں سے ہر قائد کے جوان رات دن مسلسل ان کاروائیوں میں حصہ لیں گے۔

مگر یہ جدید اور منظم حملے — خندق کی موجودگی کے باعث — گھوڑوں کی جولائی، تیراندازی اور سنگباری سے آگے نہ بڑھ سکے اور معرکہ کی رفتار پر اس کا کوئی قابل ذکر فیصد کن اثر نہ پڑا۔

معرکہ میں فوجی معتمہ

اور احزاب کی حربی کاروائیوں کی رفتار میں جو فوجی معتمہ پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ کسی مؤرخ نے بیان نہیں کیا کہ غطفان کے نجدی قبائل نے — جن کے جوان اس جنگ کی ریڑھ کی ہڈی تھے — اس غزوہ میں مسلمانوں کے خلاف کوئی ایسی نمایاں حسرتی کارروائی کی ہو، جس کا مقصد مسلمانوں کی تباہی اور اسلام کی تباہی ہو۔

اور یہ بات طے شدہ تھی کہ غطفان کے قائدین، قریش کے قائدین کے ساتھ

صلہ ابن سعد نے اپنے طبقات الیبری میں بیان کیا ہے کہ حضرت عباد بن بشر، دوسرے انصار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کے لیڈر تھے، وہ لات طن آپ کی حفاظت کرتے تھے اور مشرکین باہم باری باری پانتے تھے، ایک دن ابوسفیان بن حرب اپنے اصحاب کے ساتھ جاتا اور ایک دن خالد بن ولید، ایک من عمرو بن العاص، ایک دن سبیرہ بن ابی وہب، اور ایک دن هزار بن الخطاب انصاری جاتا اور وہ مسلسل اپنے گھوڑوں کو جولائی کراتے اور ایک دفعہ متفرق ہو جاتے اور ایک دفعہ اکٹھے ہو جانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے جنگ کرتے اور ان کے تیرانداز آگے بڑھ کر تیراندازی کرتے۔

اور مضطرب کر دینے والی کاروائیوں میں مشارکت کریں، جن کی گمان خود قرشی قائدین
مسلمانوں کے خلاف خندق کے کناروں پر کریں، لیکن محاصرہ کے پورے ایام میں اس
سے کوئی بات بھی روٹمانہ ہوئی اس کا یقینی مفہوم یہ ہے کہ غطفان کے قبائل
(محاصرے کے پورے ایام میں) مدنی فوج کے خلاف ایک تیر بھی نہیں پھلایا اور نہ ہی
کے جو انوں میں کسی جوان تے مسلمانوں کے خلاف مختلف حربی کاروائی کی ہے، اور
خج کی کتابوں میں جن لوگوں کا ذکر آتا ہے کہ انہوں نے جنگ کی اور مدینہ کے محاصرہ
ایام میں مسلمانوں کے خلاف مختلف حربی کاروائیاں کیں وہ سب کے سب صرف
س میں سے تھے

غور فرمائیے اس کا سبب کیا ہے اور اس معنی کا راز کیا ہے؟
بہ نے اس کتاب کے آخر میں معرکہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اس عجیب معنی کے حل
پہنچنے کی قوت پاتی ہے۔

مسلمانوں کے پڑاؤ میں جنگ کا منتقل ہونا

تھوڑا سا عرصہ یہی حال رہا۔ قریش کی جانب سے تیر اندازی اور ڈرانے کے لیے
جس کی جولانی ہوتی رہی اور جانبین کی طرف سے گشتی دستے انتظام کے ساتھ مسلسل
کا پکڑ لگاتے رہے۔ حتیٰ کہ اصحاب کی جانب سے جنگ میں (تھوڑی سی)
ہوئی،

ان کے سخت جان باز سواروں کے ایک دستہ نے اپنے گھوڑوں سمیت خندق میں
سنگ جانب سے داخل ہونے کی ذمہ داری لی اور انہوں نے (جزئی طور پر)
خندق کے پیچھے مسلمانوں کے پڑاؤ میں منتقل کر دیا۔

عمر بن عبدودہ العامری، حکمر بن ابوجہل، حذر بن الخطاب الغنوی، ہمیرہ بن ابی سبب

المخزومی اور نوفل بن عبد اللہ، یہ سب سوار (جو سب قریشی تھے) اپنے گھوڑے کے ساتھ خندق کی تنگ جگہ میں داخل ہو گئے، اور مسلمانوں کے جیالے بہادریوں نے ان سے ملاقات کرنے میں جلدی کی، پہلے تو انہوں نے ان کا وہ راستہ بند کر دیا جس سے وہ گذرے تھے، اور انہوں نے ان کی واپسی کا منصوبہ یوں ختم کر دیا کہ وہ جس راستے سے داخل ہوئے تھے، انہوں نے اس تنگنائی کے دبانے پر قبضہ کر لیا، پھر ایک سر پر اور سخت معرکہ میں ان کے ساتھ گتھ گتھ گتے، حتیٰ کہ انہوں نے ان کی اکثریت کو تباہ کر دیا اور بقیہ کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ٹھہرے رہے اور ان کے دشمن ان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور ان کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوئی تھی، ہاں قریش کے سوار، جن میں عامر بن لوئی کا بھائی عمرو بن عبد ود، عکرمہ بن ابی جہل مخزومی، اسیرہ بن ابی وہب مخزومی، ضرار بن الخطاب شاعر اور بنی مہارب کا فہر کا بھائی، ابن مرداس شامل تھے۔ جنگ کا لباس پہن کر بنی کنانہ کی فرودگاہوں کے پاس سے گزرے اور کہنے لگے اسے بنی کنانہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تمہیں جنگ پتہ چل جائے گا کہ سوار کون ہیں، پھر تیزی سے ان کے گھوڑے انہیں لے آئے حتیٰ کہ وہ خندق پر کھڑے ہو گئے، اور جب انہوں نے اسے دیکھا تو کہنے لگے۔ خدا کی قسم یہ ایک تدبیر ہے جو عرب نہیں کیا کرتے تھے۔

پھر انہوں نے خندق کے تنگ مقام کا قصد کیا اور انہوں نے اپنے گھوڑوں کو مارا اور وہ اس میں گھس گئے، اور وہ خندق اور صلح کے درمیان دلدلی زمین میں ان کے ساتھ جھولانی کرنے لگے، اور حضرت علی بن ابی طالب مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ باہر نکلے، حتیٰ کہ انہوں نے اس شکاف پر قبضہ کر لیا، جس سے انہوں نے اپنے گھوڑوں کو داخل کیا تھا اور سوار جلدی سے ان کی طرف آنے لگے،

قریش کے سوار کا قتل

عمرو بن عبدودّ العامری رُفُوج کا سینڈھا) بدر کے عظیم معرکہ میں شامل ہوا اور اس نے معرکہ میں زخمی ہونے کے بعد ہزیمت کی تلخی کا مزہ چکھا اور اس نے نذرمانی کہ جب تک وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل نہ کرے اپنے سر کو تیل نہیں لگائے گا، اس لیے وہ اپنے گھوڑوں کے ساتھ داخل ہونے والے سواروں میں سے پہلا سوار تھا، جو مسلمانوں کی طرف گیا، پس حضرت علی بن ابی طالب نے اس سے ملاقات کی اور اس سے مقابلہ کیا، حتیٰ کہ آپ نے اسے قتل کر دیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عمرو بن عبدودّ العامری (رُفُوج کا سینڈھا) نے بدر کے روز جنگ کی حتیٰ کہ زخموں نے اسے چھید دیا، اور وہ اُحد میں شامل نہیں ہوا، کیونکہ وہ زخمی تھا، مگر جب خندق کا دن آیا تو وہ اپنا مقام دکھانے کے لیے نشان لگا کر باہر نکلا، اور جب وہ اور اس کے سوار کھڑے ہوئے، تو اس نے کہا..... کون مقابلہ کریگا؟ تو حضرت علی بن ابی طالب اس کے مقابلے میں آئے، اور جب حضرت علی، عمرو کے مقابلہ کے لیے اس کی طرف چل کر گئے، تو آپ نے اسے کہا..... اے عمرو تو کہا کرتا تھا کہ جب کوئی شخص مجھے تین باتوں میں ایک کی دعوت دیتا ہے تو میں اسے قبول کر لیتا ہوں، اس نے کہا بیشک!

آپ نے اُسے کہا، میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور تو رب العالمین کی قرابنداری اختیار کر۔ عمرو نے کہا: اے میرے بیٹھے، اس بات کو مجھ سے پُرسے ہٹا،

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، دوسری بات یہ ہے کہ تو اپنے علاقے کی طرف واپس چلا جا، اگر محمد رسول اللہ صادق ہیں تو تو آپ کے ذریعے سب لوگوں سے زیادہ

مساد و تمند ہو جائے گا، اور اگر کاذب میں توجو بات تو چاہتا ہے وہ ہو جاتے گی، عمرو نے کہا اس بات وہ ہے جسے قریش کی عورتیں کبھی بیان نہ کر سکیں اور میں یہ بات کیسے قبول کر سکتا ہوں، جبکہ میں نے اپنی نند کے پورا کر لے کی قندہ پالی ہے۔

پھر عمرو نے کہا۔ تیسری بات کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ متقابلہ!

تو قریش کا سوار عمرو، ہنس پڑا، اور وہ مشہور معمر سوار تھا، جو انسی سال سے زیادہ عمر کا تھا۔ پھر حضرت علی سے کہنے لگا، یہ وہ بات ہے کہ میں عربوں سے کسی کے متعلق یہ خیال نہ کرتا تھا، کہ وہ مجھے اس سے ڈراتے گا۔

پھر وہ حضرت علی سے کہنے لگا..... اے میرے بھتیجے ہم کیوں متقابلہ کریں؟ خدا قسم میں آپ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا لیکن قسم بخدا میں تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں اس بات پر عمرو کو شدید غصہ آیا، اور جب عمرو سوار ہو کر اور حضرت علی پیادہ ہو کر پڑے تو عمرو اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور اس نے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور اس کے چہرہ پر مارا، پھر حضرت علی کی طرف آیا اور دونوں نے تلوار سے متقابلہ کیا حتیٰ کہ آپ نے اسے قتل کر کے مسلمانوں کو اس کے شر سے بچایا۔ اور حضرت علی کو بھی متقابلہ کے دوران سر میں بڑا زخم آ

لے یہ عربوں کی ایک مثال کا اندھا دیت ہے۔ حتیٰ کہ جاہلیت میں بھی۔ کہ متقابلہ کے وقت برابر کی تکیوں کے ضروری ہے کہ سوار اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنے متقابل سے اس کی مانند پیادہ ہو کر متقابلہ کرے۔

تہ سیرت ابنی شہام ص ۲۲۱ اور اس کے بعد کے صفحات، البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۲۱۱ اور اس کے بعد کے صفحات سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۲۱۱ اور اس کے بعد کے صفحات۔

حافظ بیہقی نے دلائل النبوة میں بیان کیا ہے کہ جب عمرو نے حضرت علی سے ملاقات کی تو اس نے آپ سے پوچھا آپ کون ہیں؟
 آپ نے اسے کہا، میں علی ہوں،
 اس نے کہا، ابن عبدمناف؟
 حضرت علی نے کہا..... میں علی بن ابی طالب ہوں،
 عمرو نے کہا..... اے میرے بھتیجے! آپ کے چچاؤں میں آپ سے عمر سیدہ
 بھی ہیں، میں آپ کا خون بہانا پسند نہیں کرتا،

حضرت علی نے اسے کہا، لیکن قسم بخدا میں تیرے خون کو بہانا پسند کرتا ہوں،
 اس موقع پر عمرو غصے ہو گیا اور گھوڑے سے اتر آیا اور اپنی تلوار سونت لی گو یا وہ آگ
 کا شعلہ تھی، پھر وہ غصے کی حالت میں حضرت علی کی جانب آیا اور حضرت علی نے اپنی ڈھال
 سے اس کا استقبال کیا اور عمرو نے تلوار کو آپ کی ڈھال پر مارا اور اس سے پھیر دیا اور تلوار
 کو اس میں کھپو دیا اور آپ کے سر کو مار کر اسے زخمی کر دیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے کندھے
 کے جھوڑ پر تلوار ماری تو وہ گر پڑا اور غبار اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر سنی
 تو لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ حضرت علی نے عمرو قتل کر دیا ہے۔

جانباز سواروں کی شکست

اور قریش کے جانباز سواروں کے دستے کے سالار عمرو بن ود، کے مرنے کے بعد قریشی
 دستے کے باقی افراد بھاگ گئے اور ان کے گھوڑے انہیں ہوا سے مقابلہ کرتے ہوئے تیزی
 سے دوڑتے ہوئے اس تنگناں کی طرف لے گئے، جس سے وہ خندق میں داخل ہوئے تھے،
 پس بعض سواروں نے ان کا عقب کیا، اور حضرت زبیر بن العوام نے توکل بنی عبدالمطلب کو
 تلوار سے تلوار مار کر دو لہنت کر دیا اور ضرب گھوڑے کے کندھے تک پہنچ گئی،

حضرت زبیر سے پوچھا گیا۔۔۔۔۔ ۱۰۰ سے ابو عبید اللہ ہم نے آپ کی تلوار کی مثل نہیں دیکھی آپ نے کہا، خدا کی قسم! وہ تلوار نہیں ہے بلکہ وہ کلائی ہے، اس طرح حضرت زبیر نے جانناز قریشی دستے کے ایک اور سوار کا تعاقب کیا۔ اور وہ ہبیرہ ابن ابی وہب تھا۔ اور اس کے گھوڑے کے سینے پر تلوار مار کر اُسے کاٹ دیا، مگر وہ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور قریش کے جانناز سواروں میں سے دو جانناز سواروں نے حضرت علی بن ابی طالب کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن آپ ان کے سامنے ڈٹے رہے اور ان سے جنگ کرتے ہی حتیٰ کہ آپ نے انہیں شکست دے دی۔

اسی طرح یہ بیکطرفہ معرکہ۔۔۔ جسے قریش کے جاننازوں نے خندق کے نیچے اس مقام پر منتقل کر دیا تھا، جہاں مسلمان پٹاڑ کیے ہوئے تھے، جانناز سواروں کے تمام افراد کے تاتمہ سے ختم ہو گیا، صرف ان میں سے تین شخص خندق میں اپنے گھوڑوں سمیت داخل ہو کر بھاگ جانے میں کامیاب ہوئے، اور وہ ضرار بن الخطاب الغمری، ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی،

لہ ضرار بن الخطاب بن مرداس الغمری القرشی، قریش کے گنتی کے سواروں میں سے تھے، اور ان کے بڑے شاعر اور مشورہ سپاہی تھے، اور مسلمانوں کے خلاف سخت جنگ کرنے والوں میں سے تھے، آپ کا باپ بنی فہر کا رئیس تھا، اور قریش میں آپ سے بڑا شاعر کوئی نہ تھا اور آپ جاہلیت میں کہا کرتے تھے میں نے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دس کانچاح مٹی آکھ والی حمدوں سے کر دیا ہے اس کا مفہوم یہ تھا کہ میں نے انہیں قتل کر دیا ہے، ضرار نے فتح کے سال اسلام قبول کیا، آپ ہی نے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق سے کہا تھا۔۔۔۔۔ ہم تم سے قریش کے لیے بہتر ہیں، ہم نے انہیں جنت میں داخل کیا ہے (یعنی ان لوگوں کو جنتوں نے ان کے ہاتھوں شہادت پائی، اور تم نے انہیں آگ میں داخل کیا ہے) (یعنی ان لوگوں کو جہنم میں مسلمانوں نے مشرک ہونے کی حالت میں قتل کیا ہے) اور اس اور ضرار نے جنگ احد کے شہداء ترین آدمی کے بارے میں اختلاف کیا، تو ضرار ان کے پاس سے گزرے (باقی اگلے صفحہ)

اور حکمران بن ابی جہل مخزومی تھے، حکمران نے معرکہ سے فرار کے وقت اپنا نیزہ پھینک دیا تھا، اس ایک طرف معرکہ میں مسلمانوں کی طرف سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا، ہاں حضرت علی بن ابی طالب کے سر میں ایک بڑا زخم لگا، اور یہ زخم آپ کو اس وقت لگا جب آپ عمرو بن عبدود العامری کا مقابلہ کر رہے تھے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

قریش کا اپنے سوار کے جُختے کو مانگنا

بکطرفہ معرکہ کے اختتام کے بعد، قریش کے قائدین نے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ وہ آپ کو اپنے سوار (عمرو بن عبدود) کے جُختے کی قیمت دس ہزار درہم پیش کرتے ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمت لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا وہ تمہارے لیے ہوئی، ہم مردوں کی قیمت نہیں کھاتے،

اور امام احمد کی روایت میں ہے (جیسا کہ البیہاق والتمایہ میں ہے) کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے مردہ جُختے کو انہیں دیدو بلاشبہ وہ خبیث مردہ جُشت اور خبیث الدیتہ ہے اور آپ نے ان سے کچھ بھی قبول نہ کیا..... اور قریش اپنے سوار کے جُختے کو اٹھا کر اپنے پڑاؤ میں لے گئے،

واقیہ صحیح گوشتن تو وہ کہنے لگے یہ شخص اس معرکہ میں شامل ہوا تھا اور یہ اسے جانتے والا ہے، انہوں نے اپنے ایک نوجوان کو آپ کے پاس اس بارے میں دریافت کرنے کو بھیجا تو آپ نے کہا میں تمہارے اس کو خزانچ کے مقابلے میں نہیں جانتا، لیکن میں نے اُحد کے روز نام میں سے گیارہ نوجوانوں کے نکاح موٹی آنکھ والی مردوں سے کر دیتے ہیں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اکیلے نے اس لشکر کو اُحد کے روز قتل کیا، حضرت مزار بن الخطاب الغفری معرکہ یامہ میں شامل ہوئے اور شہید ہو گئے، حضرت مزار کی زندگی کی تفصیل کتاب۔ قادیۃ نفع الشام ومصر۔ میں دیکھیے،

اس طرح کئی سواروں کا جاننا زور دستہ انہی مہم میں ناکام ہوا اور اس دستے کے اکثر افراد کو مسلمانوں نے قتل کر دیا اور اسکے بعد وہ ہزیمت و ناکامی کے دامن گھسیٹتا ہوا واپس آ گیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ احزاب کی کمان نے مسلمانوں کی حربی قوت کا جائزہ لینے کے لیے ادریہ معلوم کرنا کیلئے، کثرتِ محاصرے ان کے مودل کو متاثر کیا ہے یا نہیں اس جاننا زور کاروائی کے قیام کا فیصلہ کیا تھا۔

احزاب کے دلوں میں شکستِ کار و عمل

معلوم ہوتا ہے کہ قریش کے سواروں کی اس جاننا زور کاروائی کے پس پردہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر یہ تجربہ جو سواروں نے خندق کو عبور کرنے کا کیا تھا، کالیاب ہو جائے تو وہ اس قسم کی جویشا مار کاروائیوں کو لگاتار جاری رکھیں، اس لیے کہ احزاب کے قائدین نے سمجھ لیا تھا کہ ان کے اور ان کے دشمن کے درمیان خندق کی موجودگی کی صورت میں ان کے لیے خندق کے پیچھے مسلمانوں کی جگہوں پر کوئی ہمد گیر حملہ کرنا محال ہے خصوصاً ان پیادوں کی طرف سے جو جویشا احزاب کی اکثریت کی نمائندگی کرتے تھے... ایسے احزاب کے قائدین نے سواروں کے ہتھیاروں پر اعتماد کیا تاکہ وہ یہی اس سرگرمی میں بڑا ہتھیار ہوں، جسے وہ مسلمانوں کے پڑاؤ میں منتقل کرنا چاہتے تھے، خصوصاً وہ یہود بنی قریظہ کے اس وعدہ پر قائم تھے کہ یہودی صفر کی گھڑی میں پیچھے سے مسلمانوں کو ماریں گے۔

لیکن سواروں کا یہ دستہ اپنے جوانوں کی اس جاننا زور میں ناکام ہو گیا جو ان کی اکثریت کی موت اور یا قیامانہ لوگوں کے فرار پر ختم ہوئی، اس بات نے احزاب کے قائدین کو یقین دلایا کہ ان تمام زلزل، مصائب اور آزمائشوں کا، جہتوں نے مسلمانوں کا اراد کی قلت اور ان کے دشمن کی اکثریت کے باوجود گھیراؤ کیا ہوا ہے، ان کے مودل پر کوئی اثر نہیں ہے۔ اسد ان سب باتوں نے انہیں ثبات و استقلال و ایمان میں اور راہِ خدا میں شہادت حاصل کرنے کی حرص میں بڑھا دیا ہے۔

گھوڑوں کے ساتھ پھلانگنے کی جاتبازیوں سے قریش کا توقف

اس لیے اجزاب کی کمان نے اپنی حربی جاتبازیوں کو روک دیا اور اپنے گھوڑوں کے ساتھ حملہ آور سواروں کی خندق پھلانگنے کی کاروائیاں رک گئیں اور اس ناکام جاتبازی کے بعد، جس میں مسلمانوں نے قریش کے سوار عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا، اجزاب کے سوار، اجزاب کے واپس جانے تک اس قسم کی کوئی جاتبازی نہ کر سکے۔

لیکن اجزاب نے جب گھوڑوں کے ساتھ خندق پھلانگنے کی کاروائیوں کو روک دیا تو دوسری جانب سے انہوں نے مسلمانوں کے محاصرہ کو سخت کر دیا۔ اور ان پر دباؤ کی کاروائیوں کو دوگنا کر دیا، گویا انہوں نے مسلمانوں کو ڈرانے اور پریشان کرنے اور سواہل اور پیادوں کو آگے بڑھانے اور ذلیل و خوار کرنے کے تمام وسائل سے تکلیف وہ اعصابی تنگ پر اعتماد کیا کہ شاید یہ مسلمانوں کے اس مورال کو کمزور کر دے، جو ان خوفناک اور زبردست جیوش، جنہوں نے ہر جگہ سے ان کا احاطہ کیا ہوا تھا، کے سامنے ان کے ہاتھوں میں واحد بڑا ہتھیار باقی رہ گیا تھا۔

اور (علماء مصائب) ازسرنو (پے پے آتے) اور چھوٹی فوج کی پریشائیاں بڑھ گئیں، جو خندق کے نیچے اپنی لائنوں کے نیچے سر چھپاتے ہوئے تھی گویا وہ موجزن بھرا سود کے درمیان ایک سفید خشک قطعہ تھا، اور ازسرنو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص وقادار صحابہ کی تنگی اور کرب اس عظیم حد تک پہنچ گیا کہ اسکی موجودگی میں وہی شخص ثابت رہ سکتا ہے جو ایمان و عزیمت اور اللہ پر بھروسہ کرنے اور اسکے وعدے پر اطمینان رکھنے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نیک اصحاب رضی اللہ عنہم کی سطح پر ہو۔

اسلامی فوج میں فقر و بھوک

مسلمان — ان پریشانیوں، آزمائشوں اور مصیبتوں کے علاوہ — جن کا سبب سخت اور خوفناک محاصرہ تھا، دیگر بڑی پریشانیوں کو بھی برداشت کر رہے تھے جن کا سرچشمہ فقر و محتاجی کی حالت تھی جسے وہ ان حالات میں سخت طبعی عوامل کے ساتھ برداشت کر رہے تھے یعنی سخت تکلیف وہ سر ہی ان کے اجسام کو برہنہ اجسام کی مانند دکھ پہنچا رہی تھی اور وہ پڑاؤ سکے ہوئے تھے یا خندق کے طول میں رات دن مسلسل گشتی کاروائیاں کر رہے تھے اور یہ سال مسلمانوں کے لیے خشک سال اور قحط کا سال تھا اور موسم بھی سخت سردی کا تھا جس میں چوبانی ہوا میں بھی شامل تھیں۔

بخاری نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف گئے کیا دیکھتے ہیں کہ انصار اور مہاجرین ایک خشک صبح میں کھودائی کر رہے ہیں اور ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کا یہ کام کرتے اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکلیف اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا ہے

اے اللہ! زندگی تو صرف آنحضرت کی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش

دے،

اور البدایہ والنہایہ میں جو اربع صحیح بخاری بیان ہوا ہے کہ احزاب کے دنوں میں مسلمانوں کے درمیان بھوک بھوسی ہوتی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم — خندق کی کھودائی کے وقت — بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے،

اور سیرت جلد ۲ صفحہ ۹۸ پر بیان ہوا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تھکاوٹ ہوتی اور بھوک لگی کیونکہ وہ تنگی کا زمانہ اور بھوک کا سال تھا اور جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی تکلیف اور بھوک کی دیکھا تو حضرت عبداللہ بن رواح کے شعر کو بطور مثال پڑھا ہے

اے اللہ بھلائی تو صرف آخرت کی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کو برکت

دے،

اد یہ آزمائشیں اور مصائب جن میں مسلمان ڈوب گئے عہد شکن قرظ لائے تاکہ اس عہد کو توڑ دیں جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ہے ادا ان کو مارنے کے لیے اعزاب کے ساتھ موافقت کر لیں، پس آزمائش کے حلقے مزید مضبوط ہو گئے اور مسلمانوں کے خلاف کرب و بلا کے حوالے نے عہد و پیمانہ کر لیا، لیکن — ان سب باتوں کے باوجود — وہ اللہ کی طرف سے فرامی کے انتظار میں ڈٹے رہے جس کی مدد پر انہیں یقین کامل تھا۔

دشمن کے قافلے کی برآمدگی

اور مدنی فوج نے بیس اونٹوں پر قبضہ کر لیا جو کھجوروں، جو اور بھوسے سے لدے ہوئے تھے جنہیں یہود نے قریش کی مدد و تقویت کے لیے بھیجا تھا، پس مسلمانوں نے انہیں روک لیا اور انہیں سلا رسول کے پاس لے آئے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی بھوک کی تنگی کو کم کیا اور اس قافلہ پر قبضہ کرنے والا انصار کا ایک صلح گشتی دستہ تھا جس کے جوان اپنے ایک مردہ کو مدینہ میں دفن کرنے کے لیے نکلے تو انہوں نے اس قافلے کو پایا اور جب ابوسفیان کو مدنی فوج کے اس قافلہ، خوراک پر قابض ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے کہا: بلاشبہ میری ہی اختلاب منحوس ہے اس نے ہمارا دستہ روک دیا ہے جب ہم واپس ہوں گے تو ہم اس پر لادنے کو کچھ نہیں پائیں گے نے سیرت طیبہ جلد ۱ ص ۱۱۱

مشرکین کے سواروں کی سرگرمیاں

اور مشرکین کے سواروں کی سرگرمیاں بڑھ گئیں اور یہ سوار بہت بڑی تعداد میں ہر رات کو صبح تک خندق کے گرد پھر لگاتے اور ان کے پیچھے دوسرے سوار سارا دن رات تک پھر لگاتے اور ان کے اصحاب کی خواہش تھی کہ وہ مسلمانوں کو اچانک پکڑ لیں جس سے مصیبت بڑھ گئی اور مشقت نے انہیں درمانگی کی حد تک تکلیف پہنچائی۔

اور (خندق کی آخری راتوں میں) خندق کے گرد مشرکین کے سواروں کی بڑھی ہوئی سرگرمیوں نے انہیں (رات بھر) صبح تک جاگنے پر مجبور کر دیا اور یہ جاگنا اس خوف سے خندق کے کناروں کی حفاظت کے لیے گشتی کاروائیاں بروئے کار لانے کی وجہ سے تھا کہ دشمن کے سوار انہیں غفلت میں نہ پکڑ لیں،

اور جب احزاب کے سواروں کا دباؤ سخت ہو گیا تو سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود (رات کو) خندق کی خطرناک پوزیشن کی حفاظت کرتے جس کے راستے سے مسلمان ان کی آمد سے ڈرتے تھے۔

حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کو) خندق کے شگاف پر پڑاؤ کرتے تاکہ دشمن کو اس سے داخل ہونے سے روکیں اور آپ فرمایا کرتے تھے مجھے عذر ہے کہ مسلمان اس سے نقصان اٹھائیں گے۔

اور جب سردی کی شدت آپ پر قابو پالیتی تو آپ کچھ وقت گرمی حاصل کرنے کے لیے اپنے پیٹے میں آجاتے اور جب گرم ہو جاتے تو اس خطرناک شگاف پر پڑاؤ کرتے اور خود اس کی حفاظت کرنے کے لیے واپس آجاتے۔

اور ان سرد داتوں میں سے ایک سرد رات کو آپ اپنے خیمے میں جو اس شگت کے قریب ہی تھا گرمی حاصل کر رہے تھے اور آپ کی تو جو اس شگت کی طرف تھی، آپ نے (حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق) فرمایا کاش کوئی ٹیک جو ان اس شب کو اس شگت کی حفاظت کرتا، آپ نے آخر شب کی تاریکی میں اپنے خیمے کے گرد ہتھیاروں کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا — یا رسول اللہ! سعد ہے میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا ہوں آپ نے حضرت سعد سے کہا کہ اس شب آپ کی بجائے) اس اہم شگت پر وہ پڑاؤ کریں آپ نے فرمایا اس شگت کی حفاظت کرنا آپ کی ذمہ داری ہے حضرت سعد نے اپنے نبی کے حکم کی اطاعت کی اور اپنے ساتھی سپاہیوں کے ساتھ جلدی کی اور اس کی حفاظت کے لیے اس کے پاس پڑاؤ کر لیا اور اس اہم اور حساس پوزیشن کے متعلق اطمینان کرنے کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قابل اعتماد سوار کی حفاظت میں رات کا کچھ حصہ (آپ بے خوابی کی سختی سے تھکے ہوئے تھے) ایسی پڑکون فیذ سوتے کر آپ فیذ میں خراٹے مارنے لگے (جیسا کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا ہے)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گشتی کاروائیوں میں حصہ لینا

اور کچھ فیذ کرنے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم — رات گزرنے سے قبل — اٹھ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ گشتی کاروائیوں میں حصہ لینے کے لیے خندق کے کناروں کی جانب گئے نیز اس دشمن کی نگرانی کے لیے گئے جو اپنے سواروں کے ساتھ خندق کے گرد تمام رات چکر لگانے سے نذرکتا تھا۔

اور آپ نے اپنی گشتی کاروائیوں کے درمیان (جو رات کی آخری تہائی میں ہو ہی تھیں) مشرکین کے سواروں کی حرکت کو محسوس کیا وہ خندق کے کناروں کے گرد گود رہے تھے آپ نے اپنے اصحاب کو ان کی جگہ بتاتے ہوئے کہا ۱۰۰۰ یہ مشرکین کے سوار ہیں پھر آپ نے اپنے خاص محافظ دستے کے لیڈر کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ اور اس کے جوان دشمن کے سواروں کی نگرانی کریں آپ نے فرمایا ۱۰۰۰ اے عباد بن بشر، اس نے کہا لبیک یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے، اس نے کہا، یا رسول اللہ میں ایک جماعت کے ساتھ آپ کے خیمے کے گرد ہوں، آپ نے اسے خندق کے گرد چکر لگانے کا حکم دیا اور اسے بتایا کہ مشرکین کے سوار اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں، حضرت عباد نے اپنے سالار اعلیٰ کے حکم کو نافذ کر دیا اور جہاں احزاب کے سوار گشت کر رہے تھے اس کے بالمقابل اپنے جوانوں کے ساتھ گشت کرنے لگے۔

خالد بن ولید اور خندق میں داخلہ

اور احزاب کی سخت راتوں میں سے ایک سخت رات کو حضرت خالد بن ولید نے قریش کے سواروں کے ایک دستے کے ساتھ، خندق کی تنگ جانب سے مسلمانوں پر حملہ کرنے اور غصت میں انہیں پکڑنے کی کوشش کی، لیکن مسلمانوں کے گشتی دستے اس کے اور اس کے مقصد کے درمیان حائل ہو گئے، مسلمان، خندق کے تنگ مقامات کو مشرکین سے بہتر جانتے تھے اور توقع رکھتے تھے کہ آخر شب کی تاریکی میں احزاب کے سوار ان سے داخل ہوں گے، اس لیے یہ مقامات ہمیشہ مسلمانوں کے چوکس

گشتی دستوں کی نگرانی میں رہتے تھے اور جب حضرت خالد بن ولید نے اپنے گھوڑے کے ساتھ خندق کی تنگائی سے داخل ہونے کی کوشش کی تو اس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے ایک بڑے گشتی مسلح دستے کے سامنے پایا جس کی کمان حضرت اسید بن الحفیر کر رہے تھے جو آپ کے دو سو اصحاب پر مشتمل تھا تو حضرت خالد، تنگائی میں داخل ہونے سے ترک ہو گئے۔

البتہ حضرت خالد کے سواروں نے اس شب مسلمانوں سے جنگ کی اور جنگ (طبعاً) خندق کے پار تیروں اور نیزوں سے ہوئی اور اس شبینہ جنگ میں حضرت الطفیل بن النعمان نے شہادت پائی آپ کو (حضرت حمزہ کے قاتل) وحشی حبشی نے قتل کیا، حضرت طفیل کو خندق کے پار سے ایسے مقام پر نیزہ لگا، جس جگہ چوٹ لگنے سے انسان کی ہلاکت ہو جاتی ہے۔

ابوسفیان کا خود سواروں کی کمان کرنا

اور خندق کی آخری راتوں میں مشرکین کی سرگرمیاں خطرناک حد تک پہنچ گئیں جنہوں نے مسلمانوں کو تکلیف اور مشقت میں ڈال دیا اور خندق کے گرد گشتی کاروائیوں کے لیے احزاب کے جیوش کے سالار عام ابو سفیان نے خود کمان سنبھالی — اور اس نے خود سواروں کی کمان کی — اور وہ خالد بن ولید، عکرمہ بن ابو جہل اور عمرو بن العاص کے ساتھ مل کر احزاب کے سواروں کے ساتھ (بہت بڑی تعداد میں اور عناد و اصرار اور اضطراب میں) خندق کی تنگائیوں کے گرد گشت کرنے لگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ احزاب کی کمان کو اکتا ہٹ نے آیا کیونکہ بیس روز سے زیادہ دنوں تک ان کی افواج حیران کھڑی رہیں انہیں معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ

وہ اس عظیم حربی تدبیر (خندق) کے سامنے کیا کریں جس نے مسلمانوں کے لیے ان کے مدینہ کے دفاع کو فوج کو فوج ڈرازا حدود تک آسان کر دیا تھا اور (اس طویل مدت میں) ہجرت اور اہزاب کے دس ہزار جانناز بیکار کھڑے رہے اور مسلمانوں کے نکاح کوئی قابل ذکر فوجی کارروائی نہ کر سکے،

اور سپاہیوں میں (خصوصاً اس زمانے میں) براہ فرخگی پیدا کرنے کے لیے اس سے بڑی بات کوئی نہ تھی کہ انہیں اپنی چھاؤنیوں میں بند کر دیا جائے خصوصاً جب وہ اپنے اوطان و اہالی سے دور ہوں۔

مدینہ پر قبضہ کرنے کی آخری کوشش

معلوم ہوتا ہے کہ اہزاب کی کان نے (باوجود ان تمام کوششوں کی ناکامی کے جو اس نے مسلمانوں کی جانب خندق عبور کرنے کے لیے کیں) فیصلہ کیا کہ وہ فیصلہ کن معرکہ میں حصہ لینے کے لیے مسلمانوں کو مجبور کرنے کے واسطے ایک آخری کوشش کئے اور اس وفد یہ کوشش پہلی سب کوششوں سے بڑھی تھی امداد سے منصوبہ بندی اور حوزہ و فوج سے بنایا گیا جس میں اہزاب کے ان قائدین نے شرکت کی (جو افواج کے ذمہ دار قائدین کی طرح) اپنی جہاز افواج کے اپنی چھاؤنیوں میں اپنے اوطان و اہالی سے دور بیکار پڑا رہنے کی اہمیت کا اندازہ لگاتے ہیں، خصوصاً بدوی سپاہی جو اہزاب کی افواج کے ستون تھے وہ موٹا سرخ اور چھٹا مار جنگ کے عادی ہوتے ہیں جو (طویل ترین وقت میں) ایک دن سے زیادہ نہیں بھرتے۔

قریش کے تمام دستوں کے قائدین اپنے ماتحت سواروں کو خندق کے کناروں پر لے آئے اور ان کے پیچھے بہت سے پیادے بھی تھے جو ریزہ ریزہ کی مانند کھڑے

تھے تاکہ ضرورت پر انہیں بلا لیا جائے۔

نئے منصوبے کی تفصیل

ان سوار دستوں کے قائدین اپنے گھوڑوں کے ساتھ اپنے شدہ منصوبے کے مطابق مہین ٹکلیک اور اختتام کے موافق گشت کرنے گئے اور وہ خندق کی تنگائیوں کے گرد مسلسل گشت کرتے رہتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ خندق کو قریب قریب جگہوں سے اپنے سواروں کی بہت بڑی تعداد کے ساتھ پھلانگ کر دوڑوں کناروں پر قبضہ کر لیا۔ ان کے امکان میں ہے، جس سے (جب وہ سواروں کی بڑی تعداد کے ساتھ پھلانگنے میں کامیاب ہو جائیں) وہ اپنی سوار فوج کو خندق کے کناروں پر مہین مقامات پر مدینہ کی جانب مضبوط پوزیشن میں کھڑا کر سکیں گے۔

اس سے ان کے سوار خندق کے فوجی حکمت عملی کے مقامات پر قابض ہو جائیں گے جو دوڑوں اطراف سے ان کی نگرانی تھے ہوں گے اور جو سوار مسلمانوں کی جانب مہین مقامات پر قبضہ کریں گے تو جب وہ ان مقامات سے انہیں باہر نکلانے کا ارادہ کریں گے تو وہ مسلمانوں کے سامنے ڈٹ جانے کی قوت پائیں گے۔

اور اس منصوبے کی تنفیذ سے احزاب کے جوان — ان سواروں کی نگرانی میں جو مدینہ کی جانب خندق کے کناروں پر ٹھہرے ہوں گے — خندق کے مقرر کردہ مقامات کو بے سے پُر کر سکیں گے اور ان مقامات کے پُر ہوجانے سے احزاب کے پیادے (جوان کی افواج کے اکثریت کے نمائندے تھے) سہولت سے خندق کو عبور کر کے اس جگہ پہنچ جائیں گے جہاں مسلمان پڑاؤ کئے ہوئے ہیں اور اس طرح احزاب کے قائدین اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کی موکہ

کو جلد شروع کر سکیں گے ،

اور احزاب کے قائدین کو تقریباً یہ یقین تھا کہ جب ہمہ گیر اور فیصلہ کن معرکہ میں ان کی عظیم اور خوفناک افواج ، مدینہ کی چھوٹی فوج کے ساتھ جنگ کریں گی (مفہوم صحیح) یہود بنی قریظہ کے ان سے ملنے اور پیچھے سے مسلمانوں کو دھمکانے کے بعد، تو انہیں مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہو گا اور اس بات سے مدینہ کی کان چھتی تھی اور اس لفظ کے پورے مفہوم کے ساتھ اس سے بچنے کے لیے کام کرتی تھی اور مدینہ کی دانشمند گمان نے خندق کی کھدائی کا جو کام کیا تھا وہ اس لیے تھا کہ وہ انگ طبعی رکاوٹ بن جائے جو ان کے اور احزاب کی افواج کے درمیان علیحدگی کر دے ،

اور اس جدید منصوبے کی تنفیذ سے عموماً خندق کے پیچھے اسلامی فوج کے مقامات پر مشرکین کا دباؤ ڈگنا ہو گیا اور ابوسفیان — احزاب کی افواج کا سالار عام جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے صرف سوار دستوں کے بھیجنے پر اکتفا کیا کرتا تھا — خود اس دباؤ کی کاروائیوں کی نگہبانی کرنے لگا اور خود ہی سولہوں کی کان کرنے لگا جو دباؤ اور تکلیف کی کاروائی کا بڑا اختیار تھے۔

ادریوں — جو وہ کے کچھ عرصہ بعد جو کئی دنوں تک مسلسل جاری رہا — احزاب نے (آخری کوشش کے طور پر) مسلمانوں کو فیصلہ کن معرکہ میں اپنے ساتھ گھسنے پر مجبور کرنے کے لیے اپنی افواج کی جمتہ بندی کی اور وہ اس معرکہ میں مسلمانوں کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے۔

اور احزاب کی اس آخری زبردست کوشش کے نتیجہ میں ، مسلمانوں کے خلاف دباؤ چوٹی پر پہنچ گیا اور گذشتہ اوقات کی نسبت ان پر معیبت سمجھنا ہو گئی اور تنگی ، کرب اور خوف نے ان کو پوری طرح قابو کر لیا۔

اور محاصرے کی جدید تنظیمات نے ان کو سخت مشقت میں ڈال دیا حالانکہ اس کے ساتھ وہ بھوک کی شدت اور سردی کی سخت کلیت بھی برداشت کر رہے تھے اور انہیں یہ خوف بھی تھا کہ یہود پیچھے سے ان پر حملہ کر دیں گے اور وہ اس شدید آزمائش کے بچوں میں پڑے ہوئے تھے۔

خندق کی سخت ترین رات

مسلمانوں کے غلات، معیت کے لواہل کے قلاحق کے نتیجے میں دوسرے گزردہ ایمان گروہ اسلامی فوج کی صفوں سے واپس جانے لگے اور قسمت کی ان تاریک راتوں میں آپ کے مخلص اصحاب کی ایک چھوٹی سی جماعت — آندھی کے سامنے ڈٹی رہی — جس نے اپنی قسمت کو آپ کی قسمت کے ساتھ مربوط کر دیا تھا، جیسے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن معاذ، اور حضرت طلحہ بن عبد اللہ اور جو شجاعت و یقین اور ایمان میں ان کے پاسے لگے تھے، رضی اللہ عنہم،

اور تنگی، کلیت، کرب اور خوف — سبھی کو اس مخلص جماعت سے بھی کچھ لوگوں نے اس شدت کے باعث جو ان کا گھیرا ڈیکے ہوئے تھے — بہت دور اس درجہ تک چلا گیا کہ انہوں نے خوفناک جنگ کی آزمائش کے باعث ان آخری لمحات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کو خوف، تنگی اور کرب کی اس شدت سے آگاہ کیا جسے وہ برداشت کر رہے تھے انہوں نے آپ سے کہا،

یا رسول اللہ، دل، خلق تک پہنچ گئے ہیں، کیا کوئی چیز ہے جسے ہم پڑھیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں، پڑھو، اللھم استوعوا رتنا وامن روعا تنا لہ (ترجمہ) اے اللہ ہماری

گمزدوروں کو چھپانے اور ہمیں اپنے خوف سے امن دے اور ان لمحات میں جین میں ... مسلمانوں کے خلاف معصیت بڑھ گئی تھی، حضرت جبریل نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کو احزاب کی شکست کے نزدیک ہونے کی بشارت دی نیز یہ کہ حضرت علی اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے ان کے خلاف ہو اور افواج کو بھیجے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مطمئن کرنے گئے اور جو کچھ جبریل نے آپ کو بتایا تھا آپ نے انہیں بتایا کہ احزاب کا انجام نزدیک ہے اور آپ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہنے لگے ... شکریہ شکریہ!

شدت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

صبح بخاری میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر معاشب اُٹھ آئے اور محاصرے کی کاروائیاں تبدیل ہو گئیں اور خندق کی آخری راتوں میں ان کا دباؤ سخت ہو گیا اور آپ نے اپنے اصحاب کی شدتِ خوف کو دیکھا تو آپ نے اپنے رب سے دعا کی،

اقم منزل الکتاب سوریح الحساب اعظم الاحزاب ... اقمم احصم
والفرونا علیم وذلزلہم

ترجمہ: اے کتاب کے نازل کرنے والے، جلد حساب لینے والے خدا احزاب کو شکست دے ... اے اللہ! انہیں شکست دے اور ہمیں ان پر فتح دے اور ان کو خوفزدہ کر دے،

پھر آپ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں تقریر کی اور فرمایا — اے لوگو! دشمن سے بڑھیر کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عاقبت چاہو اور اگر تم دشمن سے بڑھیر کرو تو مستحق سے کام لو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

اوپر پٹ نے خندق کے روزیہ دعا بھی کی — یا صریح المکذوبین یا مجیب المضطربین
اکشت حصتی یعنی وکرتی فانک تری مانزلی بی د با صوابی ،

اسے معیبت زدوں کے فریادرس ، اسے مجبوروں کو جواب دینے والے ، میرے
ہم دہم اور کرب کو دُور فرما ، بلاشبہ تو اس معیبت کو دیکھتا ہے جو مجھ پر اور میرے
اصحاب پر نازل ہوئی ہے ۔

قریش کا مسلمانوں سے متعرض ہونا

حاضرے کی جدید تنظیمات کے نتیجے میں ، مسلمانوں نے جس شدت و تلخی اور کرب و
خوف کو برداشت کیا اعجاز کی کان نے اس کا اور اک کر لیا اور انہوں نے اپنے دباؤ
کو سمٹ کر دیا اور اپنی سرگرمیوں کو ڈگنا کر دیا اور کئی قرینہ کے یہود کو اشارہ دیا کہ وہ
بیچھے سے مسلمانوں سے پیڑ خانی کریں اور انہیں مصدق کر دیں اور ان قلعوں پر حملہ
کر کے انہیں پریشان کر دیں جن میں اسلامی کان نے مدینہ کو خالی کرتے وقت عورتوں
اور بچوں کو جمع کیا ہے نیز یہ کہ وہ (صغری گھڑی میں) خندق کے بیچھے مسلمانوں کے
مقامات پر عام حملہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار رہیں ،

اور اعجاز کے مطالبے کو یہود نے پورا کر دیا اور وہ مسلمانوں کو مضطرب کرنے
لگے اور ان قلعوں پر جن میں مسلمانوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو رکھا ہوا تھا حملہ
کر کے انہیں پریشان کرنے لگے ۔

اور انسان کے دل کو اس بات کے علم سے زیادہ پریشان کرنے والی کوئی بات
نہیں کہ اس کی بیوی اور بیٹے اور بیٹیاں خطرے میں ہیں اور انہیں یہ دھمکی بھی دی گئی
ہو کہ دشمن انہیں قیدی بنائے گا یا انہیں قیدی بنا کر بکڑے گا ۔

اور دشمن نے بنی قرینہ کے یہود کو ان قلعوں پر جن میں مسلمانوں کی عورتیں

اور بچے قلعہ بند تھے، حملہ کا اشارہ کر کے یہی ارادہ کیا تھا، اور یہود نے (مخلاً) یہی ان قلعوں پر حملہ کیا۔

یہود کا عورتوں پر حملہ

یہود نے احزاب کی ماٹوں کی ان خوفناک گھڑیوں میں ان قلعوں پر جن میں عورتیں اور بچے پناہ لئے ہوئے تھے حملے کی کئی کوششیں کیں، چونکہ قلعے و خندق کے پیچھے اسلامی فوج کی جگہوں سے دور نہ تھے اس لیے مسلمانوں نے ان قلعوں کی حفاظت کے لیے خاص محافظ بن چھوڑے جو ہمیشہ ان کی حفاظت کرتے کیونکہ مسلمانوں کے گشتی دستے حدیث کے اندر در خاص طور پر رات کو مسلسل چکر لگاتے رہتے تھے، لیکن کان نے عورتوں کو حکم دیا کہ جب انہیں دشمن کی طرف سے حملے کا خطرہ ہو تو وہ مدد کی طلب کے سگن کے طور پر قلعے کی چوٹی پر تلواروں کو حرکت دیں تاکہ مسلمان جلد ان کی مدد کو پہنچ جائیں۔

طبرانی نے بحوالہ حضرت رافع بن خدیج روایت کی ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ بنی حارثہ کے قلعے سے کوئی مضبوط قلعہ نہ تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو اس میں رکھا اور فرمایا اگر کوئی شخص نہ ہو تو تلوار سے اشارہ کرنا،

اور (بنی قریظہ) کا ایک شخص جو بنی ثعلبہ بن سعد سے تھا اور اسے نجد میں کہا جاتا تھا اور وہ بنی جماش کا ایک شخص تھا وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا حتیٰ کہ قلعے کی بنیاد کے پاس آ کر عورتوں سے کہنے لگا اتر کر میرے پاس آ جاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا تو انہوں نے تلوار ہلائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اسے دیکھ لیا تو کچھ لوگ جلدی سے قلعے کی طرف گئے ان میں بنی

مخبر کا ایک شخص بھی تھا جسے ظفر بن رافع کہا جاتا تھا اس نے کہا اے عبدالرحمن مقابلے پر آؤ تو وہ اس کے مقابلے میں آیا تو اس نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے سر کو لے کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔

یہود کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر حملہ کرنے کی کوشش کرنا

اور یہود نے قلعوں میں صحابہ کی بیویوں پر حملہ کرنے اور ان کو تیدھی بنانے کی کوشش پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور دوسرے قلعے میں ان کے ساتھ جو عورتیں تھیں ان پر بھی مسلمانوں کو پریشان اور متوش کرنے کے لیے حملہ کیا اور وہ خندق کے کناروں پر اعزاب کی بڑھی افواج کا مقابلہ کر رہے تھے ابن زبیر نے اپنے استاد سے حضرت زبیر بن العوام سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جنگ) خندق کے لیے نکلے تو آپ نے اپنی بیویوں اور اپنی بیویوں کے ساتھ صفیہ کو فارغ ہام قلعہ میں رکھا اور حضرت حسان بن ثابت کو ان کے ساتھ رکھا اور ابن اسحاق نے بھی ایسے ہی عباد بن عبد اللہ بن زبیر سے بحوالہ ان کے باپ کے روایت کی ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب فارغ میں حضرت حسان بن ثابت کے قلعے میں تھیں اور حسان بن ثابت عورتوں اور بچوں کے ساتھ تھے حضرت صفیہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی ہمارے پاس سے گذرا اور قلعے کے چکر لگانے لگا اور بنو قریظہ نے جنگ کی اور ان کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو عہد تھا انہوں نے توڑ دیا اور ہمارے اور ان کے درمیان کوئی شخص نہ تھا جو ہمارا دفاع کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اپنے دشمنوں کے سامنے تھے اور اگر کوئی آنے والا ہمارے پاس آتا تو وہ انہیں چھوڑ کر ہمارے پاس نہ آ سکتے تھے آپ بیان کرتی ہیں میں نے کہا اے حسان یہ یہودی ہے اور

تو دیکھ ہی رہا ہے کہ یہ قلع کے پکڑ لگا رہا ہے اور قسم بخدا میں اس سے مطمئن نہیں
 کہ یہ ان یہود کو جو ہمارے پیچھے ہیں ہماری کمزوری سے آگاہ کر دے اور رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہماری حفاظت میں مشغول ہیں اترا کر اسے
 قتل کر دیجئے، حضرت حسان نے کہا، اسے دختر عبد المطلب اللہ تجھے معاف کرے آپ
 جانتی ہیں کہ میں اس کام کا اہل نہیں، حضرت صفیہ بیان کرتی ہیں جب آپ نے مجھے یہ
 بات کہی اور میں نے آپ کے پاس کوئی چیز بھی نہ دیکھی تو میں نے اپنی کمر کسلی، پھر
 میں نے ایک ڈنڈا لیا اور مجھے سے اترا کر اس کے پاس گئی اور میں نے اسے ڈنڈا
 مار کر قتل کر دیا اور جب میں اس سے فارغ ہوئی تو قلعے کی طرف واپس آگئی اور
 میں نے کہا، اے حسان، اس کے پاس جا کر اس کا لباس اتار لو مجھے اس کے کپڑے
 اتارنے سے یہی امر مانع ہے کہ وہ ایک مرد ہے، حضرت حسان نے کہا، اے
 دختر عبد المطلب مجھے اس کے کپڑوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ انبزار کی ایک روایت میں ہے مجھے مولانا وفاد الوفا نے جلد ۳۲ پر بیان
 کیا ہے کہ یہ یہودی قلعہ پر چڑھ آیا یعنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں
 کو دیکھنے لگا اور حضرت صفیہ نے اسے قتل کرنے کے بعد اس کا سر کاٹ لیا، اور
 اسے ان یہود کی طرف پھینک دیا جو قلعے کے ارد گرد تھے اس بات نے انہیں خائف
 کر دیا اور وہ خزفہ ہو کر واپس پلے گئے اور وہ خیال کرنے لگے کہ وہاں پر اسلامی
 فوج کے محافظین عورتوں کی حفاظت کر رہے ہیں اور ان یہود نے (بھاگتے ہوئے)
 ایک دوسرے سے کہا، ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ (یعنی حضرت نجیہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم)
 اپنے اہل کو یوں پیچھے چھوڑنے والے نہیں لگے ان کے پاس کوئی آدمی نہ ہو پھر وہ
 منتشر ہو گئے

اسی طرح یہود نے (عورتوں اور بچوں سے متفرق ہو کر) مسلمانوں کو

پریشان کیا اور ان کی پریشانیوں میں اضافہ کیا اور ان کی معیبت کو دگن کر دیا اور کوئی چیز (جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں) انسان کے دل کو اس بات سے بڑھ کر پریشان کر سکتی نہیں کہ اس کے بیوی، بچوں اور بیٹوں کو قید ہونے کا خطرہ درپیش ہے۔

اس لیے مسلمان مجبور ہوئے کہ وہ اپنی عورتوں اور بچوں کو یہود سے بچانے کے لیے اپنی محافظ فوج کو دگنا کر دیں جس سے ان کی بڑی فوج کی قوت جو احزاب کے مقابلہ کے لیے خندق کے کناروں پر پھاڑ کئے ہوئے تھی کم ہو گئی۔

اور مشرکہین نے بھی مسلمانوں کی اس فوج میں جو خندق کے کناروں پر ان کا مقابلہ کر رہی تھی داخلہ کمی محسوس کی اور انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور ہر طرف سے ان کا گھیراؤ کر لیا اور تکلیف و درناگی کے درجہ تک ان کو مشغول کر دیا اور اس حد تک کہ انہوں نے ان کو آرام حاصل کرنے کا موقع نہ دیا کہ وہ اس میں نماز کا فریضہ ہی ادا کر سکتے۔ اور انہوں نے ان کو (دو رات) خندق کے کناروں پر تیار کی حالت میں پھاڑ کئے رہنے پر مجبور کر دیا اور وہ ہتھیار بند رہتے تھے۔

پس احزاب کے سوار (مزید آگئیں پھاڑ پھاڑ کر اور دھکانے ہوئے) خندق کے گرد چکر لگانے لگے اور بہت بڑی تعداد میں دن رات اور پریشان کن فونک صحبت میں تلک ٹیوں کے گرد جمع ہونے لگے جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہ تھی جس نے مسلمانوں کو اسلو سمیت ہمیشہ دن رات خندق کے کناروں پر ہتھیار بند رہنے پر مجبور کیا ہو اور خصوصاً اس پوزیشن پر جہاں سے خیال تھا کہ احزاب کے سوار اس جگہ گھس آئیں گے اور مسلمانوں نے اپنی گشتی دستوں کی سرگرمیوں کو دگنا کر دیا، جنہیں (پہنے جو انوں کی کمی کی وجہ سے) خندق کے گرد مسلسل گشت نے انجام کار تھا دینے والی صورت میں مست کر دیا،

محاصرے کی سختی نے مسلمانوں کو نماز سے روک دیا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قلیل مخلص اصحاب نے ان آخری خوفناک راتوں میں جو زبردست حفاظتی کارروائی کی ان نے ان کو مشقت، کمزوری اور مصروفیت کے اس درجہ تک پہنچا دیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض صحابہ (جو ٹھکانے اور دشمن کی حرکات اور خندق کی جنگی حکمت عملی کی پوزیشنوں کی حفاظت کے ذمہ دار تھے) ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں اپنے اوقات میں ادا نہ کر سکے،

اور المقریزی نے اپنی کتاب (اتساع الاسماع) میں ان خوفناک اور فیصلہ کن راتوں میں مسلمانوں کے بڑے سے بڑے کرب اور انتہاء کو پہنچی ہوئی شدت کی حالت کی تصویر کشی کی ہے اس نے بیان کیا ہے کہ

”مشرکین سحری کے وقت آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو تیار کیا اور انہوں نے اس روز رات آنے تک جنگ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ کوئی مسلمان اپنی جگہوں سے ہلنے کی طاقت رکھتا تھا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھنے کی سکت پائی اور آپ کے اصحاب کہنے لگے یا رسول اللہ ہم نے نماز نہیں پڑھی آپ فرماتے اور نہ ہی میں نے قسم بخدا نماز پڑھی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو فوراً کر دیا، اور دونوں فریق اپنی اپنی فرواد گاہ پر واپس آ گئے۔“

اور حضرت اُسید بن حنیفہ دو سو آدمیوں کے ساتھ خندق کے کنارے پرکھڑے

تھے کہ مشرکین کے سواروں نے موقع پا کر حملہ کر دیا (اور ان کے سالار خالد بن ولید تھے) اور ایک گھنٹہ تک آپ نے ان سے جنگ کی اور وحشی (حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے قاتل) نے حضرت طفیل بن نعمان بن غنصاء انصاری کو نیزہ مار کر قتل کر دیا جس طرح کہ اس نے اُحد کے روز حضرت حمزہ کو قتل کیا تھا، اور ابن اکثیر نے البدایہ والنہایہ میں جو الرکزی بن عقبہ بیان کیا ہے کہ

”مشرکین نے مسلمانوں کو گھیر لیا حتیٰ کہ انہوں نے ان کو اپنے دوستوں کے سامنے قلعے کی طرح رکھ دیا اور تقریباً اکیس راتوں تک ان کا محاصرہ کئے رکھا اور ہر جانب سے انہیں پکڑ لیا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کو اڑھارے پر حملہ

پھر ابن کثیر — سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کو اڑھارے پر مشرکین کے سواروں کے حملے کی کوشش کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فروگاہ کی جانب ایک مضبوط دستہ روانہ کیا اور انہوں نے اس روز، رات تک ان سے جنگ کی اور جب نماز کا وقت آیا تو دستہ قریب ہو گیا اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ آپ کے وہ اصحاب جو آپ کے ساتھ تھے اپنی مرضی کے مطابق نماز پڑھ کے اور دستہ رات کو لوٹ گیا اور اسی کا بیان ہے کہ ان کا خیال ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.... انہوں نے ہمیں نماز عصر سے قافل کر دیلے اللہ تعالیٰ ان کے بطون و قلوب اور قبور کو آگ سے بھر دے۔

۱۔ آپ کے حالات ہماری کتاب عزودہ اُحد میں دیکھئے۔

اور جب معیبت سخت ہو گئی تو بہت سے لوگوں نے منافقت کی اور بُری باتیں کہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے کرب و معیبت کو دیکھا تو آپ انہیں بشارت دیتے ہوئے کہنے لگے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو سختی تم دیکھ رہے ہو وہ ضرور اسے تم سے دُور کرے گا اور مجھے امید ہے کہ میں اطمینان کے ساتھ پڑانے گھر کا طواف کر دوں گا اور اللہ مجھے کعبہ کی چابیاں دے گا اور اللہ ضرور قیصر و کسریٰ کو ہلاک کرے گا اور ان دونوں کے خزانوں کو تم ضرور راہِ حجاز میں خرچ کر دو گے۔“

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب غنڈق کے روزِ مغرب آفتاب کے بعد آئے اور قریش کفار کو بُرا بھلا کہنے لگے اور آپ نے کہا یا رسول اللہ میں سورجِ مغرب ہونے تک نماز ادا نہیں کر سکا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں بھی نماز ادا نہیں کر سکا، پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطنان میں اترے اور آپ نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی اس کے لیے وضو کیا اور آپ نے مغرب آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

اور مسند امام احمد میں بحوالہ حضرت ابن عباس بیان ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن سے جنگ کی اور آپ ان سے فاسخ نہ ہوئے حتیٰ کہ عصر اپنے وقت سے پیچھے ہو گئی اور جب آپ نے یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا، اے اللہ جنہوں نے ہمیں صلوٰۃ و سلیٰ سے روکا ہے ان کے گھروں اور دلوں کو آگ سے بھر دے۔

اور اسی طرح مسند امام احمد میں بحوالہ حضرت ابن مسعود بیان ہوا ہے کہ مشرکین نے غنڈق کے روز، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں سے روک دیا،

صحیح کہ رات کا اتنا حصہ گند گیا جتنا اللہ نے چاہا، راوی کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دسی پھر اقامت کہی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی اور عصر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی اور مغرب کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی اور عشاء کی نماز پڑھائی۔

فقہیہ نکتہ

بہت سے آئمہ اسلام نے — جن میں سے امام اوزاعی اور کچھ بھی ہیں — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے عذر قائل کی وجہ سے نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے مگر دوسرے آئمہ نے — جس میں امام شافعی بھی شامل ہیں — بیان کیا ہے کہ یہ فعل، اس حکم سے منسوخ ہو گیا ہے جو اللہ نے نماز خوف کے بارے میں نازل کیا ہے جس سے اس نے سب اہل کے لیے — جنگ کے دوران — نماز پڑھنا مباح کیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ کام جنگ کی رفتار میں دشمن کے مفاد میں نہ ہو،

اور بہت سے صحیح علماء نے نسخ تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اس لیے کہ نماز خوف معرکہ خیز سے قبل شروع ہو چکی تھی جب کہ مسلمانوں نے اسے غزوہ ذات الرقاع اور غزوہ حصفان میں پڑھا اور یہ دونوں غزوات مسلمانوں نے، غزوہ خندق سے قبل، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کان میں کئے۔

اور امام ابن کثیر نے — جو کبار فقہائے شافعیہ میں سے ہیں — نسخ کے قول کے قبول کرنے میں تردد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ (یعنی نسخ کا قول) مشکل ہے پھر بیان کیا ہے کہ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصفان میں نماز خوف پڑھی اور ابن اسحاق نے ...

(جو امام المعازی ہیں) اس کا ذکر خندق سے قبل کیا ہے اور اسی طرح ذات الرجاج کو بھی اس نے خندق سے پہلے بیان کیا ہے واللہ اعلم،

کمزوری کا مقام

تقریباً بائیس راتوں کے شدید محاصرہ کے بعد، محصور مسلمانوں کی حالت خطرہ کے اس مقام پر پہنچ گئی کہ اس کے بعد صرف کمزوری کا درجہ ہی تھا اور ان گھڑیوں میں — ہر چیز اس چھوٹی فوج کی صفوں کے اندر کلی کمزوری کا اشارہ کرتی ہے جو احزاب کے متموج دستوں کے عظیم سمندر میں موزق تھی جو ہر طرف سے اسے گھیرے ہوئے تھا اور اگر وہ ایمان نہ ہوتا جس کے ذریعے اللہ نے انہیں بچایا اور اسے قوی تر ہتھیار بنا دیا جس سے وہ اپنے اس دشمن کا مقابلہ کرتے تھے جو ہر مادی چیز میں ان سے کئی گنا برتری رکھتا تھا تو ہر چیز بتاتی تھی کہ مسلمان فنا کے نہایت قریب ہیں اور یا وہ اپنے زبردست محارم دشمن کی بلا تیند و شرط فرمانبرداری اختیار کرنے کو ہیں۔

خوفناک ڈر کی راتیں

محصور اسلامی فوج کے خلاف، کرب و بلا کے عوامل کا دباؤ اس درجہ تک بلند ہو گیا کہ بشر اسے اٹھانہ سکتا تھا قریب تھا کہ قریش اعلان کے اعلانات کی متعدد، زبردست، جانناز، اور اچھی طرح لیس افواج (اپنی کثرت اور اہل کی قلت کی وجہ سے) کا موازنہ سمندر انہیں نکلے جو ان کے گمراہی پر گھمراہی رہا تھا۔

اور بنی قریظہ کے عہد شکن اور غدار یہودی (سرسستی اور خوشی میں) حنینہ کی چھوٹی فوج پر لوٹ پلٹنے کی تیاری کر رہے تھے جو خندق کے پیچھے اپنے دفاعی

استحکامات سے پرے خوف و اضطراب میں بیٹھی ہوئی تھی۔

اور سخت پریشان کن طبعی عوامل (جو ان فیصلہ کن راتوں میں) اس آزمائش میں پڑی ہوئی فوج کے شامل حال تھے شدید تکلیف دہ سردی، کمزور کرنے والی، بھوک، قاتل سردی سے بچانے والے لباسوں کی خوفناک کمی، اندھیرے میں گھبراہٹ پیدا کرنے والی اور آواز دینے والی زبردست ہوا ۱۰۰۰۰ اور محصور اور آزمائش میں پڑی ہوئی فوج کی صفوں سے چھپ چھپ کر کھینکنے والے اور انہی افواہوں سے دلوں میں خوف اور گھبراہٹ پیدا کرنے والے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص تلیل اصحاب کو آندھی کی زد میں چھوڑنے والے منافقین،

خندق کی آخری راتیں

حق بات یہ ہے کہ خوفناک احتراب کی یہ آخری فیصلہ کن راتیں ایک لیبارٹری تھیں جس کی مصائب کی بھٹی میں اللہ تعالیٰ نے دوسری بار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بگھلایا تاکہ صادق کو کاذب سے اور خبیث کو طیب سے ممیز کرے (اور وہ اپنے بندوں کو بہتر جانتا ہے)

اور عملاً ان مسلسل مصائب کے سمندر میں جو ایک دوسرے کی گردن پکڑے ہوئے تھے اپنے نبی کے ساتھ وہ راسخ الایمان ہی ثابت قدم رہے جن کا ایمان بند پہاڑوں کی طرح راسخ تھا اور اسے کوئی چیز ہلانہ سکتی تھی خواہ وہ کس قدر بڑی ہو جی کہ بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ خندق کی آخری فیصلہ کن راتوں میں سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف تین سو جانبازدوں کے قریب رہ گئے تھے اور تین سو جوان (جن کے پاس ایمان کے سوا، ہر مادی چیز کی

کئی مہتی) گیارہ ہزار جانبازدوں کے آگے جو ہر مادی چیز میں ان پر برتری رکھتے تھے، کیا کر سکتے تھے؟

حضرت حذیفہ شب ہائے کرب و شدت کا حل بیان کرتے ہیں

یہی ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور مخلص صحابہ میں سے جو ان فیصلہ کن راتوں میں آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے ایک بڑے صحابی سے کہتے ہیں کہ وہ ہمارے واسطے احزاب کی خوفناک راتوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص اصحاب کو پیش آنے والے مصائب و آلام کو بیان کرے جی جیسے مصائب کو ٹھوس بندہ پہاڑ بھی اٹھانے سے عاجز ہوتے ہیں۔

حاکم اور بیہقی نے عکرمہ بن مارک کی حدیث سے روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن ایمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے... شاہد کا ذکر کیا تو آپ کے ہنشینوں (یعنی حضرت حذیفہ کے) نے کہا قسم بخدا اگر ہم ان میں شامل ہوتے تو یوں کرتے اور یوں کرتے حضرت حذیفہ نے کہا..... اس کی تمنا نہ کرو، پھر کہا، ہم نے احزاب کی رات کو دیکھا ہے اور ہم میٹھ کر صبح بندی کے ہوئے تھے اور ابوسفیان اور اس کے ساتھی ہمارے اوپر تھے اور قرظیہ کے یہود ہم سے نیچے تھے ہم اپنے بچوں کے بارے میں ان سے خوفزدہ تھے۔

اور اس سے زائد تاریک اور شدید ہوادالی رات ہم پر کبھی نہیں آئی اس کی ہوا میں بجلیوں کی مانند آوازیں تھیں اور وہ ایسی تاریکی تھی کہ ہم سے کوئی شخص اپنی اگلی کو نہیں دیکھ سکتا تھا اور منافقین، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے لگے اور کہنے لگے — ہمارے گھر خالی ہیں حالانکہ وہ خالی نہ تھے۔

ادراں میں سے جو کوئی آپ کے اجازت مانگتا آپ اسے اجازت دے دیتے اور آپ انہیں اجازت دیتے اور وہ چپکے سے کھک جاتے اور ہم (تین سو) یا اس کے قریب تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے تھے کہ آپ میرے پاس آئے اور مجھ پر دشمن سے بچاؤ کے لیے کوئی چیز نہ تھی اور نہ سردی سے بچنے کے لیے کوئی چیز تھی صرف میری بیوی کی ایک چادر تھی جو میرے گھٹنوں سے تجاوز نہ کرتی تھی۔

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میں اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا آپ نے پوچھا..... یہ کون ہے؟ حذیفہ نے کہا..... حذیفہ تو زمین کے ساتھ بکڑ گیا ہے میں نے کہا..... ہاں رسول اللہ اور میں کھڑے ہونے کو ناپسند کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا آپ نے فرمایا، لوگوں میں کوئی واقعہ ہونے والا ہے اور ان لوگوں کی فخر میرے پاس لاگے اور اب اسحاق کی روایت میں بھالہ محمد بن کعب القرظی بیان ہوا ہے کہ کوفہ کے ایک شخص نے حضرت حذیفہ بن ایمان سے کہا..... اے ابو عبد اللہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور آپ کی صحبت اختیار کی ہے؟

آپ نے کہا ہاں میرے بیٹھے

اس نے پوچھا تم کیا کہتے تھے؟

حضرت حذیفہ نے کہا، ہم کوشش کرتے تھے

اس شخص نے کہا (وہ تابعی تھا اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ

صلیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا تھا)

خدا کی قسم اگر ہم آپ کو پاتے تو ہم آپ کو زمین پر نہ چلنے دیتے اور آپ کو اپنی گردنوں پر اٹھالیتے، حضرت حذیفہ نے کہا اے میرے بھتیجے میں نے اپنے آپ کو خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا کچھ حصہ گئے نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اے ہمارے بیٹے کون دیکھے گا اور پھر واپس آئے گا — آپ نے اس کے لیے واپسی کی شرط لگائی — پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اللہ سے ڈکا کرتا ہوں کہ وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا حضرت حذیفہ نے کہا ہم میں سے کوئی شخص شدت خوف، شدت بھوک اور شدت سردی سے کھڑا نہ ہوا اور جب کوئی شخص کھڑا نہ ہوا تو آپ نے مجھے بلایا اور جب آپ نے مجھے بلایا تو میں نے کھڑے ہونے کے سوا چار اندہ پایا،

آپ نے فرمایا اے حذیفہ، جاؤ اور لوگوں میں داخل ہو جاؤ اور دیکھو اور کچھ بیان نہ کرو حتیٰ کہ ہمارے پاس آ جاؤ، اور حضرت حذیفہ نے اپنے سالار نبی کی خواہش کو قبول کیا اور مشرکین کے پڑاؤ کی طرف گئے اور ان کے موافقت کی حقیقت سے آگاہ ہوئے جیسا کہ ہم منقرہب اس کتاب میں اپنی جگہ پر اسے مفصل بیان کریں گے، انشاء اللہ





فصل چہارم

- مسلمانوں کے مفاد کے لیے عربی مؤقف میں اچانک اہم انقلاب
- احزاب اور یہود کے درمیان شدید اختلاف
- جس شخص نے اپنی دانشمندی سے واقعات کے دھارے کو مسلمانوں کے مفاد میں بدل دیا،
- احزاب اور یہود کے درمیان قائم شدہ اتحاد میں کمزوری
- مدینے کے محاصرہ کو چھوڑنا اور احزاب کا اپنے حلاقوں کی طرف ریٹائرمنٹ کرنا
- معرکہ کا انجام

ہم نے اس کتاب کی فصل سوم میں بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کا کرب و ضیق اور خوف گلا گھٹنے کے درجہ تک پہنچ گیا (اود دل، لگوں تک پہنچ گئے) اور ہر مادی چیز اشارہ کر رہی تھی کہ مسلمان (اس سخت خوفناک محاصرے کے آگے) فنا کے نزدیک تھے یا جلا تید و شرط احزاب کی محاصرہ اور زبردست افواج کی فرمانبرداری اختیار کرنے کو تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب مخلص صحابہ (اپنی متانت ایمان اور شدت یقین کے باعث) ان مسلسل مصائب اور ایک دوسرے سے پیوست تکالیف اور لگاتار، زلادل کے سامنے حیران ہو کر کھڑے ہو گئے اور انہیں معلوم نہ تھا کہ اس قاتل اور مستحکم بھنڈے کیسے لکھنا ہوگا اور انہوں نے سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تنگی و خوف اور اضطراب کی اطلاع دے دی جسے وہ محسوس کر رہے تھے کہ شاید آپ کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو ان کی شدت کرب و خوف اور تنگی و اضطراب کو ہلکا کر دے، یا رسول اللہ، دل لگوں تک پہنچ گئے ہیں، کیا ہمارے کہنسی کوئی بات ہے؟

مزقت میں اہم انقلاب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص اصحاب (بیس راتوں سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد جو سب کی سب مصیبتوں، آزمائشوں اور ڈکھوں سے بھرپور تھیں) یونہی کھڑے تھے ہاں یہ مخلص چنندہ لوگ (بڑھتے ہوئے خوف و اضطراب میں) قسمت کے توازن کی طرف دیکھ رہے تھے اور اس کا کاٹا صفر پر حرکت کر رہا تھا اور ٹھک کر اُن کے خوفناک انجام کا اقتباہ کر رہا تھا کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے تاریخ اسلام کے اُن فیصلہ کن لمحات میں ایک شخص کی اسلام کی طرف راہنمائی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس دانشمند اور ذہین شخص کی عطا کردہ قوتوں سے کام لیا تاکہ وہ (ماہرانہ سیاسی فریب کاری سے) اہم واقعات کے ٹھاپے کو بدل دے اور طاقت کا توازن کو آندھی کی زد میں ثابت قدم رہنے والی مومن قہمت کے مفاد میں بدل دے اور شجرہ رونما ہو جائے اور اللہ، احزاب کو شکست دے اور مسلمانوں کو مؤید فتح دے۔

اور اس شخص کی دانشمندی نے احزاب کی گمان اور ان کی افواج کے ساتھ جہاد فوجوں سے بھی بڑھ کر کام کیا اور اس عظیم دانشمند کا فعل، سب سے بڑا عالی تھا جس نے احزاب کی افواج کو پرانگی اور جنگ کرنے والوں کو اپنے مقاصد کو پورا کئے بغیر اپنے گھروں کی طرف تامل واپس جانے تک پہنچا دیا۔

پس اس شخص کی مشقت اور اس کی سیاسی تدبیر اور اس کے دینی اخلاصوں نے، جس کی دین میں داخل ہونے پر ابھی چوبیس گھنٹے نہیں گزرے تھے احزاب کی جماعتوں اور یہودی بنی قرینہ کے درمیان تفرقہ پھیلانے کی قوت حاصل کر لی۔ اس نے (بڑی مہارت کے ساتھ) احزاب کے قائدین اور یہود کے دلوں

میں ایک دوسرے کے غلات شک و شبہ کے بیچ بکھیر دیئے تھے کہ ان زعماد اور ،
 قارئین کو ایک دوسرے پر اعتماد نہ رہا اور ان کے محاذ بھٹ گئے اور ان کی
 وحدت پارا پارا ہو گئی جس سے قریش اور غطفان کے قارئین یہود پر یہ افروختہ...
 ہونے لگے اور مدینہ کے محاصرے کو چھوڑنے لگے اور ان میں سے ہر کوئی اپنی
 قریش کے عہد شکن اور غدار یہودیوں کو ان کے فیصلہ شدہ انجام کے لیے جو ان
 کی تباہی پر ختم ہوا، چھوڑ کر اپنے اپنے علاقے کو واپس جانے لگا۔

واقعات و محاصرے کو بدلنے والا شخص

اور یہ شخص جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جنگ اور نظام احزاب کی وحدت
 کو توڑنا پسند کیا نعیم بن مسعود تھا جو نجدی غطفان کے قبیلے سے تھا جس کے
 جوان ، قرشی غطفانی یہودی فوجی اتحاد کے بڑے بازو کی نمائندگی کرتے
 تھے جو مدینہ پر قبضہ کرنے اور اس میں مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے آیا تھا
 یہ نعیم بن مسعود اپنی قوم کے سرداروں اور عربی یہودی حلقہ کی نمایاں شہد شخصیات
 میں سے تھا اور عرب ملت پرست یہودی جنگ باز اتحاد کی فوج کی کمان کے بڑے مشیروں
 میں سے تھا۔

لیکن حکمت علی سے اس رات میں جس کے بعد احزاب کی
 آفری رات تھی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے دل کو احزاب کے پڑاؤ میں، اسلام
 کے لیے کھول دیا۔

نعیم بن مسعود نبوی پڑاؤ میں

اور جب اس کا دل نورا اسلام سے روشن ہو گیا تو اس نے اس بات کو اپنے

دل میں چھپائے رکھا پھر یہ اعزاب کے پڑاؤ سے جو خندق کے آگے تھا... کھسک آیا اور آخر شب کی تاریکی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑاؤ کی طرف آگیا جہاں آپ خندق کے پیچھے اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔

اور وہاں یہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں آپ کی ملاقات سے مشرف ہوا اور اس نے (خفیہ طور پر) آپ کو اطلاع دی کہ... اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف اس کی راہنمائی کی ہے اور اس نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے آپ کے تصرف میں رکھے گا اور آپ جو بھی اسے حکم دیں گے وہ اسے کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہے۔

نعیم بن مسعود نے کہا... یا رسول اللہ میں مسلمان ہوں گا اور میری قوم کو میرے اسلام کا علم نہیں ہے آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں اس موقع پر۔ سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا، تو واحد شخص ہے اگر تو طاقت کھتا ہے تو ہمیں چھوڑ کر پیچھے چلا جا بلاشبہ جنگ ایک دھوکا ہے اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے سیرت حبیبہ جلد ۱ میں ہے کہ نعیم بن مسعود نے کہا، یا رسول اللہ، میں (مقتضائے حال کے مطابق) بات کر رہا ہوں اور اللہ نے فرمایا آپ کو جو سوچے وہ کہیں آپ کے لیے جائز ہے، پس نعیم بن مسعود چل کر بنی قریظہ کے پاس آئے اور آپ ان کے نعیم تھے آپ بیان کرتے ہیں جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے کھانا اور شراب پیش کی، میں نے کہا میں ان چیزوں میں سے کسی کے لیے نہیں آیا مجھے تمہارے متعلق خوف ہوا ہے تو میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ میں تمہیں مشورہ دوں پھر مولف سیرت حبیبہ نے وہ گفتگو بیان کی ہے جسے ہم نے اس کتاب کے متن میں بیان کیا ہے۔

علیہ وسلم نے نعیم کو مطلق آزادی دے دی کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق جو کام چاہے کرے اور اس کا کام یہ ہے کہ وہ اعزاب کی صفوں کے اندر انتشار و انقسام اور ترکِ حدود کی بات رونما کر دے وہ فوراً ان بنی قرظیہ کی منازل کی طرف گیا جنہوں نے عہد کے توڑنے سے موافقہ کو گنہگار کر دیا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کرب و بلا کے عوامل کو دگن کر دیا تھا۔

خندق کا دانشمند بنی قرظیہ کے پاس

نعیم بن مسعود، بنی قرظیہ ہاں مشہور و مالوت شخصیات میں سے تھا اور جاہلیت میں ان کا نعیم و صدیق تھا اور اسی نے جاہلیت میں مدینہ میں یہود کی ایک شراب کی دکان پر (شراب کی تحریم سے قبل) نشے کی حالت میں کفار مکہ کے ایک خانے کے بارے میں گفتگو کی تھی جو عراق کے راستے شام جا رہا تھا اور شراب کی دکان میں ایک صحابی بھی موجود تھا جو اسلامی فوج کی انٹیلی جنس سے تعلق رکھتا تھا، اس نے سرعت کے ساتھ یہ خبر سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دی تو آپ نے ایک فوجی دستہ تیار کیا جس کی کان آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو دسی اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس خانے کو شام سے واپس آنے پر روکیں اور حضرت زید اس خانہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے اور یہاں عزودہ کا واقعہ ہے جس کا نام سریہ زید بن حارثہ ہے۔

خندق کے دانشمند سے قرظیہ نے کیسے فریب کھایا

اور جب نعیم بن مسعود، بنی قرظیہ کے قلعوں میں پہنچا اور انہیں آپ کے اسلام کا حکم نہیں تھا تو اس نے دھوکے کے بڑے بڑے دھانگوں کو مبتلا شروع کر دیا

جہن کی کامیابی نے اہلبیت کی جمعیت کو پراگندگی اور ان کی شکست اور مسلمانوں کو اس کربِ عظیم سے چھٹکارا دینے تک پہنچا دیا۔

نعیم نے کہا اسے بنی قریظہ جیسے تم سے جو محبت ہے تم اسے جانتے ہو اور خاص طور پر میرے اور تمہارے درمیان جو تعلقات پائے جاتے ہیں انہیں بھی تم جانتے ہو، سو انہوں نے اس بات کا انکار نہ کیا بلکہ اس کی تائید کی اور کہا آپ نے دُست کہا ہے آپ ہمارے ہاں متہم نہیں ہے۔

اور یہاں سے اس نے اپنے اس منصوبے کی تنفیذ کا کام شروع کر دیا جس کی تعیناد کا وہ عزم کئے ہوئے تھا اس نے اہلبیت کی افواج اور یہود کے درمیان، انتشار، شک اور عدم اعتماد کے بیج بکھیرے تاکہ اسے ان کے باہمی ہمدردی کے توڑنے کا موقع ملے اس نے بنی قریظہ کے زعماد کو جمع کیا اور وہ سب اسے جانتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے اور انہیں — انہی میں سے ایک شخص کی طرح جو اہلبیت کے مفاد کی طمع رکھتا ہو — کہا، قریش اور غطفان تمہاری طرح نہیں ہیں، ملک تمہارا ہے اور اس میں تمہارے اموال اور تمہارے بیوی بچے ہیں تم اسے چھوڑ کر کسی اور ملک میں نہیں جا سکتے اور قریش اور غطفان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب سے جنگ کرنے آئے ہیں اور تم نے ان کے خلاف ان کی مدد کی ہے ان کا ملک اور ان کی بیویاں اور اموال کسی اور جگہ نہیں وہ تمہاری طرح نہیں ہیں اور اگر انہوں نے کوئی موقع پایا تو وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اگر کوئی اور بات ہوئی تو اپنے علاقوں میں چلے جائیں گے اور تمہارے ملک میں تمہارے درمیان اور اس شخص کے درمیان جگہ خالی کر دیں گے۔

پھر نعیم مسلسل ان یہود کے دلوں کو خوف و شک سے بھرنے لگا اور کہے

لگا، اور اگر تمہارے ساتھ اس کی طاقت ہوتی تو تم اس سے (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) طاقت نہ پاؤ گے، پھر اس نے وہ آخری ضرب لگائی، جو ٹھیک نشانے پر لگی اس نے کہا..... احزاب کے ساتھ مل کر جنگ نہ کرو حتیٰ کہ تم ان کے ستر اشراک کو یہ خیال کے طور پر لے لو، وہ تمہارے پاس اعتماد کے طور پر ہوں گے کہ وہ تمہارے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کریں گے حتیٰ کہ وہ اس سے جنگ کریں۔

معلوم ہوتا ہے کہ عہد شکن قریظہ کو خوف اور گھبراہٹ نے آیا اور وہ ایسی ضمانتوں کی ضرورت محسوس کرنے لگے جو انہیں زبردست غدار سی گئی اس سزا سے بچا سکیں جس کی خوفناک پرجھیاٹیاں ان کے دلوں کو مضطرب کرنے لگیں تھیں۔

اس لیے نعیم بن مسعود کی بات کو بنی قریظہ کے زعماد نے دل سے قبول کیا اور جب نعیم بن مسعود نے انہیں یہ نصیحت کی تو انہوں نے اس کی کوششوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا آپ نے مشورہ دے دیا ہے اور انہوں نے اس کے مشورے سے تمسک کرنے کا فیصلہ کیا۔

دانشمند نعیم احزاب کی کمان میں

خندق کے دانشمند (نعیم بن مسعود) نے اس منصوبے کے پہلے مرحلے کی کامیابی کے یقین کے بعد جب اس نے یہودیوں بت پرستوں کے باہمی مخالفت کو توڑنے کے لیے بنایا تھا، یقین کر لیا کہ بنی قریظہ کے یہود اس بات کے فریب میں آگئے ہیں جو اس نے انہیں کہا ہے اور انہیں اس کے اپنے امین خیر خواہ ہونے میں شک نہیں ہوا، اس کے بعد فوراً وہ خندق کے آگے احزاب

کے پڑاؤ میں مشترکہ کمان کی طرف گیا تاکہ وہ اس منصوبے کے آخری مرحلے کو مکمل کرے جو اس نے احزاب میں پھوٹ ڈالنے، انتشار پھیلانے اور ان کے اور بنی قریظہ کے یہود کے درمیان جھگڑا پیدا کرنے کے لیے تیار کیا تھا۔

اور جب نعیم، احزاب کی مشترکہ کمان میں پہنچا تو اس نے (سب سے پہلے اور انفرادی طور پر) احزاب کی افواج کے سالار عام ابوسفیان اور اس کے جگلی بورڈ کے قرشی ارکان سے ملاقات کرنے کا مطالبہ کیا اور جب اس نے ان سے ملاقات کی (اور وہ طبعی طور پر اس کے مسلمان ہونے سے واقف نہ تھے) تو اس نے انہیں بتایا کہ وہ ایک عظیم کام کے لیے آیا ہے جو ان کی سلامتی اور ان کی افواج کی سلامتی سے تعلق رکھتا ہے۔

اور یہ کہ ان کا محب ہے اور ان کی سلامتی اور ان کی افواج کی شہرت کا خواہشمند ہے اس نے محسوس کیا کہ اس پر واجب ہے کہ وہ انہیں اہم امر سے آگاہ کرے جس کا حکم اسے ان کے خلفاء، بنی قریظہ کے یہود سے ہوا ہے۔

اس نے ابوسفیان اور اس کے جگلی بورڈ کے قرشی ارکان سے کہا مجھے تم سے جو محبت اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو عداوت ہے تم اس کو جانتے ہو..... تو انہوں نے اس کی اس بات پر اعتراض نہ کیا کیونکہ وہ اسے مشرک سمجھتے تھے جو اسلام کو قبول نہیں کرتا اور وہ احزاب کے ان سرطوروں میں سے تھا جنہوں نے مدینہ کا محاصرہ کرنے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے میں شرکت کی تھی۔

جب اس نے ان کے ظاہری اعتماد کو دیکھا تو اس نے مخلص نامع کی طرح ان تک وہ بات پہنچائی جس کا قریظہ کے یہود نے سوچا تھا یعنی ان سے یرغمال طلب کرنے کا تاکہ وہ اطمینان حاصل کریں کہ وہ مسلمانوں کے مکمل فاتح

تک مدینہ کے محاصرے کو چھوڑیں گے اور اس نے (اپنی طرف سے) اس خبر کے ساتھ یہ افاضہ بھی کر دیا کہ یہود اپنی اس عہد شکنی پر نادم ہیں جو ان کے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ہے اور انہوں نے سترِ یغالی اس لیے طلب کیے ہیں کہ انہیں حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سپرد کر دیں تاکہ وہ انہیں خوشنودی اور اپنی عہد شکنی کے کفارہ میں قتل کر دیں اور اس دلیل کے طور پر کہ وہ از سر نو مسلمانوں کی دوستی پر قائم ہیں اور یہ دشمن میں پھوٹ ڈالنے اور جھگڑا پیدا کرنے اور دسیہ کاری کے لیے مضبوط ترین منصوبہ تھا۔

نعیم بن مسعود نے قریش کے قائدین سے کہا مجھے ایک امر کی اطلاع ملی ہے میں نے اپنے پر واجب جانا ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی کے لیے اسے تم تک پہنچاؤں لیکن میری بات کو پوشیدہ رکھنا انہوں نے کہا ہم اسے پوشیدہ رکھیں گے۔

اس نے انہیں کہا تمہیں معلوم ہے کہ یہود اس عہد کے توڑنے پر جو ان کے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان تھا نادم ہیں اور انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا ہے کہ ہم اپنے فعل پر نادم ہیں پھر انہوں نے آپ تک یہ بات بھی پہنچائی ہے کہ وہ از سر نو آپ کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ دینے کو تیار ہیں اور وہ اعجاز کے خلاف آپ کے ساتھ ہونے کو تیار ہیں اور اور انہوں نے اپنی اس بات کے صدق پر جو انہوں نے آپ سے کبھی دلیل دینے کے لیے آپ سے کہا کیا آپ اس بات کو پسند کریں گے کہ ہم دونوں قبیلوں قریش اور غطفان کے اشراف کو آپ کے لیے پکڑ لیں اور انہیں آپ کو دے دیں اور آپ ان کو قتل کر دیں پھر ان میں سے جو لوگ باقی رہ جائیں گے ہم ان کے خلاف آپ کے ساتھ ہوں گے حتیٰ کہ آپ ان کی

بیچ کئی کر دیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی طرف ہاں کہہ کر موافقت کا پیغام بھیجا ہے پھر نعیم نے قریش کے قائدین کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اگر یہود تم سے تمہارے جو اوزن کو یرغمال مانگیں تو تم انہیں اپنا ایک جوان بھی نہ دینا

خندق کے دانشمند سے احزاب کی فریب خوردگی

قریشی قائدین کے دلوں کو شک و ریب کے اسباب کا شکار بنانے اور انہیں اپنے نئے حلیتوں (بنی قریظہ) پر ناماوض کرنے کے بعد یہ عظیم دانشمند فوراً اپنی قوم . . . عطفان کے پاس گیا اور اس نے اس عظیم قبیلہ کے پڑاؤ میں اس کے زعماء اور قائدین عیتیبہ بن حصن الفزاری، طیلم بن ثویلد اسدی اور الحارث بن عوف المری سے (الگ) ملاقات کرنے کا مطالبہ کیا اور جب اس نے ان سے ملاقات کی تو انہیں کہا، اے گروہ عطفان، تم میری اصل اور میرا قبیلہ ہو اور مجھے سب لوگوں سے محبوب تم ہو اور میں تمہیں اپنے پر اتہام لگانا بھی نہیں دیکھتا انہوں نے کہا آپ نے درست کہا ہے آپ ہمارے ہاں مشہم نہیں ہیں۔

اور اس نے انہیں بتایا کہ اس کے پاس ایک اہم جز ہے جو ان کی سلامتی سے تعلق رکھتی ہے اس نے انہیں کہا میری اس بات کو پوشیدہ رکھنا انہوں نے کہا ہم اسے پوشیدہ رکھیں گے، اور اس نے ان سے اسی قسم کی بات کی جو قریش کے قائدین سے اس بارے میں کی تھی، کہ یہود ان سے یرغالیوں کے مطالبہ کا لازم کئے ہوئے ہیں اور اس نے انہیں — جیسا کہ اس نے قریش کے قائدین کو انتباہ کیا تھا — قریظہ کے یرغالیوں کے سپرد کرنے کے مطالبہ کو قبول کرنے سے انتباہ کیا۔

سو انہوں نے اس کے احسان کا شکریہ ادا کیا اور اسے یقین دلایا کہ وہ قریظہ

کو ہرگز ایک چیز بھی ضمانت نہ دیں گے اور نہ کسی شخص کو یہ خیال کے طور پر دیں گے، اس طرح نعیم بن مسعود نے اپنے عظیم فریب کے مضبوط کرنے میں کامل کامیابی حاصل کی۔

احزاب کا وفد بنی قریظہ کی طرف

احزاب کی مشترکہ کمان کے ارکان (قریش اور غطفان) اس خبر سے جسے نعیم بن مسعود نے (جس کے متعلق وہ ایک لحظہ بھی شک نہ کرتے تھے کہ وہ ان کے دین پر ہے) پہنچایا بہت عنگیں ہوئے اور اس سے بہت پریشان ہوئے اور نعیم بن مسعود نے جو بات ان تک پہنچائی اس کی صداقت ان کے دلوں میں گرا گئی اور انہوں نے تعلق و امنظر اب کی بدترین رات گزاری اور وہ بنی قریظہ کے خلاف غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے۔

اس طرح یہ عظیم دانشمند، ان لوگوں کے حساس مقامات پر جو احزاب اور یہود کے درمیان معاہدے کی صراحت کہتے تھے پھٹنے والا مواد رکھنے میں کامیاب ہو گیا حتیٰ کہ اس نے انہیں پوری طرح تباہ کر دیا۔

اور جب ذہین صحابی نعیم بن مسعود نے فریقین (یہود اور احزاب) کے دلوں کو اس درجہ تک شک و شبہ اور ایک دوسرے پر عدم اعتماد سے بھر دیا جس پر مزید اضافہ نہیں ہو سکتا تو احزاب کی مشترکہ کمان نے (یہ جمعہ کی شام کا واقعہ ہے) اپنے قائدین اور زعماء کا ایک وفد بنی قریظہ کی طرف بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ اس خبر کے موضوع کے بارے میں بنی قریظہ سے رابطہ کرے جسے نعیم بن مسعود نے پہنچایا ہے تاکہ وہ (براہ راست) اس کی حقیقت تک پہنچ جائیں انہوں نے اپنے وفد کو مکلف کیا کہ وہ یہود سے مطالبہ

کرے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ معرکہ میں شامل ہونے کے لیے تیار ہو جائیں، نیز انہیں یہ بھی اطلاع دے کہ ہفتے کی صبح، مسلمانوں پر عام حملہ کرنے کے لیے مقررہ وقت ہے اور عملاً احزاب کا وفد اسی شب کو تاریکی میں بنی قریظہ کی منازل کی طرف گیا اور اس وفد کے جوان (مغنیہ طوہ پر) چپکے سے بنی قریظہ کی منازل کی طرف چلے گئے جو مسلمانوں کی لائنوں کے پیچھے تھیں اور یہ کام انہوں نے مسلمانوں کے گشتی دستوں کے خوف سے کیا جو رات بھر مدینہ کے گرد چکر لگاتے رہتے تھے۔

احزاب کا حملے کا مطالبہ کرنا اور قریظہ کا بیرغمالیوں کا مطالبہ کرنا

اور جب احزاب کا وفد بنی قریظہ کے قلعوں تک پہنچا تو اس نے (پہلے مرحلے میں) ان یہود کے زعماء کی کمزوری کو نمایاں طور پر محسوس کیا لیکن اس وفد نے بنی قریظہ کو (احزاب کی مشترکہ کمان کے نام سے) یہ اطلاع دی کہ یہ کمان مسلمانوں پر زبردست حملہ کرنے میں دلچسپی رکھتی ہے جیسا کہ قریقین کے درمیان (اصلاً) یہ متفق عیبہ بات تھی اور انہوں نے ان سے اس کے لیے تیار ہونے کا مطالبہ کیا انہوں نے کہا،

(اے بنو قریظہ) ہم ٹھہرنے کی جگہ میں نہیں ہیں ادنٹ اور گھوڑے ہلاک ہو گئے ہیں پس جنگ کے لیے تیار رہو، حتیٰ کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کریں اور اس کے اور ہمارے درمیان جو معاہدہ ہے اس سے فارغ ہو جائیں اور یہود کے زعماء نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے اٹکار کا اعلان کر کے احزاب کے وفد کے ممبران کو صدر سے دو چار کرنا پسند نہ کیا بلکہ (پہلے مرحلے میں) ان سے یرغمال حاصل کرنے کا چاہے اور انہوں نے اس بارے میں آہستگی اختیار کی حتیٰ کہ آخر میں انہوں نے ان کا اعلان کر دیا۔

مسلمانوں پر حملہ کرنے میں اشتراک کے مطالبہ پر (ہفتے کی صبح کو) ان کا جواب یہ تھا کہ وہ آج کے دن جنگ کرنے سے معذور ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے دین کی تعینات کے مطابق ہفتے کے دن کو کوئی کام نہیں کرتے خواہ وہ کس قدر حقیر ہو پس جنگ کیسے ہو سکتی ہے، انہوں نے اہزاب کے وفد سے کہا... ہم ہفتے کے روز جنگ نہیں کرتے اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ ہم میں سے جس نے سبت کے بارے میں تعدی کی اسے کیا تکلیف پہنچی سبت میں ایک نیا کام کیا اور جو تکلیف اسے پہنچی وہ تم سے مٹتی نہیں۔

پھر انہوں نے اپنے خون کا اظہار کیا کہ اہزاب، مسلمانوں کا خاتمہ کرنے اور ان کی بیخ کنی کرنے سے قبل واپس چلے جائیں گے۔ اور یہ زبردست خوف، نعیم بن مسعود کی حکم تدبیر کے نتیجے میں پیدا ہوا تھا۔

اور ان یہودیوں نے اہزاب کی مشترکہ کمان کے وفد سے کہا — ہم تمہارے ساتھ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑنے کے نہیں، حتیٰ کہ تم اپنے جوانوں کو بطور یہ خیال نہیں دو جو ہمارے ہاتھوں میں ہمارے اعتماد کے لیے یوں ہوں گے تاکہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کریں ہمیں نذر ہے کہ اگر جنگ نے تم پر مصیبت ڈالی اور قتال نے تم پر سختی کی تو تم تیزی سے اپنے علاقوں کو چلے جاؤ گے اور ہمیں اور اس شخص (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے علاقے میں چھوڑ دو گے اور ہمیں اس کے ساتھ اس کی طاقت نہیں ہے۔

اہزاب اور یہود کے درمیان اختلاف کا رونما ہونا

اہزاب کی کمان کے وفد نے، اپنے حلیف یہود سے یہ جواب سننے کے بعد ان

کے ساتھ کوئی بحث شروع نہیں کی بلکہ جس راستے گیا تھا اسی راستے مشترکہ کان کے ہیڈ کوارٹر کی طرف واپس آ گیا اور جو جواب اس نے بنی قرینہ کے یہود سے سنا تھا اس کی اطلاع احزاب کے قائدین کو دی۔

اس موقع پر اس کمان کو اس بات کی سچائی میں کوئی شک نہ رہا جو نعیم بن مسعود نے انہیں کہی تھی کہ ان یہود نے ان کے ساتھ عہد شکنی کا منصوبہ بنایا ہے اور وہ ان سے یرغالی اس لیے مانگ رہے ہیں کہ انہیں قتل کرنے کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیں نیز وہ مسلمانوں کے ساتھ دوستی کی دلیل ہوں اور ان کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو عہد تھا اس کے توڑنے کے جرم کا کفارہ ہوں۔

احزاب کے قائدین نے (بیک آڈان) ایک دوسرے سے کہا، خدا کی قسم نعیم بن مسعود نے تم سے جو بات بیان کی ہے وہ سچ ہے اس موقع پر احزاب کے دلوں میں جو شک پایا جاتا تھا وہ یقین میں بدل گیا کہ بنی قرینہ کے یہود نے ان سے عہد شکنی کی ہے اور ان کے خلاف، مسلمانوں سے اتفاق کر لیا ہے اور بلاشبہ وہ ان کے یرغالیوں کو (جب وہ انہیں ان کے سپرد کرتے) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرنے والے ہیں۔

احزاب کا یرغالیوں کے دینے سے انکار

اس دہرے احزاب کے قائدین کے دل، یہود کے خلاف غیظ و غضب سے بھر گئے اور انہوں نے (اسی وقت) ایک دوسرا وفد ان کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں، اطلاع دے کہ انہوں نے یرغالیوں کا جو مطالبہ کیا ہے وہ اس سے انکار کرتے ہیں اور ان سے (اگر وہ چاہیں) مسلمانوں پر حملہ کرنے کے معاہدے کی تنفیذ کا

مطالبہ کرتے ہیں۔

اور دندنے دوسری بار دیار بنی قریظہ کی طرف جانے میں جلدی کی اور اس نے احزاب کی مشترکہ کمان کے نام سے ان کے یہ مخالفوں کے سپرد کرنے کے مطالبہ کو مسترد کرنے کی اطلاع دی — نیز یہ کہ یہ مطالبہ، عدم اعتماد اور احزاب کی کمان کی اس بات کے شرٹ ہیں، جو انہوں نے یہود کو دی ہے، طعن ہے — دندنے نے بنی قریظہ کے زعماء سے احزاب کی مشترکہ کمان کی زبان سے کہا — خدا کی قسم ہم اپنے جو انوں میں سے ایک جوان بھی تمہیں زدیں گے اور اگر تم جنگ کرنا چاہتے ہو تو باہر نکلو اور لڑو،

احزاب کی مشترکہ کمان کی جانب سے یہ جواب سنتے ہی زعماء قریظہ کو اس بات کی صداقت میں کوئی شک نہ رہا جو ان کے (سابقہ ذیمہ) نعیم بن مسعود نے انہیں قریش اور عطفان کے بارے میں بتائی تھی اور وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے،

” بلاشبہ نعیم بن مسعود نے جو بات تمہیں بتائی ہے وہ سچ ہے یہ لوگ ہی چاہتے ہیں کہ تم جنگ کرو اور اگر وہ موقع پاتے تو اس سے فائدہ اٹھاتے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہوئی تو یہ اپنے علاقوں کی طرف تیزی سے چلے جائیں گے اور تمہارے اور اس شخص کے درمیان جگہ خالی کر دیں گے “

اس یقین کی اساس پر قریظہ نے احزاب کی مشترکہ کمان کی طرف ایک نمائندہ بھیجا جو انہیں (امر سے) بتا دے کہ اسلامی فوج پر کسی بھی حملے میں یہ یہود اس وقت شریک ہوں گے جب احزاب کی کمان انہیں کافی ضمانتیں دے گی جو اس بات کی ضامن ہوں گی کہ وہ مسلمانوں کا مکمل خاتمہ کے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔

اور قریظہ کے نمائندے نے — ان کی زبان سے — احزاب

کے قائدین سے کہا خدا کی قسم، ہم تمہارے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ نہیں کریں گے حتیٰ کہ تم ہمیں ضمانت دو اور احزاب کی کمان کے دوسری بار) یہود کے مطالبے کو، احزاب کے یرغالی رد کر، مسترد کر دیا۔

بنی نضیر کے شیطان کا شگاف کو پڑ کرنے کی کوشش کرنا

اور بنی نضیر کے یہود کے زعمیم اور قنذہ کے سرخیل (حیی بن اخطب) نے احزاب اور بنی قریظہ کے درمیان گرتے ہوئے موقت کو بچانے کی کوشش کی، وہ بنی قریظہ کے یہود کو مسلمانوں پر حملہ کرنے میں اشتراک پر رضامند کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ان کے پاس گیا لیکن یہ کوشش ناکام ہو گئی اور بنی قریظہ نے اپنے مستند موقت پر اصرار کرتے ہوئے حیی بن اخطب سے کہا

خدا کی قسم جب تک دو قریش اور غطفان سے ستر آدمی ہمیں بطور یرغالی نہ دیں ہم ان کے ساتھ ہو کر جنگ نہیں کریں گے۔

اور اس سے عظیم فریب کی فصول میں سے آخری فصل کی مضبوطی مکمل ہو گئی جس کا ناما بابا عظیم دانشمند نعیم بن مسعود نے بنا تھا پس یہود اور احزاب کی کمان کے درمیان، بحر ان کے حلقے مضبوط ہو گئے اور ان کے درمیان اتفاق محال ہو گیا اور مسلمانوں نے بے سانس لینے شروع کیے

بنو قریظہ کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کے مذاکرات کرنا،

یہتی نے (الدلائل) میں بحوالہ مؤسسے بن عقیقہ نقل کیا ہے کہ جب یہود اور احزاب کی

۱۔ دیکھیے طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۰۰، البدایہ والنہایہ، جلد ۱ ص ۱۰۰، سیرت علیہ جلد ۱ ص ۱۰۰، ابن کثیر ص ۱۰۰ کے بعد کے صفحات، سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۰۰، الکامل ابن اثیر جلد ۱ ص ۱۰۰، جوامع السیرت ابن ہشام ص ۱۰۰ اور ان کے بعد صفحات

کمان کے درمیان اختلاف بڑھ گیا اور اس کمان نے یہود کو مطلوبہ یرغمانی دینے سے انکار کر دیا تو یہود نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ کیا اور آپ کو اس شرط پر صلح کی پیشکش کی کہ آپ ان کے بھائیوں بنی نضیر کو واپس مدینہ آنے کی اجازت دیں لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا۔

بہر حال اعراب اور ان کے نئے حلیغوں (بنی قریظہ کے یہود) کے درمیان پہلو پڑ گئی اور انہوں نے ایک دوسرے پر بدظنی کی اور فریقین (اعراب اور یہود) کے درمیان تنازعات اور اختلاف اس حد تک پہنچ گیا کہ ان کے درمیان جو فوجی معاہدہ ہوا تھا وہ انجام کو پہنچ گیا اور دونوں اس معاہدے کے توڑنے کی ذمہ دہی ایک دوسرے پر ڈالنے لگے۔

بیت برست اور یہودی اتحاد کی کمزوری

اور جب اختلاف و تنازع اس حد تک پہنچ گیا تو اعراب کی مشترکہ کمان نے مدینہ کے محاصرے کو ختم کرنے اور اپنی افواج کے ساتھ اپنے علاقے کو واپس جانے اور یہود اور ان کے کام کو چھوڑنے کے بارے میں غور و فکر کیا تاکہ وہ اپنے خوفناک انجام سے دوچار ہوں خصوصاً ان اعراب کے پٹاؤ میں برافروختگی اور بُرائی ظاہر ہونے لگی جس کے سپاہی (جو دس ہزار سے بھی زیادہ تھے) تقریباً تیس یوم تک خندق کے سامنے جام ہو کر کھڑے رہے وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی فیصلہ کن فوجی کارروائی کرنے کی سکت نہ رکھتے تھے اس بات نے ان لوگوں کے دلوں میں تنگی اور اکتاہٹ پیدا کر دی جو اپنی پوری زندگی میں (جنگوں میں) جام ہونے اور شہروں کے سامنے پڑاؤ کرنے سے مالوم نہ تھے وہ ان تیز جنگوں اور سرسبز حلقوں سے مالوم تھے جن کی کارروائی پر ایک دن یا دن کا کچھ حصہ صرف ہوتا تھا اس پر

مستزاد یہ کہ جس وقت یہود اور احزاب کے درمیان اختلاف مستحکم ہو گیا تو جس علاقے میں احزاب پڑاؤ کیے ہوئے تھے اس میں چو بائی ہو ائیں چلیں جو اپنی قوت سے خیموں کو اکھیر دیتیں اور عمارتوں کو گرا دیتیں اور ریگوں کو الٹ دیتیں تھیں اور آگ کو بجھانے نہیں دیتیں تھیں۔

ابوسفیان کا ریٹائرمنٹ کا آرڈر

اس پوزیشن نے انہیں اس حد تک پریشان کر دیا کہ اس کے ساتھ سالار عام ابوسفیان بن عرب نے — مشترکہ کمان کے بقیہ قائدین سے مشورہ کے بعد — احزاب کے سپاہیوں کو جہد ریٹائرمنٹ کرنے اور ان میں سے ہر ایک کو اپنے گھر واپس جانے کا حکم دے دیا اور ان کے سامنے ان اسباب کی وضاحت کی — جن کی شرح کی ضرورت نہیں — اور ان میں سے اہم سبب یہ تھا کہ احزاب کو یقین ہو گیا تھا کہ یہود نے مسلمانوں کے ساتھ مصالحت کر لی ہے اور ان کے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔

احزاب اور یہود کے درمیان جو اختلاف رونما ہوا اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احزاب کی ریٹائرمنٹ کی توقع رکھتے تھے آپ نے اپنی ایشلی جنس کے ایک شجاع اور ذہین جوان کو مکلف کیا کہ وہ بھیس بدل کر احزاب کے پڑاؤ کے وسط میں چلا جائے اور آپ کے پاس واپس کے ٹوکھ کی حقیقت کو لے کر آئے،

یہ جوان، حضرت حذیفہ بن الیمان تھے جن کے کچھ واقعات ہم نے اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں بیان کیے ہیں،

لکھے اب یہ ہیرود، احزاب کے پڑاؤ میں چپکے سے داخل ہونے کا وار

ہمارے سامنے خود بیان کرتا ہے نیز یہ کہ دشمن کی حالت کے متعلق بنوسی کمان کو جن تمام قیمتی اور اہم معلومات کی ضرورت تھی اس نے انہیں کیسے حاصل کیا، حضرت حذیفہ بن ایمان بیان کرتے ہیں کہ — اس فیصلہ کن رات میں — حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا، اسے حذیفہ، جاؤ اور لوگوں میں داخل ہو جاؤ اور دیکھو وہ کیا کرتے ہیں اور میرے پاس آنے تک کوئی کام نہ کرنا آپ بیان کرتے ہیں، میں گیا اور لوگوں میں داخل ہو گیا اور ہوا اور اللہ کے لشکر جو کچھ ان سے کر رہے تھے، کر رہے تھے وہ ان کی دیگوں اور نیشوں کو ٹکنے نہیں دیتے تھے۔

ابوسفیان نے اٹھ کر کہا اسے گردہ قریش، ہر شخص اپنے ہمنشین کو دیکھے؟ اور یہ ابوسفیان کی طرف سے تحفظ کی بات تھی کہ کوئی شخص پڑاؤ کے اندر مسلمانوں کے لیے جا سوسی نہ کر رہا ہو،

اس حکم نے حضرت حذیفہ کو مشکل میں ڈال دیا لیکن وہ اپنی ذہانت سے اس مشکل سے نجات پا گئے اور وہ اس طرح کہ انہوں نے اس شخص سے جو آپ کے پہلو میں تھا جلدی سے سوال کر کے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا فلاں فلاں اور اس کام سے حضرت حذیفہ نے اس مشکل سے نجات پائی جس میں آپ پڑ گئے تھے اور اگر آپ کا معاملہ شکست ہو جاتا تو قریب تھا کہ آپ مشرکین کے قبضہ میں آجاتے۔

۱۔ اور ایک اور طریق سے حضرت حذیفہ سے ہدایت کی گئی ہے (جیسا کہ سیرت حبیب میں ہے) کہ آپ نے فرمایا میں نے ابوسفیان کو کہتے سنا اسے گردہ قریش تم میں سے ہر شخص اپنے ہمنشین کو پہچان لے اور جا سوسوں سے محتاط رہو پس میں نے اپنے ہمنشین کے ہاتھ کو پکڑ لیا جو میرے دائیں ہاتھ تھا اور میں نے پوچھا، تو کون ہے؟ اس نے کہا سلمہ بن ابی سفیان، اور میں نے اس شخص کے ہاتھ کو بھی پکڑ لیا جو میرے بائیں ہاتھ تھا اور میں نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا عمرو بن العاص، میں نے یہ کام اس خوف سے کیا کہ میرے بارے میں معلوم نہ ہو۔

الوسفیان کی فوج میں تقریر

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں پھر ابوسفیان نے بیان کیا اے گدھے قریش خدا کی قسم تم ٹھہرنے کی جگہ پر نہیں ہو گھوڑے اور اونٹ ہلکے ہو گئے ہیں اور بندہ قرظہ نے ہم سے دھڑہ خلائی کی ہے اور ہمیں ان کے متعلق وہ بات پہنچی ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے اور ہوا کی شدت سے جو تکلیف ہمیں پہنچی ہے اسے تم دیکھ رہے ہو اور ہمارے آگ جلتی ہے اور نہ ہمارے دیگ ٹھہرتی ہے اور نہ ہمارا خمیر ٹھہرتا ہے پس تم کوچ کر جاؤ میں بھی کوچ کرنے والا ہوں پھر وہ اپنے اونٹ کے پاس گیا، جو بندھا ہوا تھا اور وہ اس پر بیٹھ گیا پھر اس نے اسے مانا اور وہ اس کے ساتھ تین بار اٹھا اور اس نے اس کے بندھن کو اس وقت کھولا جب وہ کھڑا تھا۔

اور حضرت حذیفہ ہم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے لئے سالار عام ابوسفیان کا قتل کرنا کیسے آسان تھا اگر سالار علی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ سخت احکام آپ کو یاد نہ ہوتے جو آپ نے انہیں دیئے تھے کہ وہ آپ کے پاس آنے تک کوئی کام نہ کریں تو آپ اس کے قتل کی کوشش کرتے۔

حضرت حذیفہ نے — ابوسفیان کے قتل کرنے کی کوشش کا حال بیان کرتے ہوئے — بیان کیا ہے کہ میں نکل کر دشمن کی فوج کے قریب ہو گیا اور میں نے ان کی جلتی ہوئی آگ کی روشنی کو دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سیاہ نام موٹا آدمی آگ پر اپنے ہاتھ سے کہہ رہا ہے ادا اپنے کو لے کر پونچھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کوچ، کوچ اور اس سے قبل میں ابوسفیان کو جانتا نہ تھا، پس میں نے اپنے ترکش سے سفید پیروں والا تیر لکالا اور اسے اپنی کان کے وسط میں

رکھا تاکہ اس سے اُسے آگ کی روشنی میں ماموں اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد آگیا کہ میرے پاس آنے تک کوئی کام ذکر کرنا سو میں ترک کر گیا اور میں نے اپنا تیرا پنے ترکش میں واپس کر دیا۔

بالآخر دین سے محاصرہ کا ختم ہونا

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں پھر میں نے اپنے دل کو حوصلہ دیا اور فوج میں داخل ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ میرے قریب تر، بڑے مہم کر رہے ہیں..... کونج کونج..... تمہارے ٹھہرنے کا کوئی مقام نہیں اور ہوا ان کی فوج میں کام کر رہی تھی اور قسم بخدا میں ان کے خیموں اور بچھوڑوں میں پتھروں کی آواز سُن رہا تھا، ہوا انہیں مار رہی تھی آپ کا بیان ہے کہ غطفان نے قریش کی کاروائی کو سنا تو اپنے ملاقول کو واپس جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

اور حضرت حذیفہ اپنی بات کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ پھر میں واپس آ گیا گویا میں عام میں چل رہا ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جب میں نصرت راستے میں پہنچا تو میں نے اپنے آپ کو تقریباً بیس سواروں میں پایا یا اسی قدر عمامہ پوشوں میں پایا وہ کہنے لگے اپنے آقا کو خبر دینا کہ اللہ نے آپ کو کفایت کی ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا تو آپ ایک چادر اوڑھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور قسم بخدا جو نبی میں واپس آیا مجھے دوبارہ سردی گئے گی اور میں سردی سے کانپنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کیا تو میں آپ کے نزدیک ہو گیا تو آپ نے اپنی چادر مجھ پر ڈال دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی بات ٹھکنیں کرتی تو آپ نماز پڑھتے، میں نے آپ کو بتایا کہ میں احزاب کو

تکلیف کرتے چھوڑا ہے۔

اس طرح عزم چھٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزمائش کے بنیوں سے چھڑایا اور مؤمنین صادقین نے اپنے صدق اور عبودیت کے پھل اپنے محبوب نبی کے ساتھ ان خوفناک داتوں میں توڑے، جن میں لگا ہوں کچ ہو گئیں اور دلدادہ گلوں تک پہنچ گئے اور اعزاب کے جیوش مدینہ کا حمارہ چھوڑنے لگے اعمال گناہ افواج، کلامی اور نامراد ہی کے دامن گھیسے ہوئے پشت پھیر گئیں انہوں نے اپنی اس عظیم جنگ سے تھکاوٹ دور ماندگی کے سوا کچھ حاصل نہ کیا۔

اعزاب کی منظم ریٹائرمنٹ

جب اعزاب نے ریٹائرمنٹ کرتے اور حمارے کو چھوڑنے کا لازم کیا تو سالار عام، ابوسفیان نے فیصلہ کیا کہ ریٹائرمنٹ منظم طور پر ہو اور اس میں اکتھار و اضطراب نہ ہو اور یہ کہ وہ منظم اور مسلح افواج کی حفاظت میں ہو اور وہ اس کی نگرانی ہوں اس لیے ابوسفیان نے قریشی فوج کے سواروں کے قائد خالد بن ولید اور ان کے مددگار عمرو بن العاص کو حکم دیا کہ وہ دونوں اس ریٹائرمنٹ کی تنظیم کی نگرانی کریں اور ریٹائرمنٹ کرنے والی افواج کے پچھلے حصے کی حفاظت کریں کہ مسلمان ریٹائرمنٹ کے وقت اسے مزب نہ لگائیں (حضرت) عمرو بن العاص اور (حضرت) خالد بن ولید سالار عام کا حکم بجا لائے اور جلد ہی سے دو سو سواروں کو منتخب کیا پھر ان ... سواروں نے اس علاقہ میں قیام کیا جو اعزاب کے پڑاؤ کے پچھلے حصے کے درمیان ہے اور وہ اس علاقے میں اپنے گھوڑوں کو دوڑانے لگے اور ریٹائرمنٹ کرنے

والی فوج کے ساتھ ساتھ پٹنے لگے اور وہ اسلامی فوج کے کسی بھی حملہ کو روکنے کے لیے تیار تھے اور قریشی سواروں کا دستہ اسی حالت میں رہا حتیٰ کہ خندق کے آگے سے اپنی اپنی جگہوں سے احزاب کے جیوش کی ریٹائرمنٹ مکمل ہو گئی اور وہ خطرے کے مہلاتے سے دُور ہو گئے۔

ریٹائرمنٹ کے وقت ابوسفیان کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھنا

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ احزاب کے جیوش کے سالار عام (ابوسفیان) نے اپنی ریٹائرمنٹ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا جس میں آپ کو خندق کی پناہ لینے پر ملامت کی اور اس نے آپ سے کہا خندق کی تدبیر نہ ہوتی تو مسلمانوں کا وجود باقی نہ رہتا اور ابوسفیان نے یہ خط ابو سلمہ الخثعمی کے ہاتھ لیا اور جب وہ اسے لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبہ کو بلایا اور وہ آپ کے ساتھ ہی آپ کے خیمہ میں داخل ہوئے اور آپ کو خط ستایا، اس میں لکھا تھا: باسمک اللہم، میں لات، عزری، اسات، ناکہ ہدیہ کی قسم کھاتا ہوں، کہ میں اپنی فوج کے ساتھ آپ کے پاس آیا اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی طرف دوبارہ نہ آئیں حتیٰ کہ آپ کی بیخ کنی کر دیں اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے ہم سے ٹھہر کر تپا پسند نہیں کیا اور آپ نے تنگناٹیاں اور خندق میں بنالی ہیں اور آپ نے خندق کی پناہ لے لی ہے اور آپ نے اس تدبیر کی پناہ لے لی ہے جس سے عرب واقف نہیں ہیں وہ صرف اپنے نیزوں کے سائے اور اپنی

۱۷۱- سیرت حبیبہ جلد ۲ ص ۱۱۶ -

۱۷۲- آپ کے حالات ہماری کتاب مذہبہ احزاب میں دیکھئے۔

تو اردوں کی ٹھاکر کو جانتے ہیں اور آپ نے یہ کام ہماری تو اردوں اور ہماری ملاقات سے فراموش کیے کیا ہے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس نے آپ کو یہ بات سکھائی ہے پس اگر ہم آپ کو چھوڑ دیں تو تم کو احد کے روز کی طرح ہم سے ایک دن ملے گا جس میں ہم... عورتوں کی مدد کریں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے یوسفیان بن حرب کی طرف

ابا عبد، مجھے آپ کا خط ملا۔ ادا سے نبی غالب کے احمق اور جاہل۔
 قدیم سے تجھے اللہ کے متعلق دھوکہ ہوا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ تیرے اور
 اس چیز کے درمیان جو تو چاہتا ہے حائل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ، انجام کو
 ہمارے لیے بنائے گا اور یہ جو تو نے بیان کیا ہے کہ تو اپنی افواج کے ساتھ،
 ہماری طرف آیا ہے اور تو ہماری بیخ گئی کئے بغیر واپس نہیں جانا چاہتا، یہ وہ امر
 ہے کہ اللہ تیرے ادا کے درمیان حائل ہو جائے گا اور انجام کو ہمارے لیے مقرر
 کرے گا اور تجھ پر وہ دن آئے گا کہ میں اس میں لات و عزیٰ اور اسات، نائم
 ادا ہیل کو توڑوں گا۔ ادا سے نبی غالب کے بے وقوف۔ میں تجھے
 یہ بات یاد کر اؤں گا اور تیرا یہ کہنا کہ مجھے کس نے سکھایا ہے یعنی جو عنقریب ہم نے
 بنائی ہے بلاشبہ جب اللہ نے تیرے اور تیرے اصحاب کے غیظ کو اپنے ساتھ دیکھا تو
 اس نے مجھے اس کا الہام کیا۔

اور یوں دسعت محاصرے کے بعد جو تقریباً ایک ماہ تک رہا جس میں مسلمانوں

۱۳۱۔ الوثائق الیاسیة فی العهد النبوی والخلافة الراشدة ص ۱۳۱ ادا اس کے بعد کے صفحات

سیرت علیہ جلد ۲ ص ۱۳۱ ادا اس کے بعد کے صفحات

کی تنگی، تھکاوٹ اور ظلم کی حالت درماندگی اور خوف تک پہنچ گئی) اللہ تعالیٰ نے احزاب کو شکست دی اور غدار عہد شکن یہود بنی قریظہ کو ذلیل کیا اور مؤمنین صابریں کو فتح دی اور یہ بغیر اس کے کہ مسلمان اس میں جو انوں کا کوئی قابل ذکر نقصان برداشت کریں عظیم تباہ کن فتح تھی اور یہی اللہ کے اس قول کا مفہوم ہے وکنی اللہ المؤمنین القتال کر اللہ مؤمنین کو قتال سے کافی ہو گیا۔

اور جب جیوش احزاب کی ریٹائرمنٹ کی کاروائی مدینہ کے اردگرد کی چھاؤنیوں سے مکمل ہو گئی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو مدینہ واپس جانے کا حکم دیا اور یہ فوج اپنی جگہوں کو چھوڑنے لگی اور لمبا سانس لینے کے بعد مدینہ کی جانب چلی گئی اور اس نے اس کو ب عظیم سے نجات پائی جس کی مثل اس نے اپنی تاریخ نہیں دیکھی تھی۔

دشمن کی آخری جنگ

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو (جب وہ خندق کے پیچھے اپنی جگہوں کو چھوڑ رہے تھے) خبر دی کہ احزاب کی یہ جنگ ان کی آخری کاروائی ہوگی جسے دشمن، مسلمانوں کے خلاف بردے کاروائیوں کے اور اسلامی فوج (اس عزودہ کے بعد) ہمیشہ جنگ کرے گی۔

البزار نے حضرت جابر کی حدیث سے اسناد حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے روز فرمایا — اور انہوں نے آپ کے لیے بہت فوجیں جمع کی تھیں — اس کے بعد یہ تم سے کبھی جنگ نہیں کریں گے بلکہ تم ان سے جنگ کرو گے اور علماء مسلمانوں نے — عزودہ احزاب کے بعد — دشمن کی جانب سے کسی جنگ کا سامنا نہیں کیا بلکہ

وہی دشمنوں سے جنگیں کرتے تھے حتیٰ کہ جزیرہ عرب پر انہیں مکمل تسلط حاصل ہو گیا اور یوں ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خواہش سے نہیں بولتے بلکہ وحی سے گفتگو کرتے ہیں جو ان پر ہوتی ہے، صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم



فصل پنجم



- ————— معرکہ میں فریقین کے مقتولین کی تعداد،
○ ————— معرکہ کے متعلق قرآن کی گفتگو،

مسلمانوں کو اپنی تاریخ میں جن معرکوں سے واسطہ پڑا اگرچہ احزاب کا یہ غزوہ ان سب سے زیادہ خطرناک معرکہ تھا اور مسلمان اپنی جن حربی کاروائیوں میں شامل ہوئے تھے ان سب سے زیادہ سخت حربی کاروائیوں والا تھا یعنی خوف، تعلق و درمانگی رعب اور تکلیف کے لحاظ سے، پھر بھی اس میں فریقین کے مقتولین کی تعداد گیارہ جواؤں اور دو زخمیوں سے بڑھ نہیں سکی،

مسلمانوں کے شہداء کی تعداد

اس معرکہ میں مسلمانوں کے شہداء کی تعداد صرف آٹھ تھی جو سب کے سب انصار تھے جب کہ اس معرکہ میں مہاجرین میں سے ایک شخص بھی قتل نہ ہوا اور شہداء یہ تھے۔

I - بنی عبدالاشہل (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) سے تین اشخاص،
۱ - اوس کے سردار اور ان کے لیڈر، حضرت سعد بن معاذ ^{رضی}
آپ کو ایک تیر لگا جس سے آپ زخمی ہو گئے حتیٰ کہ غزوہ بنی قریظہ کے بعد آپ اسی کے باعث وفات پا گئے۔

سہ:۔ آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھئے۔

۲۔ حضرت انس بن اوس بن عتیک سے

۳۔ حضرت عبداللہ بن سہل سے

(ب)۔ بنی جشم (جو خزرج کا بطن ہیں) سے دو اشخاص،

۱۔ حضرت الطفیل بن النعمان سے، آپ کو حضرت حمزہ کے قاتل نے قتل کیا ان نے خندق

کے پار سے آپ کو نیزہ مارا۔

۲۔ حضرت ثعلبہ بن غنم سے

(ج) بنی النجار (جو خزرج کا بطن ہیں) سے ایک شخص،

۱۔ انس بن اوس بن عتیک بن عمرو الانصاری الدوسی، آپ نے بدر میں شمولیت نہیں کی لیکن آپ احد میں شامل ہوئے، موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ خندق کے روز، خالد بن ولید نے آپ کو تیر مار کر قتل کر دیا اور آپ شہید ہو گئے۔

۲۔ عبداللہ بن سہل بن زید بن عامر الدوسی الانصاری، ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات الکبریٰ میں بیان کیا ہے کہ آپ حضرت رافع بن سہل کے بھائی ہیں اور یہ دونوں بھائی دسھرا احد کے بعد زخمی ہونے کی حالت میں حمراد الاسدی طرف گئے ان میں سے ایک دوسرے کو اٹھانا اور ان دونوں کے پاس کوئی ساری نہ تھی ان دونوں جوانوں کا عجیب و غریب واقعہ ہماری کتاب عزودہ احد کے صفحہ ۱۵ پر دیکھئے، حضرت عبداللہ بن سہل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر و احد میں شامل ہوئے۔

۳۔ آپ کے حالات اس کتاب کے گزشتہ صفحت میں دیکھئے۔

۴۔ ثعلبہ بن غنم بن عدی بن شان بن تائب الانصاری الخزرجی، آپ اس مبارک ہرادل میں شامل ہیں جو بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے، آپ چھوٹی عمر کے جوان ہی تھے کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا، آپ اور حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبداللہ بن انیس، مدینہ میں بنی سلمہ کے احصام کے پاس جاتے تھے اور انہیں توڑ دیا کرتے تھے، حضرت ثعلبہ بدر و احد میں شامل ہوئے اور خندق کے روز، شہید ہو گئے آپ کو بہیرہ بن ابی وہب مخزومی نے قتل کیا۔

۱۔ حضرت کعب بن زیدؓ

ان چھ شہداء کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے، ان کے علاوہ وہاں دو شہید اور بھی تھے جن کا ذکر ابن اسحاق نے نہیں کیا وہ دونوں، دشمن کی افواج کی حرکات معلوم کرنے کے لیے جاسوسی کی کاروائیاں کر رہے تھے کہ اجزاب کی افواج کی گشتی پارٹی نے انہیں قتل کر دیا جو مدینہ کے قریب جاسوسانہ کارروائی کر رہی تھی۔

اور ابن برہان الدین نے بھی اپنی کتاب (سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۱۱۱) میں ان دونوں شہیدوں کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ حضرت سلیط۔ سیرت حلبیہ میں اس کے زیادہ کچھ بیان نہیں ہوا بلکہ صرف سلیط ہی بیان کیا ہے۔

۲۔ حضرت سفیان بن عوف

اور ابن برہان الدین نے اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا کہ کیا یہ دونوں شہید، مہاجرین میں سے تھے یا انصار سے، اقرب الی الصواب یہ ہے کہ یہ دونوں انصار میں سے تھے کیونکہ یہ بات نہایت مستحب ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی

۱۷۔ کعب بن زید بن قیس بن مالک بن کعب النجاری الخزرجی، آپ اسلام کے سابقوں میں سے ہیں آپ نے بدر میں شہادت کی، ابن اسحاق نے بیان کیا ہے آپ کو ناگہانی ایک تیرا لگا اور واقعہ نے بیان کیا ہے کہ ہزار بن الخطاب الغھری نے آپ کو قتل کیا ہے اور یہ حضرت کعب وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے (مردوں امیتہ الغھری کے ساتھ بیڑموند کے اس قتل سے نجات پائی جس میں بنو عامر نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ کے ساتھ خیانت کر کے انہیں قتل کر دیا اور اس عوف نامک قتل کی تفصیل اس کتاب کے آغاز میں دیکھیے۔

خبروں کی جاسوسی کے لئے اطلاق میں اس شخص کو بھیجیں جو وہاں کا باشندہ نہیں ہے اس لیے کہ انصار، ان علاقوں کو مہاجرین سے زیادہ جانتے تھے۔ پس یہ مستعد امر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان علاقوں میں جاسوسی کے لیے کسی مہاجر کو بھیجیں۔

اور میں نے ان دونوں شہیدوں کے حالات "الاحزاب" ، "الاستیعاب" اور طبقات ابن سعد دیکھری میں تلاش کئے ہیں مگر مجھے ان دونوں کے متعلق کوئی بات معلوم نہیں ہوئی۔

اور ان دونوں کے متعلق مجھے جو کچھ ٹا ہے وہ وہی ہے جسے ابن براء امیری نے اپنی کتاب (سیرت حلبیہ) جلد ۲ ص ۱۱۱ پر بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیمان بن عمرو کو احزاب کے لیے ہرادل کے طور پر بھیجا اور انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور آپ نے ان دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا، پس یہ دونوں شہید ساتھی ہیں۔

جن مقتولین کی تعداد معلوم نہیں ہو سکی

مسلمانوں میں سے ان آٹھ شہدائے غادہ بھی، کچھ دوسرے مقتول اور مجروح مسلمان تھے جو خندق کی راتوں میں غلطی سے مارے گئے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کے دو گشتی دستے رات کو خندق کے کناروں کی حفاظت کے لیے نکلے اور دونوں کی مڑ بھٹ ہو گئی اور وہ ایک دوسرے کو نہ جانتے تھے، ہر گشتی دستے نے دوسرے کو دشمن کا دستہ خیال کیا پس وہ ایک دوسرے کو مارنے لگے اور وہ زخمی اور قتل ہوئے پھر انہوں نے شکار اسلام

(حُمَّ لَا يَنْصُرُونَ) کی آواز دی تو وہ ایک دوسرے سے دک گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا، تم میں سے راہ خدا میں زخمی ہونے والا اور قتل ہونے والا شہید ہے۔

ہاں کسی ایک مؤرخ نے بھی اس حادثہ میں مقتول و مجروح ہونے والوں کے نام اور ان کی تعداد بیان نہیں کی، واللہ اعلم،

مشرکین کے مقتولین

اس معرکہ میں مشرکین کے مقتولین صرف چار تھے جو سب کے سب قریش میں سے تھے۔

(ا) بنی عبدالدار سے ایک شخص

(ب) منبہ بن عثمان بن عبید

(ج) بنی مخزوم سے ایک شخص

(د) نوفل بن عبد اللہ بن المغیرہ، اسے حضرت زبیر بن العوام نے خندق میں اپنے

گھوڑے سمیت داخل ہونے کے بعد قتل کیا،

(ه) بنی عامر بن لای سے دو اشخاص

(و) عمرو بن عبدود، اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا،

(ز) حعل بن عمرو بن عبدود، اسے بھی حضرت علی نے ہی قتل کیا جیسا کہ ابن ہشام نے

بحوالہ زہری اسے بیان کیا،

معرکہ کے متعلق قرآن کی گفتگو

قرآن کریم نے معرکہ احزاب کے متعلق گفتگو کی ہے اور سورہ احزاب کی متعدد

آیات میں جو سترہ آیات تک پہنچی ہیں اس معرکہ کے مراحل کو سمویا ہے اس کا آغاز سورہ احزاب کی نویں آیت سے ہوتا ہے اور پچیسویں آیت پر ختم ہوتا ہے۔

قرآن کریم نے سب سے پہلے جس امر پر گفتگو کی ہے وہ احزاب کی افواج کے پیچھے پر مسلمانوں پر مصیبت کا نازل ہونا، اور ان افواج کے ہٹانے پر مسلمانوں پر اللہ کے انعام کا نازل ہونا اور طبعی عوامل کا ان پر مسلط کرنا اور اللہ کی فوجوں سے ان کو پریشان کرنا ہے جنہیں کسی نے نہیں دیکھا، اس بات نے اسے مدینہ سے کوچ کرنے اور اس کا محاصرہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

دیا ایہا الذین امنوا وکان اللہ بما تعملون بصیرا

ترجمہ۔ اے مومنو، اللہ کے اس انعام کو یاد کرو جب تمہارے پاس لشکر آئے تو ہم نے ان پر ہوا اور لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا، اور جو تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔

جو لشکر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئے تھے ان سے قرآن کریم کی نرا، قریش، عطفان اور بنی قریظہ ہیں اور جن لشکروں کے متعلق قرآن نے اشارہ کیا ہے کہ اللہ نے انہیں احزاب کو پریشان کرنے کے لئے بھیجا، بہت سے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ وہ فرشتے تھے، اور یہ ثابت نہیں کہ فرشتوں نے احزاب سے جنگ کی تھی لیکن انہیں پریشان کرنے اور تنگی کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔

امام شعرانی نے فتح القدر جلد ۱ ص ۱۱۱ پر بیان کیا ہے کہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فرشتوں کو بھیجا تو انہوں نے نہیں، اکھاڑ دیں اور غیموں کی طنائیں کاٹ دیں اور آگ بھادسی اور دگیس الٹ دیں اور سواروں نے ایک دوسرے پر چلے کیے اور اللہ تعالیٰ نے رعب کو ان پر مسلط،

کر دیا اور فوج کی اطراف میں احزاب کو خوفزدہ کرنے کے لیے فرشتوں کی تکبیر زیادہ ہو گئی حتیٰ کہ ہر قوم کا سردار اپنی قوم سے کہنے لگا اے بنی فلاں میری طرف آ جاؤ اور جب وہ اکٹھے ہو جاتے تو وہ انہیں کہتا نجات حاصل کرو نجات حاصل کرو۔

اور جب اللہ نے مؤمنین کو پاک کر لیا اور ان آزمائشوں اور مصائب کی بھٹی میں ان کو پکھلایا جنہوں نے ان کی گردنیں پکڑ لیں اور ہر جانب سے ان کا احاطہ کر لیا تو اس کے بعد احزاب کو تنگ کرنے کے لیے تائید الہی آئی اور وہ ان مصائب کے سامنے ڈٹ گئے اور انہوں نے عقلمانانہ بت کر دیا کہ وہ اپنے ایمان کے لحاظ سے ان مصائب و تکالیف سے بڑے ہیں سوا انہوں نے فتح پاتے یا فنا ہونے تک جنگ کی مقاومت کرنے کا فیصلہ کیا اور اس موقع پر ان کے صبر و ثبات اور ایمان و یقین کی جزاؤں کے طور پر اللہ کے ہاں سے ان کے پاس اچانک مدد آئی۔

حالت کی گراوٹ کے متعلق قرآنی گفتگو

قرآن کریم نے مسلمانوں کی حالت کی گراوٹ اور ان کی صفوں میں نفوس رعب اور گھبراہٹ کے انتشار کے متعلق گفتگو کی ہے جو اس بات کے نتیجے سے پیدا ہوا تھا کہ احزاب کی افواج نے (یہود مدینہ کی مساعدت سے) ہر جانب سے ان کو ڈھانپ لیا تھا اور خوفناک صورت میں ان کے محاصرہ کو مضبوط کر دیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اذ جاؤ ذکم وذلوازلزلوا شدیدا

ترجمہ ۱۔ جب وہ تمہارے اوپر نیچے سے تمہارے پاس آ گئے اور لگا ہیں کچ ہو گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح

کے گمان کرنے لگے وہاں مؤمنین آٹھائے گئے اور انہیں سخت جھٹکے ، دیئے گئے۔

اس صورت حال نے مدینہ کو خوفزدہ کر دیا اور یہ کرب اس پر حاوی ... ہو گیا اور اس سے اس کا کوئی ایک باشندہ بھی نہ بچا اور قریش بظلمان کے مشرکین نے اور بنی قریظہ کے یہود نے اسے ہر جانب سے اُپر سے بھی اور نیچے سے بھی ڈھانپ لیا اور ایک دل کا شور کرب و خوف دوسرے سے مختلف نہ تھا، صرت ان دلوں کی قبولیت میں اور اللہ کے بارے میں ان کے ظن میں اور سختی میں ان کے سلوک میں قسم حساب اور نتائج کے تصورات میں اختلاف پایا جاتا تھا اور پھر وہاں آزمائش و امتحان اکمال اور دقیق تھا اور مؤمنین اور منافقین کے درمیان فیصلہ کن امتیاز پایا جاتا تھا، جس میں تردد نہ تھا

منافقین کے متعلق قرآن کی گفتگو

اسی طرح قرآن کریم نے ان منافقین کے موافقت تخریب و ارجات (تخریب کاری اور افواہ بازی) کے متعلق بھی گفتگو کی ہے جو مدنی فوج میں موجود تھے جس سے انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر نازل ہونے والے کرب و بلا کو دگان کرنے میں پارٹ ادا کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَيُّهَا الْمُنَافِقُونَ الْآخِرُونَ

تو کلمہ اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جھوٹا وعدہ ہی کیا ہے۔

اور یہ بات یوں ہے کہ ان قیصر کئی گھڑیوں میں جہن میں مسلمانوں پر خوف و رعب چھا گیا تھا بعض منافقین گھڑے ہو گئے اور کھڑے ہو کر یہ منافقین اللہ اور اس کے رسول کے وعدے سے ٹھٹھا کرنے لگے جو انہوں نے مؤمنین سے وعدے کے بارے میں کیا تھا اور کہنے لگے — محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانے کھا میں گے اور اب ہم میں سے کوئی خوف کے مارے قتلے حاجت کو بھی نہیں جاسکتا۔۔۔ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جھوٹا وعدہ ہی کیا ہے۔

اور اسی طرح قرآن کریم نے ان منافقین کے گروہ کے متعلق بھی — جب کرب، شدت اختیار کر گیا اور مصیبت کے حلقے مضبوط ہو گئے — گفتگو کی ہے جو سپاہیوں کے درمیان فرار اور شکست کی روح پھیلانے کے لیے لگے انہوں نے اسلامی فوج کی صفوں کے اندر کمزوری اور انتشار پیدا کرنے کے جذبے سے یہ کام کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

وَاذْقَالَتْ حَائِقَةٌ مِّنْهُمْ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُورًا

ترجمہ ۱۔ جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے اہل یثرب تمہارے لیے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں، واپس چلے جاؤ، اور ان میں سے ایک فریق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگنے لگا وہ کہتے تحقیق ہمارے گھر خالی ہیں حالانکہ وہ خالی نہ تھے وہ صرف بھاگن چاہتے تھے،

اور اگر انہیں مدینہ کی اطراف سے ان کے پاس لایا جاتا پھر ان سے جنگ کے متعلق دریافت کیا جاتا تو وہ اسے دے دیتے اور وہاں تھوڑا عرصہ ہی

مٹھرتے ادا نہیں نے قبل ازیں اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پشت نہ پھیریں گے اور اللہ کا عہد پورا چھایا جائے گا۔

اور قرآن کریم ان منافقین کے عیوب کو مسلسل بیان کرتا ہے جنہوں نے اعزاب کے دوزخ برائے حق اختیار کیا۔ فرماتا ہے

قل من يتفككم الفوار ولا يجيدون لهم عهدا والله وليا ولا نصيرا

ترجمہ: کہہ دیجئے اگر تم نے موت یا قتل سے فرار اختیار کیا تو فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہ دے گا اور اس وقت تمہیں محفوظ فائدہ ہی ہوگا، کہہ دیجئے اگر اللہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے یا تم پر مہربانی کرنا چاہے تو کون تمہیں اللہ سے بچائے گا، اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہ پائیں گے۔

اور قرآن کریم منافقین کی خبیث اور تخریب کار فطرت کے متعلق بھی گفتگو کرتا ہے جو جہاد سے پیچھے رہنے اور وہ سرول کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد سے چلے جانے اور ان روکنے والے منافقین کی صفوں میں منظم ہو جانے کی فطرت ہے اسی طرح وہ ان کی کمزوری اور ہزدلی کی حالت کی بھی تصویر کشی کرتا ہے جو جنگ کے وقت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے حالانکہ حالت امن میں وہ بڑے منہ پھٹے، زبان دراز اور سخت نقاد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قد يعلم الله المعروفين منكم وكان فاك على الله سيرا

ترجمہ: اللہ تم میں سے روکنے والوں اور اپنے بھائیوں کو، ہمارے پاس آجاؤ، کہنے والوں کو جانتا ہے اور وہ جنگ میں کم ہی آتے ہیں وہ تمہارے بارے میں بخیل میں اور جب خوف آتا ہے تو تو انہیں دیکھے گا کہ وہ تیری طرف دیکھتے ہیں اور ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی

ہیں جس پر موت کی عشی طاری ہو اور جب خوف چلا جاتا ہے تو وہ تمہیں تیز زباؤں کے ساتھ ملیں گے اور بھلائی کے بارے میں بخیل ہوں گے، یہ لوگ ایمان نہیں لائے پس اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا اور یہ بات اللہ پر اسان ہے۔

فی ظلال القرآن میں بیان ہوا ہے کہ — وہ بلوں سے نکلے اور اللہ سے کے بعد ان کی آوازیں بلند ہوئیں اور عظمت سے ان کی رنگیں پھول گئیں اور بھاگنے کے بعد مغرور ہو گئے اور بے حیائی سے جو چاہا اپنے لیے قتل میں آزمائش کا اور شجاعت و جوانمردی کے کاموں میں فضیلت کا دعویٰ کیا،

اور لوگوں کا یہ نمونہ کسی قوم اور قبیلے میں منقود نہیں ہے اور یہ ہمیشہ موجود رہتا ہے اور جہاں امن و فراخی ہو وہاں یہ شجاع اور نمایاں فصیح ہوتا ہے اور جہاں شدت اور خوف ہو وہاں یہ خاموش بزدل اور بگڑا ہوتا ہے اور وہ بھلائی کے کاموں میں بخیل ہوتا ہے اور اہل خیر اس کی زبان دلازی کے تکلیف پاتے ہیں۔

اور قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ منافقین کے دلوں پر خوف اور گھبراہٹ کیسے مسلط تھا اور ان کے رشد و صواب کو — اعجاز کی افواج کی واپسی کے بعد بھی — اس درجہ تک زائل کرنے والا تھا کہ وہ یقین رکھتے تھے کہ یہ افواج ہمیشہ ہی مدینہ کے گرد اپنے اپنے پڑاؤ میں رہیں گی حالانکہ بالآخر وہ ریٹائرمنٹ کر گئیں۔

یہ مسلمانوں کی جانچ کرنے والے منافقین کی طرح سختی اور خوف کے وقت فوج کی صفوں سے چپکے سے کھینکتے اور میدان سے بھاگ جاتے اور جنگ کے خطرے سے ڈر رہنے کے باوجود اپنی شدید بزدلی کے باعث تمنا رکھتے تھے کہ وہ جنگل کے اطراف ہوتے اور کوئی تعلق انہیں مدینہ سے مربوط

ذکرہ تا جو جنگ کا ہدف اول تھا اور کس طرح وہ گھبراہٹ اور اضطراب میں رہے
کا پینے والا بند دل جو ہر متحرک چیز کو اپنے غلات خیال کرتا ہے (مسلمانوں اور احزاب
کے درمیان ہونیوالی جنگ کی خبروں کے نتیجہ کے متعلق دریافت کرتے تھے اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے،

يَحْسِبُونَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا دلو کا زانیا تم مانتا تھا آتے تھے

ترجمہ۔ احزاب کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ نہیں گئے اور اگر احزاب آتے تو
وہ چاہتے کہ کاش وہ جنگ میں احزاب کے درمیان رہتے اور تمہاری خبروں کے
متعلق پوچھتے اور اگر وہ تم میں شامل ہوتے تو بالکل جنگ نہ کرتے۔

مسلمانوں کے بلند موقف کے متعلق قرآن کی گفتگو

پھر قرآن کریم اس رذی، بھدی اور مبغوض صورت حال سے جس پر
منافقین معرکہ احزاب کے برپا ہونے سے لے کر اس کے اختتام تک قائم
تھے اس روشنی اور شاندار صورت حال کی طرف بات کو منتقل کرتا ہے جس میں
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص صحابہ نمایاں ہوئے جب
کہ آزمائشوں نے ان کا گھیراؤ کیا ہوا تھا اور مصائب نے ان کے غلات معاہدے
کٹے ہوئے تھے اور تکالیف ان پر پے در پے برستی تھیں، پس وہ ان کے
سامنے ڈٹ گئے اور ان کے دھکوں کے سامنے ٹھوس پہاڑوں کی طرح
ثابت قدم رہے اور بجائے اس کے کہ یہ آزمائشیں اور مصائب ان کے لیے
اضطراب اور کمزوری کا سرچشمہ ہوتے یہ ان کے لیے الطمینان، اعتماد، ایمان
یقین اور اللہ کی مدد کی بشارت حاصل کرنے کا سرچشمہ بن گئے۔

اس نے عبادت کو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے شروع کیا ہے

جو شہادت و ثبات اور ایمان میں اور احوال کے اضطراب اور مصائب و آفات میں
میں فتح و ظفر کے کناروں تک تو مسوں کی کمان کرنے میں مکمل نمونہ ہیں اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے،

لقد کان لکم و ذکر اللہ کشیوفاً

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمہارے لیے اچھا نمونہ
ہے اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا خواہاں ہے اور اللہ کو بہت
یاد کرتا ہے۔

ولما رأى المؤمنون وما زادهم الا ايماناً قلوباً

ترجمہ:- اور جب مؤمنین نے احزاب کو دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ہم سے اللہ اور
اور اس کے رسول نے وعدہ کیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے اور اس
بات نے انہیں ایمان و اطاعت میں زیادہ کر دیا۔

اور اس جگہ پر قرآن کریم نے جو انوں کے اس نمونے کے متعلق بھی گفتگو
کی ہے داسان سے ان کے مضبوط تعلق کی وجہ سے (کہ عزودہ احزاب میں جو
کرب اور خوفناک مصائب انہیں پیش آئے انہوں نے ان کی صلابت ایمانی میں
اور انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس پر صدق سے صبر و ثبات کرتے ہیں،
اور موت تک اس کی راہ میں قربانی دینے میں اضافہ کر دیا اس کے برعکس
منافقین کے بزدل، کاہل، متزلزل اور ڈرپوک گروہ کا نمونہ ہے جو کسی عہد پر
قائم نہیں رہتا اور نہ اسے پورا کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

من المؤمنین رجال وما بدلوا تبديلاً

ترجمہ:- مؤمنین میں کچھ ایسے جوان بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے
کو سچ کہہ دیا یا ان میں سے کچھ نے اپنا کام پورا کر دیا ہے، اور کچھ انتظار میں

ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی،

اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت انس بن النضر کے متعلق اور آپ کے ان اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو معرکہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے، امام احمد نے — اپنے اسناد سے — جو الہ حضرت ثابت ثابت روایت کی ہے کہ — میرے چچا انس بن النضر، بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل نہیں ہوئے اور آپ پر یہ بات گراں تھی اور آپ کہنے لگے یہ پہلی جنگ ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہوئے اور میں اس سے غیر حاضر رہا اور اگر اللہ تعالیٰ نے بعد ازاں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شامل ہونے کا موقع دیا تو میں اللہ کو دکھاؤں گا کہ میں کیا کرتا ہوں، راوی کا بیان ہے کہ آپ کے سوا کوئی اور بات کہنے سے ڈر گئے

اور جنگ احد میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے، حضرت سعد بن معاذ آپ کے سامنے آئے تو حضرت انس نے انہیں کہا اے ابو عمر جنت کی خوشبو کہاں ہے، میں اسے احد کے در سے پاتا ہوں، راوی کا بیان ہے کہ آپ نے ان سے جنگ کی حثیٰ کہ قتل ہو گئے اور آپ کے جسم پر تیر، تموار اور نیزے کے اتنی زخم تھے۔

آپ کی بہن — میری پھوپھی دختر نضر — کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو اس کی انگلی سے پہچانا، راوی کا بیان ہے کہ پھر یہ آیت نازل ہوئی "مَنْ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ لَا يَتَخَفُونَ" راوی کا بیان ہے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ آیت آپ کے اور آپ کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے رضی اللہ عنہم۔
خواہ کچھ بھی ہو اس آیت میں جو اوصاف بیان ہوئے ہیں اور اس نوع

کے نیک جوانوں پر منطبق ہوتے ہیں جو تمام موافق ہیں اپنے نبی کے پہلو میں ثابت قدم رہے اور انہوں نے اللہ نے مجھ سے کیا تھا وہ پورا کیا خواہ وہ انس بن النضر اور آپ کے اصحاب ہوں جو احد کے ہیرو تھے اور خواہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص صحابہ ہوں جو معرکہ احزاب میں آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔

ابتداء آزمائش

پھر قرآن کریم ان مشاہد مختلفہ اور صُور متبانیہ کے بعد جو معرکہ احزاب کے ساتھ شامل رہیں بیان کرتا ہے کہ لوگوں نے جن کو دُوب و مَحْن کا مشاہدہ کیا ہے وہ صرف ابتداء آزمائش کے طور پر تھیں تاکہ وہ صادق کی اصل حقیقت کو واضح کرے اور وہ اللہ سے اپنی اچھی جزائے ادا کا ذب منافق بھی نمایاں ہو جائے اور لوگوں کے سامنے اس کی اعلیت کو واضح کرے تاکہ وہ جس عذاب کا مستحق ہے اسے حاصل کرے اللہ تعالیٰ ان واقعات کے ذکر کے بعد فرماتا ہے،

لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ ان الله كان عفواً رحيماً

ترجمہ: تاکہ اللہ راستبازوں کو ان کی راستبازی کی جزا دے اور منافقین کو عذاب دے اگرچہ چاہے تو، یا تو ان کو معاف کر دے بیشک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

پھر اس عظیم خوفناک واقعہ (غزوة احزاب) کے بارے میں بات کو اس پر ختم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راستباز، صابر مومنین کے ساتھ ہے وہ انہیں ان کے دشمن کے مقابلہ میں بے یار مددگار نہیں چھوڑے گا اور

اسے (جب تک وہ اللہ سے مضبوط تعلق رکھتے ہیں اور اس کے وعدوں کی سچائی پر یقین رکھتے ہیں) ان پر قابو نہیں دے گا بلکہ وہ انہیں اس دشمن پر فتح دے گا خواہ وہ کس قدر قوت و جبروت کا حامل ہوگا جیسا کہ احزاب کے خوفناک عزودہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَانَ اللَّهُ تَوَّابًا عَزِيزًا

ترجمہ: اور اللہ نے کافروں کو ان کے فیض سمیت واپس کر دیا اور انہیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوئی اور اللہ، مؤمنین کو جنگ سے کافی ہو گیا اور اللہ قوی اور عزیز ہے،

اسی طرح قرآن کریم نے خندق کی کھدائی کے دوران، منافقین کی سستی اور ان کے مخربہ اعمال کے متعلق بھی گفتگو کی ہے کہ کس طرح وہ سالار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کیے بغیر خندق میں کام کرنا چھوڑ دیتے تھے پس قرآن کریم نے چپکے سے کھسک جانے کی کاروائی کی مذمت کی ہے جسے وہ اس خندق کی کھدائی میں فعال مشارکت کرنے سے فرار اختیار کرنے کے لیے کرتے تھے جس کے متعلق مدینہ کی کمان نے فیصلہ کیا تھا، کہ وہ دارالخلافت کی بڑی دفاعی لائن ہوگی اور اسی طرح اس نے (اسی وقت میں) ان مؤمنین کی تعریف بھی کی ہے جو خندق میں کام کرنا اس وقت چھوڑتے تھے جب انہیں کوئی ضروری حاجت ہوتی تھی اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص اجازت لینے کے بعد کام چھوڑتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

ترجمہ: مومن صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب وہ کسی امر جامع میں آپ کے ساتھ ہوتے ہیں تو آپ سے اجازت لیے بغیر نہیں جاتے بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پس جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیں اور اللہ سے ان کے لیے بخشش مانگیں بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اتبہا کرتے ہوئے کہا ہے۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ عَذَابَ الْإِيمَانِ

ترجمہ: تم رسول کی پکار کو اپنے درمیان یوں نہ بناؤ جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم سے چپکے سے آنکھ بچا کر کھسک جاتے ہیں پس وہ لوگ جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ڈر جائیں کہ انہیں نکتہ یا عذاب الیم پہنچے ،

محمد بن اسحاق نے ان آیات کا سبب نزول یہ بیان کیا ہے کہ جب غزوہ خندق (احزاب) میں قریش اور احزاب کا اکٹھا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق اور جس امر پر انہوں نے اتفاق کیا تھا اس کے متعلق سنا تو آپ نے مدینہ کے گرد خندق بنائی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کو اجہر کی ترغیب دینے کے لیے کام کیا اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ اس میں کام کیا آپ نے بھی مسلسل مشقت سے کام کیا اور انہوں نے بھی مسلسل مشقت سے کام کیا۔

اور یہ منافقین اپنے کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مسلمانوں سے پیچھے رہے اور کل سے گنزدہ ہونے کا تو یہ کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور اجازت کے بغیر چپکے سے کھسک کر اپنے اہل کے پاس جانے لگے اور مسلمانوں میں سے جب کسی جوان کو کوئی ضروری حاجت پیش آجاتی جس سے چاراندہ ہوتا تو وہ اس کا ذکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا اور اپنی حاجت کو پورا کرنے کے لیے آپ سے اجازت مانگتا اور آپ اسے اجازت دے دیتے اور جب وہ اپنی حاجت پوری کر لیتا تو وہ بھلائی کی رحمت اور ثواب کے لیے اپنے کام پر واپس آجاتا تو ان مومنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

انا المؤمنون الایۃ

ترجمہ:- پھر اللہ تعالیٰ نے کام سے کھسک جانے والے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر چلے جانے والے منافقین کے متعلق فرمایا ہے، لا تجعلوا دعا الرسول الایۃ



فصل ششم

تحلیل و تجزیہ

اس بات میں کوئی نزاع نہیں پایا جاتا کہ معرکہ احزاب — پلورے اسلامی وجود کے لیے — زندگی اور موت کا معرکہ تھا اسی طرح یہ — (ان لوگوں کی نسبت سے جنہوں نے اس کی منصوبہ بندی کی اور اس کی ذمہ داری لی) ان کے کھوجانے والے اقتدار اور نتائج شدہ رعب و ہیبت کی واپسی کی واحد امید تھا اور یہ بات مسلمانوں کا خاتمہ کرنے اور ان کی ہستی کو وجود سے مٹانے سے ہو سکتی تھی اس لیے غزوة احزاب سب سے بڑی عسکری کارروائی تھی جو یہودیت اور بت پرستی عہد نبوی میں اسلام کے خلاف بروئے کار لائی۔

معرکہ احزاب (لڑنے والوں کی جانب سے) عظیم تیاریوں اور دقیق تنظیمات میں بازی لے گیا، دشمنان اسلام نے اسلام کے خلاف جو جنگیں ادرجلیے کیے یہ غزوة ان سب سے زیادہ منظم اور دقیق ترتیب پر مبنی تھا اور اس جگہ میں دشمن کی افواج سب سے بڑی عسکری قوت تھیں جن کا مسلمانوں نے اپنے گھر کے صحن میں سامنا کیا بلکہ سب سے بڑی جانناز اور جنگجو قوت تھیں جن کے سامنے مسلمان ایک اور دس کی نسبت سے کھڑے ہوئے،

مسلمانوں کے موقف کی کمزوری

ہرادی پوز (تباہ کن طریق پر) اشارہ کر رہی تھی کہ عنقریب احزاب کو مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہو جائے گا اور ان کا انجام (صرف عسکری انداز سے کے مطابق)

ایسی بات تھی جس سے فراغت ہو چکی تھی اور اس کے مندرجہ ذیل اسباب تھے

۱۔ دشمن کی فوج ہرمادی چیز میں زبردست برتری کی حامل تھی

عرب قرشیوں اور غطفانیوں کے دس ہزار جانبا زوں نے جنہیں نہایت اچھے طریق پر تیار کیا گیا تھا مدینہ کو ڈھانپ لیا اور یہ سب کے سب مسلمانوں پر براہِ فرقتہ تھے ان عظیم مسکری قوت کی امداد، سرکش یہودیوں کا اس المال کمرہ ہا تھا۔ اور خبیث فریب کار اسرائیلی سوچ ان کے لیے منصوبہ بندی کر رہی تھی۔ اور ان عظیم افواج کے بالمقابل دوسری جانب فقط ایک ہزار جانبا ز تھا جو ایمان کے سوا، ہرمادی قوت میں اس فوج سے کم تھا۔

۲۔ یہود کی عہد شکنی

اس تباہ کن خطرے کے علاوہ، جس کے مقابلے کے لیے ساری اسلامی فوج کھڑی تھی اور وہ خونناک قرشی اور نجدی افواج کی صورت میں متمثل تھا، اس فوج کو ایک خونناک اور ہلا دینے والا دھکا لگا اور وہ بنی قریظہ کے یہود کا عہد شکنی کرنا اور ان فیصلہ کن اور خونناک گھڑیوں میں (یہ لوگ اسلامی فوج کی لائنوں کے پیچھے تھے) جنگ کرنے والوں کے ساتھ مستطلم ہو جانا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں اور بنی قریظہ کے درمیان مشترکہ دفاع کا معاہدہ تھا اور یہ بات طے شدہ تھی کہ یہود (اس معاہدے کے بموجب) مدینہ کا دفاع کرنے والی فوج کا حصہ ہوں گے۔

لیکن یہود نے بجائے اس کے کہ اپنے حلیعت مسلمانوں کی پیٹھ ٹھونکیں اور ظالم جنگ بانوں کے خلاف ان کے پیلوں میں کھڑے ہوں، وہ ان جنگ بانوں کے

ساتھ مل گئے، اور وہ (تقریباً ایک ہزار جانناز تھے) اسلامی فوج سے دشمنی رکھنے والی فوج بن گئے، جو پیچھے سے اس پر ٹوٹ پڑنے کو تھی۔ اور یہود کا یہ بُرا عمل ایک دردناک چوٹ اور بڑی تہدید تھی، جس کا اثر، بڑی جنگجو افواج کے اثر سے کم نہ تھا، اس لیے کہ کسی بھی فوج کے لیے (جو دشمن سے مقابلہ کی حالت میں ہو) پیچھے سے اچانک تہدید، اس بڑی فوج سے بھی بڑھ کر خطرناک ہوتی ہے، جس کا وہ مقابلہ کر رہی ہوتی ہے اور عملاً، یہود کی عہد شکنی اور ان کے جاننازوں سے مل جانے کا، مدینہ کی چھوٹی فوج کی صفوں پر بہت بُرا اثر پڑا، اور وہ اس طرح کہ حالت تنگ ہو گئی اور آزمائش سخت ہو گئی، اور توقف اس حد تک تنگ ہو گیا کہ سالار بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موجودگی میں مطفان کے قائدین کے ساتھ الگ صلح کرنے کے بارے میں سوچا جس کے بموجب وہ مدینہ سے واپس چلے جائیں اور اس کے بالقابل انہیں مدینہ کے پھولوں کا تہائی حصہ دیا جائے، اور حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کوشش اس سخت فوجی دباؤ کو کم کرنے کے لیے تھی، جس سے اسلامی فوج دوچار تھی۔

۳۔ منافقین اور انرا اٹانے والے عنصر کا اسلامی فوج کے اندر اس کے جزا

کے طور پر موجود ہونا

یہ عنصر مدینہ کا دفاع کرنے والی اسلامی فوج پر سب سے بڑی مصیبت تھا، اس طرح ہے کہ اس خبیث عنصر کی تحقیقت اس وقت معلوم ہوتی، جب مسلمان آزمائش کے سخت ترین مراحل میں تھے۔

یہود کے عہد شکنی کرنے اور مسلمانوں کو جنگ کا چیلنج دینے کے بعد رذالت اور کھلتگی کے عوامل جو ان منافقین کے دلوں میں، جاگزیں تھے، جو اظہارِ اسلام کرتے تھے، اور اختلاف کفر کرتے تھے، وہ۔ — ان خوفناک گھڑیلوں میں جن سے اسلامی وجود گذر رہا تھا، — فوج سے چپکے سے اور (کبھی کبھی) بھونڈے طور پر اجازت طلب کرنے

سے کھسکنے لگے، اس سے انہوں نے مدینہ کا دفاع کرنے والی فوج کے مورال میں بڑے بڑے شگاف کر دیئے۔

اور منافقین نے اسی پر لیس نہ کی بلکہ وہ فوج میں شکست کی روح پھیلانے لگے اور اعلانِ نبیہ) اس کی صفوں میں خوف اور گھبراہٹ کی اشاعت کرنے لگے، حتیٰ کہ اس کی تعداد کم ہونے لگی، یہاں تک کہ معرکہ کی آخری باتوں میں اس کی تعداد فقط تین سو چابازوں تک رہ گئی۔ اس بات نے مدینہ کی گمان کی پریشانیوں کو اس قدر بڑھا دیا کہ ان پر اصفیٰ کی گنجائش نہ رہی۔

۴۔ موسم کی ٹھنڈک اور ہواؤں کی سختی کے ساتھ فقر و احتیاج

ان اہم اور خرفناک امور کے علاوہ، جن کا مدینہ کی گمان کو سامنا کرنا پڑا، اجزاب کا سال مسلمانوں کے لیے بھوک اور قحط کا سال تھا اور سخت تکلیف دہ سردی اور چوبانی ہواؤں کا موسم تھا اور ثقہ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں پر ایک ایک دو دو دن گزر جاتے اور وہ ان میں کہانا نہ چکھتے، اور حضرت جنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجاوری کی رعایت کے مطابق — بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے،

جبکہ دوسری جانب اجزاب کی افواج کے پاس تمام ضروری غذائی مواد موجود تھا اور اس کے باوجود — ان کے پیچھے یہود کھڑے تھے (جو نل کے بادشاہ تھے) وہ خوراک میں جو کمی بھی ہوتی اسے پورا کر دیتے۔

اور ہم نے اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں لکھا ہے کہ بنی قریظہ، جیوش اجزاب

۵۔ ملاحظہ کیجیے اس کتاب میں حضرت حدیقہ کی گفتگو اور جنگ کی آخری رات میں اجزاب کے پڑاؤ میں آپ کے داخل ہونے کا واقعہ۔

کی طرف کس طرح خود راک کے لد سے ہوئے قاتلے بھیتے تھے اور کس طرح ایک قافلہ جیش مدینہ کے ایک گشتی دستے کے ہاتھ آیا اور اس نے اس سے مل کر آمد کر لیا اور وہ بیس اونٹ تھے، سو اٹارنے اس کے بوجھیل کے ذریعے مسلمانوں کی تنگی کو کم کر دیا۔

یہ سب اسباب و محامل پہلے مرحلہ میں اور اسی صورت میں جو جھگڑے کو قبول نہیں کرتی، اشارہ کرتے ہیں کہ متقرب تباہ کن فتح، مسلمانوں کے خلاف حلیف ہوگی اور مدینہ لازماً الحما تبار اور عظیم افواج کے قبضہ میں آجائے گا۔

جس بات نے بن قریظہ کو دھوکہ دیا اور انہیں اس ننداری کے بھیا تک برہم پر آمادہ کیا اور وہ عہد توڑ کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے والی فوج کے ساتھ شامل ہو گئے، تاکہ وہ فتح کے پھلوں میں اپنا حصہ لیں، جس کے بارے میں انہیں ادنیٰ شک بھی نہ تھا۔ (سوائے ان کے زعمیم اسد بن کعب کے) کہ وہ احزاب کی حلیف ہوگی۔

احزاب کی ناکامی کے اسباب

پھر وہ کیا اسباب تھے جو اس فتح کی تکمیل میں حائل ہو گئے، جس کے مدوی اسباب و افر طور پر احزاب کے پاس موجود تھے،؟ نیز وہ کیا اسباب تھے جنہوں نے اس متوقع فتح کو بڑی شکست میں بدل دیا کہ اس بڑے حملے کو ایسی بڑی ناکامی ہوئی کہ جسے (علی الاطلاق) سب سے بڑی ناکامی خیال کیا جاتا ہے، جو اسلام اور اس کے دشمنوں کی عربی تاریخ میں، جزیرہ عرب میں یہود اور مشرکین کو ہوئی۔

بڑے اسباب

ہم ان بڑے اسباب کی، جو اس فتح کی تکمیل میں حائل ہوئے اور اس بڑی ناکامی

ناکامی تک پہنچایا تمہیں کر سکتے ہیں

پہلا سبب..... خندق کی کھدائی

مدنی کمان کا اس خندق کی کھدائی میں کامیاب ہونا رجو مدینہ کی پہلی دفاعی لائن کے طور پر تھی (ایک فوجی تدبیر تھی، جس سے احزاب کی کمان اچانک بوکھلا گئی، بلکہ اس سے بے ہوش ہو گئی، اس لیے حیوش احزاب کے پہنچنے سے قبل مسلمانوں کے خندق کھودنے میں کامیاب ہو جانے نے ان کے منصوبے کو رجو مدینہ پر قبضہ کرنے کے لیے بنایا گیا تھا،) اساس سے تباہ کر دیا۔

احزاب کی کمان (جب اس نے مدینہ پر قبضہ کرنے کو جنگ کے اساسی ہدف کے طور پر اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا) — اس ہدف کو پورا کرنے کے لیے — ان بڑی افواج پر اعتماد کرتی تھی، جنہیں اس نے جمع کیا تھا۔ اور ان کے سامنے مسلمانوں کی فوج کی نسبت ایک اور دس کی تھی، اور اس لیے پناہ تعداد کے پس پردہ اس کا مقصد اس فائق شجاعت پر متغلب ہونا تھا، جس سے مسلمان ممتاز تھے، اور یہ بات ان کے ساتھ فیصد کن معرکہ میں جنگ کے ذریعے ہی ہو سکتی تھی، خواہ اس میں مسلمانوں کی شجاعت کتنی بھی ہو، بلاشبہ مددی برتری کا اس درجہ تک ہونا جب تک احزاب کی افواج پہنچی تھیں، اس کا ایسا اثر ہوتا ہے جسے معرکہ جیتنے میں حقیر نہیں سمجھا جاسکتا، اور تدریم لوگوں کا قول ہے — کثرت، شجاعت پر غالب آجاتی ہے۔

لیکن مسلمانوں کے خندق کھودنے نے احزاب کے منصوبے کو تباہ کر دیا اور اسے بالکل الٹ دیا، اور یہ خندق، احزاب کی متموج افواج کے درمیان اور اسلامی فوج کے ساتھ فیصد کن معرکہ میں جنگ کرنے کے درمیان حائل ہو گئی، جیسا کہ احزاب کی کمان کا نشانہ تھا، اور جیسا کہ معرکہ کا طے شدہ منصوبہ تھا۔

خندق کے وجود نے جیوش احزاب کے ہزاروں جوانوں کی سرگرمیوں کو منجمد کر دیا۔ امدان کی حرکتوں کو شل کر دیا کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی طاقت نہ پاسکے۔ ہاں چپکے سے خودکشی کے طریق پر خندق کے عبور کرنے کے طریق سے انہوں نے جنگ کی۔ اور یہ عمل (خواہ کتنی بار بھی کیا جاتے) جنگ کے مطلوبہ نتیجے تک نہیں پہنچاتا۔

اور احزاب کی کمان نے — گھوڑوں سے خندق پھلانگنے کی کارروائی کا بھی تجربہ کیا کہ شاید وہ کامیابی کی صورت میں (دیسح پل تعمیر کرنے کی سکت پاسکے جس سے احزاب کے پیادے (قرشی سواروں کی حفاظت میں) مسلمانوں کی جانب چلے جائیں لیکن یہ تجربہ ناکام ہو گیا کیونکہ جن سواروں نے یہ کارروائی کی وہ یا تو قتل ہو گئے یا جہاں سے اٹے تھے وہیں بھاگ گئے اور یوں احزاب کی کمان حیران کھڑی رہ گئی اور اسے معلوم نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی اس عمدہ تدبیر کے بالمتقابل کیا کرے پس انہوں نے اس تدبیر سے احزاب کے جیوش کی حرکات کو شل کر دیا اور انہیں اپنی من مرضی کی حرکت کرنے سے بے کار کر دیا۔

احزاب کی صفوں میں برا فروختگی

جیوش احزاب کے جمود اور خندق کے باعث ان کے فیصلہ کن محرکہ میں کسی فیصلہ کن کام پر قدرت نہ رکھنے کے نتیجے میں، جیوش احزاب کے اندر برا فروختگی پیدا ہو گئی کیونکہ یہ سب جیوش ان بددوں کے تھے جو اپنی جنگوں میں (ہمیشہ) جمہدیا مار بھگوں سے مالون تھے جو ایک دن یا دن کے کچھ حصے سے زیادہ نہ ہوتی تھیں اور وہ خندقوں کے آگے اس تمام مدت تک جو وہ مدینہ کے گرد پھاڑ کھٹے رہے پڑاؤ کرنا نہ جانتے تھے۔

اس لیے خندق کے پیچھے کسی جنگ کے بغیر جم کر بیٹھ رہنا ان پر گراں گزرا

اور وہ بے فائدہ پڑاؤ سے اکتا گئے اس بات کو اہزاب کی کان نے بھی دیکھا اور وہ تنگی محسوس کرنے لگی اور (اس کے نتیجے میں) وہ ریٹائرمنٹ کے بارے میں سوچنے لگی لیکن اس نے بنی قریظہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کا خاتمہ کیے بغیر مدینہ کا محاصرہ نہ چھوڑے گی اس بات نے اسے دیر کرنے والا بنا دیا اس لیے کہ اسے علامت کا حدیث تھا اور اگر اس نے یہود اور مسلمانوں کو اکٹھے چھوڑ دیا تو بلاشبہ مسلمان ان کی عہد شکنی اور غداری کا سخت حساب لیں گے۔

اس لیے جب ریٹائرمنٹ کرنے والے یہود کو ان کے حال پر چھوڑنے کا جواز پیدا ہوا تو اہزاب کی کان نے ریٹائرمنٹ کرنے اور یہود کو چھوڑنے میں تردد نہ کیا (خواہ وہ جو از ظاہری طور پر یہی ہوا) اور وہ یہود کا اہزاب کے جوانوں کو یہ خیال لیے بغیر جو مسلمانوں کے خاتمہ کی تکمیل تک ان کے پاس رہیں گے، مسلمانوں پر حملہ کرنے میں مشارکت کرنے سے رکن تھا۔

پس مدینہ سے جنگ بازوں کو روکنے کے لیے مسلمانوں کا خندق کو پہلی دفاعی لائن بنانے میں کامیاب ہو جانا سب سے بڑا عامل ہے جس نے جنگ کی ناکامی تک پہنچا دیا بلکہ جب ہم اس بات کو صرف عسکری نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو یہ سب عوامل سے بڑا عامل ہے۔

دوسرا سبب منعم بن مسعود کا فریب

اس بارے میں کوئی نزاع نہیں پایا جاتا کہ کسی جنگجو فرج کی صفوں میں افتراق و انتشار کا پیدا کر دینا سب سے بڑا ہتھیار ہے جس کے پھل اس فرج کے مخالفت کو ملتے ہیں اور افتراق و انشقاق دشمن کے ساتھ وہ کام کرتا ہے جو طاقتور اور جدید ترین اسلحہ سے مسلح جہاد لشکر بھی نہیں کرتے اس لیے حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے — آپؐ کی عسکری سیاست میں وسیع تجربہ اور دسترس رکھتے تھے — نعیم بن مسعود سے (جو عربوں میں دانشمندی اور فریب کاری میں مشہور تھے) مطالبہ کیا کہ وہ اس ہتھیار (افتراق وانشقاق) سے ان دشمنوں کے خلاف کام لیں جو اس خوفناک جنگ میں ایک دوسرے کے حلیف ہیں، آپ نے اسے فرمایا — جب اس نے تخفیف طور پر اپنی قوم کے کسی آدمی کے علم کے بغیر اپنے اسلام کا اعلان کیا — تو ہی ہمارے درمیان ایک آدمی ہے جس قدر ہو سکتا ہے انہیں پسپائی پر آمادہ کر دیا جائے تاکہ ایک فریب ہے —

نعیم بن مسعود، دشمن کے خلاف، افتراق وانشقاق کے ہتھیار سے کام لینے میں مکمل طور پر کامیاب ہوئے اور آپ نے اس ہتھیار سے احزاب کی وحدت کو اور یہود کے ساتھ ان کے اتحاد کو اساس سے تباہ و برباد کر دیا جیسا کہ اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں مفصل بیان ہو چکا ہے،

اور یہ کامیابی، جلد مدینہ کا محاصرہ چھوڑنے میں اور احزاب کے جبرائشکوں کے اس رسوا کن صورت میں ریٹائرمنٹ کر کے اس بڑی جنگ کے ختم کرنے میں ایک اہم عامل تھی۔

نعیم بن مسعود کے یہود کو، یہ غالی حاصل کیے بغیر احزاب سے عدم تعاون پر رضامند کر لینے نے قریش اور غطفان کے ساتھ جلد ریٹائرمنٹ کرنے کا راستہ کھول دیا اور ان کی آبرو کو بچا لیا کہ انہوں نے اس عدم تعاون کو اپنی ... ریٹائرمنٹ کا اور یہود کو اکیلے چھوڑنے کا جواز بنالیا کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچیں یہ وہ بات ہے جس سے احزاب کی کان، قبل اس سے کہ قریش سے تعاون چھوڑیں، عملدرآمد کرنے سے بچتی تھی۔

اور ہم نے اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں پڑھا ہے کہ کس طرح

اور یہی بڑا ہتھیار تھا، بیکہ جنگ کے مقابلے میں اور اس کے ناکام کرنے میں واحد ہتھیار تھا۔ اور اس جنگ میں دشمن کا واحد مؤثر ہتھیار بُری افواہیں اُڑانا، ڈرانا اور خوفزدہ کرنا، غداری کرنا، عہد شکنی کرنا اور ظلم کرنا تھا، اور حقیقتاً ایک ہزار جانباڑوں کی نسبت جو کم ہوتے جا رہے ہوں، یہ ایک خوفناک ہتھیار ہے، حتیٰ کہ ان میں سے اس خوفناک جنگ کی آخری رات کو صرف تین سو جانباڑ باقی رہ گئے جنہیں گیارہ ہزار جانباڑ ہر جانب سے گھیرے ہوئے تھے بلاشبہ یہ ایک خوفناک ہتھیار ہے، اور اس کے سامنے صرف دلجمعی، اعصابی قوت، عقلی بردباری کی یاد، سکونِ نفس، قلبی مضبوطی اور اللہ کی مدد پر اعتماد کا ہتھیار ہی ٹھہر سکتا ہے۔

اور یہ عوامل، اس خوفناک ہتھیار کے مقابلہ میں، جس سے دل اکڑ جاتے ہیں، فیصد گن اثروالے ہیں، اور یہ اسی شخص کو دافرننگ میں میسر آتے ہیں، جو اس قسم کے صاف اور بلند عقیدہ کا حامل ہو، اسلام کا عقیدہ وہ ہے، جس نے اس کے نوجوان سردار (حضرت سعد بن معاذ) کو ایسا بنا دیا کہ وہ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے — جب آپ نے مدینہ کے تہائی پھلوں کے بالمقابل غطفان سے الگ صلح کرنے کی کوشش دیکھی اور اپنی محصور چھوٹی فوج پر دم کرتے ہوئے، کہنے لگے، خدا کی قسم ہم صرف انہیں تلوار دیں گے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔

اس نوجوان مومن سردار نے یہ پائیدار بات کہی، جس سے غطفان کے ساتھ صلح کو مسترد کر دیا، یہ بات آپ نے اس وقت کہی، جب مسلمان کرب اور تنگی کے اونچے درجے میں تھے، اور آزمائش نے ان کے گریبان پکڑ لیے تھے، اور مصائب و تکالیف نے ہر جانب سے ان کا گھیراؤ کر لیا تھا۔

انصار کے نوجوان سردار نے اس صورت میں غطفان کے ساتھ الگ صلح کے نظریے کو مسترد کر دیا، حالانکہ اس نظریے پر حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے مشورہ

کر کے موافقت حاصل کر لی تھی اور (عسکری سیاست کی اصطلاح میں) یہ ایک درست نظریہ تھا، جس پر کوئی اعتراض نہیں پایا جاتا۔ اور جسے فوجی قائدین آج تک اپنی افواج سے جنگ کی شہقت کو کم کرنے کے لیے استعمال کرتے رہتے ہیں، اس لیے کہ دشمن کی جمعیت کو پراگندہ کرنا اور اس کی قوت کو کمزور کرنا اور کسی بھی وسیلہ سے اس کے اندر انتشار پیدا کرنا، کسی عسکری قائد کے دل سے اوجھل نہیں ہوتا، جو بلا استثناء تمام جنگوں کے بارے میں ذمہ دار ہوتا ہے، لیکن وہ مضبوط اور پائیدار عقیدہ جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، اس نے انصار کے قائدین کو (جو مدنی فوج کی ریراہ کی بڑی تھے) ایسا بنا دیا کہ وہ اپنے نبی سے صلح کے اس نظریے کو خیر باد کہنے اور مقابلے پر ڈٹا رہنے کی اجازت مانگتے لگے، خواہ تاج کچھ بھی ہوں۔

اتراب کے ہاں عقائدی اختلاف

حضرت سعد بن معاذ اور انصار کے قائدین کے موقف نے اسلام کی چھوٹی فوج میں عقیدہ کے ہتھیار کی فعالیت کی واضح صورت کو ہمارے سامنے نمایاں کر دیا ہے۔ اور اس عقیدہ کی متانت اور صلاحیت اس حد تک ہے کہ اس نے مومنین کو اس شاندار موقف میں کھڑا کر دیا، بلاشبہ عطفان کے قائدین (جو حیوش اتراب کی ریراہ کی بڑی تھے) کا خفیہ طور پر نبوی بیڈ کو لڑنے میں آنا اور — قریش کے پس پشت — مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کے تہائی پھلوں کے مقابل الگ صلح کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھانا، ہمیں اس بات پر قاطع دلیل مہیا کرتا ہے کہ اتراب کی عظیم افواج کے اندر مکمل عقائدی اختلاف موجود تھا، اور ان ہزاروں جمع شدہ جوانوں پر آمد کے وقت تفلک را الگ الگ حاوی تھا، کیونکہ ان کا کوئی واحد بندھن نہ تھا، جو انہیں لاسخ اور سچے عقیدہ پر جمع کرتا جو ان کا اللہ سے رابطہ کر دیتا اور وہ اس کی راہ میں موت کو شیریں خیال کرتے جیسا کہ مسلمانوں

کا حال تھا۔

یہ ہزاروں جمع شدہ جوان آتے، ان کو تنگ، محدود اور ارزاں مقاصد بانگ رہے تھے، ایسے مقاصد جو کسی جنگ کی اساس و بنیاد نہیں ہو سکتے... ان مقاصد کا نفع اور فائدہ، کسی بھی طریقے سے مادی معائنہ کو حاصل کرنا، پھر بعدی سے اپنے غمیوں اور چراگاہوں کی طرف واپس چلا جانا تھا،

احزاب اور مسلمانوں کا موازنہ

ان محدود اور ارزاں مقاصد کے درمیان جنگی خاطر احزاب جنگ کرنے آتے تھے، اور اس بلند عقیدہ کے درمیان جس کی خاطر مسلمان جنگ کرنے آتے تھے، اور جس کے جذبے تلے، یہ چھوٹی سی مومن فوج ان خوفناک افواج سے جنگ کرنے کے لیے کھڑی تھی، عظیم فرق واضح ہوتا ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جب عقیدہ صحیح طور پر تعمیری ہو، تو اس کا ہتھیار کس قدر موثر ہوتا ہے۔

اگر ان خوفناک حالات میں مسلمانوں کے پاس عقیدہ کا ہتھیار نہ ہوتا، تو وہ ان خوفناک افواج کے سامنے، جو مسلمانوں سے دس گنا زیادہ حقیقی ثبات قدم رہنے کی طاقت نہ پاتے، یہ ثبات (زمانوں کے پلٹنے کے باوجود) ضرب المثل کے مقام پر ہے۔ (اگر عقائدی خلا نہ ہوتا، جو جویش احزاب پر مسلط تھا) تو احزاب کے جوار لشکروں کی استطاعت میں تھا، کہ وہ مدینہ کی چھوٹی فوج کے مقابل خندق کی موجودگی کے باوجود فیصد کن فتح اریکارڈ کرتے ایسے کہ خندق کسی بھی صورت میں ان کے درمیان اور مدینہ میں داخل ہونے کے درمیان حائل نہ ہو سکتی تھی، خصوصاً اس لیے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں زبردست عددی برتری سے ممتاز تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مدینہ پر قبضہ کرنے کے لیے خندق میں داخل ہو جانا، ایسی

قربا نیوں کا تقاضا کرتا ہے، جنہیں معمولی خیالی نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر احزاب کی افواج کی جنگ کا باعث، عقائدی باعث کی سطح پر ہوتا، جس کے سایے میں مسلمان کھڑے ہو کر مدینہ کا شاندار دفاع کر رہے تھے، تو احزاب کی افواج مدینہ میں داخل ہونے کے لیے سینکڑوں مقتولین کی قربانی دینے میں نکل نہ کرتیں۔

چونکہ مدینہ کے گرد ان جیوش کے اکٹھ کا حقیقی باعث، وہی مادی، کمزور اور ارزاں باعث تھا، جو فقط سلب و نہب کی قدرت پانے میں متمثل تھا، تو یہ ایک بدیہی بات ہے کہ یہ جیوش اس قسم کے کام میں دلیری کرنے سے رُک جاتے، جس پر دلیری کرنا بڑی فیاضی سے جانیں قربان کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

اور اگر معاملہ برعکس ہوتا اور مسلمان ان جرار لشکروں کو لے کر آتے جنہیں احزاب لائے تھے، تو خندق ان کے درمیان اور مدینہ پر قبضہ کرنے کے درمیان حائل نہ ہوتی، بلکہ وہ چند لمحوں میں اس میں داخل ہوجاتے، جیسا کہ انہوں نے اور ان کے بیٹوں نے شام و عراق میں کئی بار ایسا کیا ہے، ایرانی اور رومی اپنے دسے خندق کھود لیتے تھے مگر وہ مسلمانوں سے زیادہ طاقتور ہتھیاروں اور زیادہ تعداد والے ہوتے تھے۔

جنگ کا الٹ نتیجہ

اس کتاب کے گذشتہ صفحات سے واضح ہو چکا ہے کہ زعمائے یہود، خیر سے جس منصوبے کو لے کر نکلے، جس کے بموجب قریش اور غطفان کے جرار لشکروں کا اجتماع مکمل ہوا، ان کا پہلا مقصد مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ کرنا اور اسلامی وجود کو اساس سے گرانا تھا، اور قریش کے زعماء اور غطفان کے قائدین اس بارے میں ان کے نصف نصف حصے دار تھے۔

لیکن وہ کیا نتائج تھے جنہیں یہود کے قائدین اور قریش اور غطفان نے اس

عظیم، منظم اور خوفناک جنگ کے حاصل کے طور پر، حاصل کیا۔

نتیجہ یقینی طور پر بیلا فیصد اٹھتے، جن کی تلخیص درج ذیل ہے :

(۱) احزاب کے جیوش کو ایسی بڑی شکست سے پالا پڑا کہ اس قسم کی شکست سے قریش، غطفان اور یہود کو اپنی اگلی پھلی طویل تاریخ میں پالا نہیں پڑا۔

اور احزاب نے مسلمانوں کی طاقت کو توڑنے اور ان کے اقتدار کا خاتمہ کرنے اور ان کے وجود کو ختم کرنے کی بجائے (اس عظیم جنگ کے پھل کے طور پر) اس بڑی شکست اور بڑی ناکامی کو حاصل کیا، اور اس شکست سے قریش اور غطفان کی عسکری شہرت اس حد تک گر گئی کہ اس کی موجودگی میں ان قبائل میں سے کوئی قبیلہ بھی (حالانکہ یہ علی الاطلاق جدیدہ کے قوی ترین قبائل تھے) مسلمانوں سے جنگ کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکا، اور یہ غزوہٴ احزاب، آخری جنگی کارروائی تھی، جو عرب بیت پرستوں نے جزیرہٴ عرب میں اسلام کے علاقے کی۔

غزوہٴ احزاب کے بعد مسلمانوں کی شہرت

دوسری جانب — اس معرکہ کے بعد — مسلمانوں کی عسکری شہرت

بمٹنے ہو کر چونکہ جنگ پہنچ گئی اس بات نے (جزیرہٴ عرب میں یہودیت اور بت پرستی کے آخری قلعے کے سقوط تک) انہیں مؤقف کے سردار بنا دیا وہ جنگ کرتے اور کوئی شخص ان سے جنگ کرنے کی سکت نہ پاتا،

(۲) اس جنگ سے جو یہود کی کارروائیوں اور سوچ کا نتیجہ تھی، یہود کو یہ حاصل ہوا کہ انہیں مجدد و حجاز کے بت پرستوں سے بھی بڑھ کر زیادہ خطرناک نقصان ہوا۔ بلاشبہ جب یہ قرشی اور نجدی اپنی عسکری ہیبت کو کھو بیٹھے تو انہوں نے سکینت و سکون اختیار کر لیا حتیٰ کہ مسلمان افواج کے مکر پر قہقہہ کرنے کے

بعد یہ عربوں کی طرح حلقہٴ گبوش اسلام ہو گئے اور یہود کی کوئی عسکری ہیبت باقی نہ رہی کردہ اسے کھوئیں لیکن اس جنگ کے پھلوں میں، جس کی آندھیوں کو انہوں نے ہوا دی تھی، ان کا حصہ، مدینہ میں بنی قریظہ کے سب مردوں کو تباہ کر کے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر یثرب کو یہودی عنصر سے پاک کرنا تھا اور یہ وہ خوفناک مصیبت ہے جسے یہود نے (اہزاب کے ساتھ معاہدہ کر کے) مسلمانوں پر نازل کرنے کی تیاری کی تھی۔

اور ان مجرم یہودیوں کی مصیبت نے، یثرب میں ان کے باقیماندہ وجود کے مٹانے پر ہی توقع نہیں کیا جو ان کے شریر اعمال کا حامل تھا۔ بلکہ یہ مصیبت جرم کے مقام اور آمریت کے اڈے خیر تک پھیل گئی جس میں اس خوفناک جنگ کا منصوبہ تیار کیا تھا۔

پس اہزاب کا خوفناک حملہ ایک سبق تھا جسے مدینہ کی کمان نے یاد رکھا اور اس کے بعد یقین کر لیا کہ ظلم و زیادتی کے خیر پر مزب لگائے بغیر چار نہیں اور اگر اسے مزب نہ لگائی اور تباہ نہ کیا گیا تو اسلامی وجود بھر لحظہ آمریت اور ظلم و زیادتی کا تختہ مشق رہے گا، خصوصاً اس لیے کہ یہود کے پاس وافر جمع شدہ مال تھا اور مال زبردست اقتدار والا ہوتا ہے جس سے وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی جنگ بھی جسے وہ چاہتے ہیں پا کر سکتے تھے، اس لیے مدینہ۔ بنی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں، خیر میں یہود کے خلاف وسیع جنگی کارروائی کرنے پر تیار ہو گیا حتیٰ کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں آگرا، اور اس کے تمام زعمار اور قائدین معسر کر میں قتل ہو گئے۔

اور سقوطِ خیبر سے جزیرہ عرب میں یہود کے آخری قلعے کا مکمل صفایا ہو گیا، اور اس کے بعد آج تک جزیرہ عرب میں یہود کو کوئی اقتدار نہیں ملا اور انشاء اللہ قیامت کے دن تک ہرگز ان کا اقتدار نہ ہوگا۔

اس تحلیل میں ایک مومنوع قابلِ توضیح رہ گیا ہے، اور وہ سُستی کا موقف ہے، جسے معرکہ غطفان کے نجدی قبائل نے اختیار کیا (حالانکہ وہ اس جنگ کی اکثریت تھے)

معرکہ کے تمام ادوار کے جائزے کے دوران ہم نے اس معرکہ میں غطفان کے کسی جوان کی (خواہ وہ قائد ہو یا سپاہی) مسلمانوں کے خلاف کوئی سرگرمی نہیں دیکھی جن لوگوں نے اپنے گھوڑوں کے ساتھ خندق پھلانگی، وہ سب کے سب قریش تھے اور ان میں ایک بھی غطفانی نہیں تھا، اسی طرح مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے جن لوگوں نے باری باری اپنے دستوں کے ساتھ خندق کے گرد مات دن چکر لگائے وہ بھی قریش میں سے تھے، اور ان میں ایک غطفانی قائد بھی نہ تھا، اسی طرح تاریخ نے یہ بھی ذکر نہیں کیا کہ ان قریشی قائدین کے سپاہیوں میں سے کوئی ایک غطفانی سپاہی بھی نہ تھا۔۔۔ اس سُست رویہ موقف کا سبب کیا تھا، جو اس عظیم جنگ میں غطفان کے قبائل نے اختیار کیا۔

بڑا سبب

ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک ہی بڑا سبب تھا، اور وہ یہ کہ غطفان کی کمان (خندق کی کھدائی کے بعد) عظیم و جسیم قربانیوں کے بغیر مدینہ پر قبضہ کرنے سے بالوس ہو چکی تھی۔۔۔ اور غطفان کسی ایسے صاف عقیدہ کے حامل بھی نہ تھے جو اللہ سے ان کا تعلق کرا دیتا۔ اور وہ اس کی خاطر موت کو شیریں خیال کرتے اور ایمان رکھتے

کہ اس کے قبضے تلے قتل ہونا شہادت ہے، جو اپنے مقتولین کو صدیقین اور شہداء کے درجے تک ملے جاتی ہے، حتیٰ کہ وہ جرح و قتل کی تکالیف کی پرواہ کیے بغیر اپنی جانوں پر کھیل کر خندق میں داخل ہو جاتے۔

بلکہ عطفان — جیسا کہ معلوم ہوتا ہے — مسلمانوں کے ساتھ اس قدر سخت عقائدی مدارت نہ رکھتے تھے، جتنی یہود اور قریش رکھتے اور عطفان کے سبب جو ان خالص بدو تھے، جو غزوات و محروب کا یہی مفہوم سمجھتے تھے کہ یہ صرف سلب و نہیب اور کم از کم ممکن خسارہ سے مادی عنائم حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں اور جب ان کی عظیم افواج نے صحرائے نجد سے مدینہ کی جنگ میں مشارکت کے لیے اپنے خیوں کے مارچ کیا، تو ان کے حل میں اسی چیز کے حاصل کر لینی تھاتی — اور اس عظیم حربی تدبیر (خندق) نے جو عرب نہیں کیا کرتے تھے ان اعراب کے لیے غنیمت کو اس طریق پر حاصل کرنا محال بنا دیا، جس سے وہ اپنی کھلی جھنڈا جنگوں میں مالوف تھے، جن میں چند گھنٹے صرف ہوتے تھے، اور وہ اچانک صورت میں ہوتی تھیں، اور انہوں نے دیکھا کہ مدینہ پر ہرگز قبضہ نہیں ہوگا، جس کی عنائم کا وہ خواب دیکھتے تھے، (اور اگر وہ قبضہ کرنے میں کامیاب ہوتے بھی تو) وہ قبضہ خطرناک جابجازی کے بعد ہوگا، جس کی دلیری پر انہیں سیکڑوں مقتولین کا مکلف ہونا پڑے گا،

اور اس سے حاصل ہونے والی غنیمت (ان کے مادی حساب کے مطابق) جو ان کی عظیم قربانیوں کے سامنے بیچ ہو جائے گی، جنہیں وہ اس مادی غنیمت تک پہنچنے کے لیے قربان کریں گے۔ سوا انہوں نے اس غنیمت پر جو ان عظیم خطرات سے گھری ہوئی تھی، سلامتی کو ترجیح دی۔

اور اسی وجہ سے (داؤد اعلم) وہ کسی ایسی حربی کارروائی کرنے سے رُکے رہے

جو اس عظیم جنگ میں ان کی جانوں کو خطرے میں ڈال دے، جس میں انہوں نے صرف غنائم اور غنائم حاصل کرنے کے لیے مشارکت کی تھی، اور یہ بات خندق کی کھدائی کے بعد محال ہو گئی تھی، پس ایسا کوئی سبب نہ تھا کہ یہ اعراب قتل و خراج کے درپے ہوتے، اور یہ بات مکمل طور پر ان چھوٹے، تنگ اور محدود مقاصد کی منطق سے اتفاق کرتی ہے، جن کی تکمیل کے لیے یہ اعراب آئے تھے۔

کتاب غزوہ اعراب ختم ہوئی (الحمد للہ)

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوة بَدَا

تالیف
مُحَمَّدُ أَحْمَدُ بَاشِیْل

ترجمہ
مولانا اختر فچیوری

ضخامت ۲۲۰ صفحات مجلد اعلیٰ اسقید کاغذ

نفسِ اکیس آرزو بازار، کراچی طبعی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوة حنین

تالیف:
محکمہ احمد باشبیل

ترجمہ:
مولانا اختر فچی پوری

اعلیٰ سفید کاغذ

ضمانت ۰۰ صفحہ

نفسِ اکیقہ اندازہ کراچی طبعی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوة موتہ

تالیف
محمد احمد بشیر

ترجمہ
مولانا اختر فتح پوری

اصل سفید کاغذ

مجلد

صفحات ۲۰۸

نقیس اکیس بازار، کراچی طبعی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوة بنی قریظہ

تالیف
محمد احمد باشمیل

ترجمہ
مولانا اختر فتحپوری

اعلیٰ سفید کاغذ

مجلد

صفحات ۲۴۰

نفسِ اکیس
آئینہ لکھنؤ

603.2